

حقیقت اہم بود

محقق اکرام علی

André



مزنہ نہیں مں جا۔ فرزند و پند پر دیوانست، مجیکشیہ شخص الدولہ، ناصر الملک میر لار، ڈاکٹر ذوالپسر
سید محمد رضا علی خاں بہادر مستعد جنگ تھے۔ سقہ۔ یس۔ آئی۔ ایل۔ ایس۔ جی۔ ڈی جی ٹی فرزند وزیر است۔ بہادر

حقیقتِ اِکرام پوز

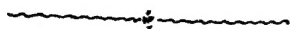
تاریخِ قدیم، عہدِ حاضر، اور مستقبل

مرتبہ

مولوی محمد اکرام عالم صاحب - بی۔ اے - 'علیگ' رئیس بدایوں

ایڈووکیٹ بریلی

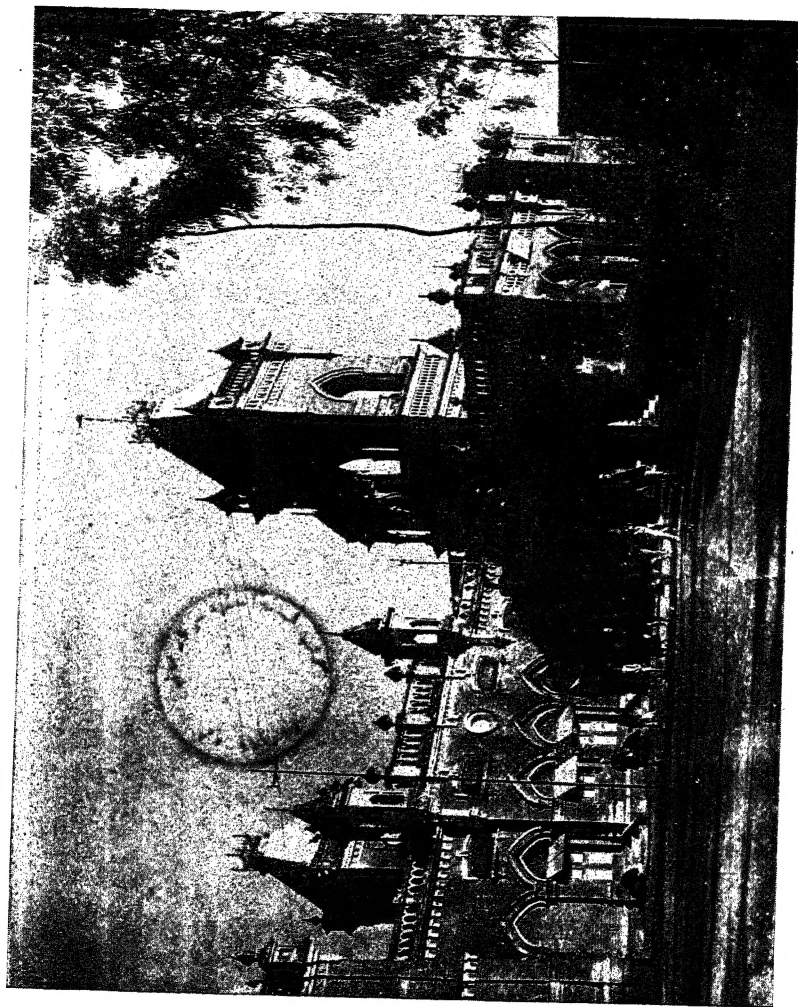
۱۹۴۰ء



مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

قیمت پندرہ

اسٹریٹ انٹر کالج رامپور



فہرست مضامین

نمبر صفحات	مضمون	نمبر
	سرورق	
	فوٹو ہنزہائیٹس درباری کرسی پرست ۱۹۹۰ء۔	
۱ و ۲	رومیا پیہ	
۳ تا ۱۱	باب اول: تالیف ہذا کے اسباب۔	
۳	صوبجات مخذہ کی واحد اسلامی ریاست	
۴	رامپور سے مسلمانوں کی دلچسپی کے وجوہ	
۶	غیر مسلمین سے والیان رامپور کا سلوک	
۹	رامپور سے مسلمانوں کو خاص توقعات	
۱۰	رامپور کے متعلق مسلمانوں کا فرض	
۱۱	ریاست کے خلاف پروپیگنڈا	
۱۲	رامپور سے میرے تعلقات اور ذرائع واقفیت۔	

نمبر صفحات	مضمون	نمبر
۱۲	فوری اشاعت کا محرک واقعہ	
۱۵ تا ۳۹	باب دوم :- رامپور کے تاریخی حالات	۲
۱۶	روہیلوں کی آمد روہیل کھنڈ میں	
	داؤد خاں روہیلہ کی طاقت کا آغاز اور روہیل کھنڈ	
۱۷	کی بہت	
۱۸	نواب سید علی محمد خاں بہادر	
	نواب سید علی محمد خاں بہادر کی وفات اور واقعات	
۲۲	مابعد	
	موجودہ ریاست رام پور کی ابتدا بریلی و	
۲۴	شاہ آباد میں	
۲۷	سر داران روہیل کھنڈ کی کارگزاریاں	
۲۹	جنگ بکسر اور مابعد	
۳۰	جنگ مابین شجاع الدولہ و حافظ الملک	
۳۳	رام پور دارالریاست قرار پایا نواب حسن شجاع الدولہ کے قرائن	
۳۴		
۳۷	سلسلہ خاندان فرمانروایان ریاست رامپور	

نمبر صفحات	مضمون	پریم
	ریاست کی موجودہ وسعت و حیثیت و سرکار	
۳۸	حال کے خطابات وغیرہ	
۴۰ تا ۸۳	باب سوم :- رام پور - اور - سیاسیات	
۴۰	رام پور میں جدید سیاسی تحریک	
۴۱	ذمہ دار آئینی حکومت -	
	رام پور میں سیاسیات سے ذمہ دار و تجربہ کار	
۴۴	لوگوں کی علحدگی -	
۴۵	دوست نما دشمنوں سے پرہیز کیجیے -	
۴۶	رامپور برٹش انڈیا سے بہتر ہے -	
	شخصی حکومت خواہ مخواہ قابل نفرت	
۵۱	نہیں ہوتی -	
۵۲	رامپور میں تحریک سیاسی کن اصول پر مبنی ہو	
۵۲	برٹش انڈیا کی تقلید ضروری نہیں -	
۵۶	دیس اور پردیس کی بحث :-	
۵۶	رام پور کی جغرافیائی حالت	

صفحہ نمبر	مضمون
۵۷	انتظامی وجوہ
۵۸	رامپوریوں کے حقوق برٹش انڈیا میں
۶۰	نقل و بکار متعلق اشخاص بیرونی سرکار عالی نے اس تحریک پر منظوری عطا فرمائی۔
۶۲	سابقہ دیرینہ عملدرآمد
۶۲	بیرونی اشخاص کا رام پور سے روحانی و قلبی رشتہ
۶۵	معاملہ انصاف کی بات
۶۶	رامپوری صاحبان جن سے برٹش انڈیا میں تعصب نہیں بڑھتا جاتا
۶۸	شیعہ و سنی کی بحث :-
۷۰	مفاد اسلامی کے خلاف
۷۱	حکمران کے مذہب سے رواداری
۷۲	نوابین سابق کا طرز عمل
۷۳	

نمبر صفحات	مضمون	پاجہ نمبر
۷۲	ملازمت سرکاری میں شیعہ	
۷۴	مسٹر زیدی کی چیف منسٹری دیگر ریاستوں میں منسٹر و عہدہ داران	
۷۶	ہمالاکس ایلای میں شیعہ و سنی	
۷۷	فرماں روائے کے مذہب سے رواداری	
۷۹	شیعہ و سنی کا چولی دامن کا ساتھ ہے	
۸۰	رام پور کے قدیم تعلقات شیعوں سے - تعصب کی وبائے اندیشہ	
۸۱	حاصل	
۸۲	محض ذاتی اغراض قابل قدر نہیں	
۸۳	نوجوانان رام پور سے خطاب	
۱۷۲ تا ۸۴	باب چہارم :- رام پور کا دور قدیم اور دور جدید	
۸۴	رام پور کے نظم و نسق کی شان زمانہ سابق میں	
۸۷	جناب جنت مکان کا ہند حکومت اور آزادی	
۸۸	عہد جنت مکان میں خود مختاری کی شان	
۹۱	دور جدید	
۹۲	ہز ہائیٹنس کی پرائیویٹ لائف	
۹۴	ریاست کا کانستٹیوشن	
۹۴	عدالت ہائے دیوانی و فیصداری	

نمبر صفحات	مضمون	نمبر شمار
۹۶	عدل گستری کا طریق کار اور عدالتی زبان	
۹۷	عدالتوں کا سلسلہ اور قوانین بحریہ	
۱۰۱	عدالت ہائے اپیل	
۱۰۱	سرکار کے حضور میں سماعت مقدمات	
۱۰۴	پولیس	
۱۰۴	ہز ہائینس اور سرپرستی تعلیم	
۱۰۶	تعلیم بالغان	
۱۰۸	چیف منسٹر صاحب موجودہ	
	چیف صاحب کا فوٹو	
۱۱۱	زیدی صاحب رام پور میں	
۱۱۲	چیف منسٹر صاحب کے اختیارات	
۱۱۳	چیف صاحب کی خدمات بیرون رامپور	
۱۱۴	آنرہبل منسٹر سیلووے کا فوٹو	
۱۱۵	دیگر منسٹران	
۱۱۵	دور جدید کی صحیح صورت	

نمبر صفحات	مضمون	پیشہ
۱۱۶	میونسپل بورڈ	
۱۱۷	ریاست کی وسعت اور مالی حالت	
۱۱۷	ریاست کا مالیہ	
۱۱۹	اہل رام پور کی خصوصیات اور عام خوشحالی	
۱۲۳ تا ۱۲۴	باب پنجم :- رعایا کی شکایات حکومت سے -	۵
۱۲۴	رامپوری رعایا کی پچھنی کے اسباب	
۱۲۴	مقر بین جنت مکان	
۱۲۵	جاگیرات اور پنشنوں کی ضبطی -	
۱۲۶	صدر ملازمین ریاست کی موقوفی	
	مستاجر می کا خاتمہ - صدر اشخاص کو بے روزی	
۱۲۶ تا ۱۲۹	کرویا گیا - شدید سیاسی غلطی	
۱۳۰	شورش میں ترقی کے وجوہ	
۱۳۲	شکایات کی تفصیل :-	
	خاص باغ پلس کی تعمیر پلس کی سردی اور	
۱۳۳	گرمی کا صرفہ -	
	سفر و سیاحت پر صرف کثیر -	

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر صفحات
	رشتہ داروں کے وظائف۔ مصارف بلال	۱۳۴
	جاگداؤں کی ضبطی	۱۳۴
	مستاجری۔ موونی۔ تنزل و ترقی۔ محصولات	۱۳۵
	مقدمات میں سرکاری خواہش کو دخل۔ حکام کی	
	عدم قابلیت	۱۳۴
	فوج و جیل میں ناروا برتاؤ۔ برٹش انڈیا کے ملازمین	
	شیعوں کا تقرر۔ ہلو کی سرکاری رشتہ داروں کی	۱۳۹-۱۴۱
	۱۹۳۷ء کے بلوے۔	۱۳۲ کے بعد
	باب ششم ۱۔ رامپور کا درخشاں مستقبل	۱۴۳ تا ۲۰۰
	فرٹو ہزائینس کو ڈیلیہد بہاد۔	
	دور موجودہ سے قبل رام پور کی حالت بہ لحاظ صنعت	
	و حرفت کے۔	۱۴۴
	مسٹر محمد حضور عالم کی سروے۔	۱۴۴
	تجارت و صنعت و حرفت پر توجہ کی ضرورت	۱۴۵
	گھریلو صنعتیں خصوصیت سے مستحق ترقی	۱۴۶

نمبر صفحات	مضمون	پیشگی
۱۴۷	سہرکاری مدد حسب ذیل طریقوں سے دی جاسکتی ہے ذیل کی صنعتیں اہل رامپور کے لیے ترقی کا میدان پیدا کریں گی۔	
۱۴۹	انڈسٹریل بورڈ اور کانٹینٹ انڈسٹریز	
۱۵۱	شکر کے کارخانے	
۱۵۲	فوڈ شکر فیکٹری رضا ٹیکسٹائلز	
۱۵۳	سرجو والا پرشاد سری واستو کے ارشادات	
۱۵۳	فوڈ اسٹریٹ انٹر کالج	
۱۵۷ کے مقابل		
۱۵۸	کارخانہ دیاسلانی	
۱۵۹	رامپور رائل مل	
۱۶۰	انڈیوں کی جانچ کا کارخانہ	
۱۶۰	فروٹ کیننگ کمپنی	
۱۶۰	چمڑے کا کارخانہ	
۱۶۳	سہرکاری رقوم کارخانوں میں	

نمبر صفحات	مضمون	صفحہ نمبر
۱۶۳	محکمہ زراعت	
۱۶۴	دیہاتی ترقی میں مصارف سرکاری	
۱۶۶	معافی لگان	
۱۶۷	ایکیم سی سالہ	
۱۶۸	آتش زدگی	
۱۶۹	رعایا کے متبرعوں کی ادائیگی	
۱۷۱	پارک وغیرہ	
۱۷۲	محکمہ طبی	
۱۷۲	کتب خانہ	
۱۷۳	باب ہفتم :- میری گزارش	
۱۷۳	رام پوریوں کے قلوب میں ہرنائینس کی محبت	
۱۷۴	وقاداران ریاست سے بے اعتنائی	
۱۷۵	اہلکاران ریاست میں کام کا عدم توازن -	
۱۷۶	مستاجری کا اجراء	
۱۷۷	شہر کے گلیوں اور کوچوں کی درستی -	

نمبر صفحات	مضمون	نمبر
۱۷۸	ڈریسنگ	
۱۷۸	ہرمائی کنس اور حکام اعلیٰ کے سوشل تعلقات رعایا سے	
۱۷۹	پروپیگنڈا	
۱۸۱	باب ہشتم - اصلاحات جدید	۸
۱۸۲	ہرمائی کنس اکاؤنٹوں ۱۹۳۷ء	
۱۸۳	فرمان مبارک	
۱۹۲	اصلاحات جدید کے بعد کرنل فشر پولیسکل اینجینٹ کی رائے	
۱۹۳	ترجمہ تبصرہ پائیوئیر	
۱۹۶	باب نہم - خاتمہ کتاب	۹
	ضمیمہ جات	
	ضمیمہ نمبر ۱ - فہرست اشخاص بیرونی جنہوں نے ریاست راہپور میں خدمات ممتاز انجام دیں	
	ضمیمہ نمبر ۲ - فہرست موجودہ ملازمان مشیہ	
	ضمیمہ نمبر ۳ - مقتدر حضرات کی رائے کتاب ہذا کے متعلق	
	تقریظ نواب صاحب چھتاری سابق گورنر صوبہ - پی	
	تقریظ سر عبداللہ پرشاد سری وائلو سابق گورنر - پی	
	”دو حرف از مسٹر محمد آصف علی بیرسٹر نمبر ورننگ کمیٹی آل انڈیا کانگریس اقباس دیگہ آراء	
	نواب سر محمد یامین خاں - مولوی عبدالسلام صاحب	

نمبر صفحات	مضمون	نمبر
	ضمیمہ ۳- کتابت کی غلطیاں	
	اضافہ شدہ اوراق :-	
۱۴۲ ۵-۱	واقعہ سب انسپکٹر جیمز سنگھ اور شورش ۱۹۳۹ء	
۱۴۲ ۵	وفا دار را پیوریوں کا فرض	
۱۴۲ ۲-۱	مقدمات اٹھونڈہ کا انجام	
	تصاویر	
سورق پر	ہر ہائینس کا فوٹو ۱۹۳۲ء	
قبل فرست	ہر ہائینس کا فوٹو ۱۹۳۳ء	
بعد صفحہ ۱۸۲	ہر ہائینس کا فوٹو ۱۹۳۶ء	
قبل صفحہ ۱۴۳	مرشد زادہ آفاق ولیعہد صاحب بہادر	
بعد صفحہ ۱۰۸	آزیزیل مسٹر سید بشیر حسین زیدی	
بعد صفحہ ۱۱۴	آزیزیل مسٹر آر۔ ایچ۔ سیلووے :-	
بعد صفحہ ۵۰	حادر منزل	
۱۵۲ //	رضا شوگر فیکٹری	
بعد صفحہ ۱۵۶	رضا اسٹیٹ انٹر کالج راجپور	
آخر	مصنف کا فوٹو	

دیباچہ

ریاست رام پور کے متعلق مجھے اکثر محسوس ہوتا رہا ہے کہ حکومت اور رعایا کے ایک طبقہ کے مابین تعلقات خوشگوار نہیں ہیں اور بدگمانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ میری دلی تمنا ہے کہ یہم باہمی بے اعتمادی و کشمکش رفع ہو جائے اور حکام و محکوم دونوں یک دل ہو کر اس اسلامی ریاست کو بام ترقی پر پہونچائیں جس تیز رفتاری سے فی الحال رامپور ترقی کر رہا ہے اوس میں رعایا کی طرف سے تائید ہونا چاہیے اور حکومت کو رعایا پر بھروسہ ہو۔ ہر دوسرے تیسرے سال جو بد مزگی و بھینپی پیدا ہو جاتی ہے اوس کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ رام پور کو اگر دس بارہ سال سکون کے مل جائیں تو یقیناً یہ قابلِ نمونہ ریاست ہو جائے۔

رامپور کے بڑے بوڑھوں سے، علماء و مشائخ سے، شہر کے سربِ برآورد و مقدر حضرات سے اور اربابِ حکومت سے، میں مختلف مسائل پر گفتگو کرتا رہا اور اپنے خیالات جمع کر رہا اور سوچتا تھا کہ ان کو ضبط تحریر میں لا کر کبھی شائع کر دوں گا۔ خلاف توقع یک لخت تبایخ

۹ فروری ۱۹۳۹ء موضع رٹھوندہ تحصیل ملک میں برٹش انڈیا کی سرحد کے قریب بلوہ ہوا جو بہ لحاظ نوعیت نرالا تھا۔ اس سے قبل بلوہ شہر امپور میں ہوئے تھے اور مقامی مسلمانوں تک محدود تھے۔ رٹھوندہ کے بلوہ کا تعلق مخصوص ہنود سے تھا اور وہ بھی دیہات کے معاملہ مذہبی رنگ کا تھا اور ریاستی رعایا کے علاوہ باہر کے لوگ بھی اس میں تھے۔ حالات مابعد نے ظاہر کیا کہ بعض بیرونی غیر مسلم صاحبان نے معاملات امپور میں دلچسپی شروع کی اور امپور کے ”سیاسی“ گروہ سے ساز باز کرنا چاہا۔ اپنے گھر کے اندر شکوہ و شکایت سے کوئی بڑا ہرج نہیں ہوتا مگر اس سے غیروں کے مقاصد کی تکمیل نہیں ہونی چاہیے۔ برٹش انڈیا کے بعض اہل سیاست کا جو سلوک دہی ریاستوں اور خصوصاً اسلامی ریاستوں سے ہو رہا ہے وہ تردد انگیز ہے۔ ریاست امپور کے خلاف پروپیگنڈا پیشتر ہی سے ہو رہا ہے اور اکثر اوقات غیر واقعی حالات کی نشر و اشاعت کی جاتی ہے اور بسا اوقات ایک فریق دوسرے کو مورد الزام قرار دیتا ہے۔ ان حالات نے مجھے مجبور کیا کہ امپور سے دیرینہ تعلقات رکھنے والے اور راہی اور رعایا دونوں کا ہمدرد ہونے کی حیثیت سے میں یہاں کے صحیح حالات شائع کر دوں اور جو تجاویز میرے ذہن میں ہیں عرض کروں۔ چنانچہ ماہ اپریل ۱۹۳۹ء کی ایسٹر تعطیلات

میں نے یہ مختصر تصنیف شروع کی اور جون کی قیطیل کلاں میں مکمل کر کے پریس میں دیدی طباعت کے دوران میں اگست ۱۹۳۷ء میں سب انسپکٹر جبریل سنگھ کا مسجد میں داخلہ کا واقعہ پیش آیا جس پر بیدشور و شغب ہوا۔ اس کا مفصل ذکر اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس ہنگامہ کے اثرات اکتوبر تک قائم رہے۔ اس دوران میں میں نے کتاب کا چھپنا بند رکھا اور جبکہ حالات معمولی صورت میں آگئے مسودہ میں کچھ اضافہ کر کے ان ناچیز خیالات کو شائع کرتا ہوں۔

میں نے جملہ حالات و کیفیات حتی الامکان اپنے ضمیر کے موافق اور حقیقت کے مطابق لکھے ہیں اور اسی لیے اس کا نام :-
”حقیقت رام پور“ رکھا ہے۔ حکومت رام پور اور رعایا رام پور دونوں کی فلاح و ترقی میرا مقصود دلی ہے۔ مجھے افسوس و ندامت ہے کہ باوجود میری انتہائی کوشش کے یہ چھوٹی سی کتاب ”غلط نامہ“ کی علت سے بری نہیں رہی۔

محمد اکرام عالم

{ ۱۳۸ سول لائسنس - بریلی
 ۴ نومبر ۱۹۳۹ء

بابِ اوّل

تالیفِ ہذا کے اسباب

صوبہ بجات متحدہ کی | ہندوستان میں مسلمانوں کی عظمت و شوکت کا گوارہ
 واحدِ اسلامی ریاست | وہ حصّہ ملک رہا جس میں ایک طرف صوبہ دہلی اور
 دوسری طرف صوبہ اودھ و اضلاع جون پور والہ آباد
 ہیں، یا اسی کو ذرا وسعت دیکر کل صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ اور صوبہ دہلی کہہ سکتے
 ہیں۔ مسلمانوں نے فتوحات حاصل کرنے کے بعد دہلی آگرہ الہ آباد و لکھنؤ کو
 اپنا مستقر بنایا۔ مسلمانوں کے پرچم صدیوں تک یہاں لہراتے رہے اور جب تک
 کہ اندرونی نزاعات اور اخلاقی و جسمانی کمزوریوں نے مسلمانوں کی ماہیت
 نہیں بدلی اور انہوں نے عجیب شان کے ساتھ حکومت کی۔ اسلامی تہذیب
 و تمدن کی کمال آج بھی یہی خطہ ہے۔ اور قدرت نے اس خطہ کا قلب بنالکھنؤ
 بنایا ہے۔ لیکن زمانہ یہاں تک بدل گیا کہ جس حصّہ ملک میں ہر مسلم گھر میں
 حکمرانی کی جھلک نظر آتی تھی وہاں اہل اسلام حکومت سے بیدخل ہیں

اور معمولی رعایا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سارے صوبہ میں صرف ایک ”دبسی ریا“ مسلمانوں کی ہو یعنی ریاست رام پور۔ لہذا قدرتی طور پر صوبائی متحدہ و دہلی کے مسلمان اس واحد اسلامی ریاست سے خاص وابستگی رکھتے ہیں۔

۱۵۷۷ء سے ریاست رام پور قائم ہوئی

رام پور مسلمانوں کی

جب سے مختلف طریقوں سے اسلامی تمدن

دبسی کے وجود:-

و علوم و فنون کو اس ریاست نے ترقی دی

اور اضلاع گردونواح سے تعلقات یگانگت قائم رکھ کر سب کو اپنا حلقہ بگوش بنایا۔

۱۸۵۷ء کے پاشوب زمانہ میں نواب سید یوسف علی خاں بہادر ہی کی ذات تھی جس نے دورانہی سے کام لیکر بہت سے مسلمانوں کو انگریزوں کی مخالفت سے باز رکھا۔ اور روہیل کھنڈ کے کتنے ہی معزز خاندانوں کو تباہی سے بچا لیا۔ حالانکہ اکثر آلودہ بھی ہو گئے۔ غرض ۱۸۵۷ء سے قبل لکھنؤ کی شاہی ختم ہو چکی تھی۔ اور غدر نے سلطنت دہلی کا خاتمہ کر دیا۔ اکثر اہل علم و اہل فن کس میرسی کی حالت میں تھے۔ رام پور ان حضرات کے لیے ملجا و ما داثابت ہوا اور نواب سید یوسف علی خاں بہادر نواب سید کلب علی خاں بہادر نے مسلمانانِ صوبہ متحدہ کی وہ سرپرستی فرمائی کہ قیامت تک یاد رہیگی۔ مسلمانوں کا کوئی کام ہندوستان میں ہو یا ممالکِ اسلامیہ میں رام پور کا دستِ سخاوت ہمیشہ نمایاں رہا ہے۔

جنگِ روم و روس میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ مسلمان زخمیوں کی مدد کے لیے رام پور

سے گیا۔ غدر کے بعد جامع مسجد دہلی کی مرمت کے لیے بجائے چندہ عام کیے جانے کے مبلغ ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ وربارہ رام پور نے عطا کیا۔ ایک نفیٰ زمینہ مکہ منظم میں بنانے کے لیے پچاسی ہزار روپیہ والی رامپور نے بھیجا اور اناطولیہ کے زلزلہ کے سانحہ پر پانچ ہزار روپیہ جیب خاص سے سرکار نے عطا فرمایا۔ ہندوستان کے اندر مختلف شہروں میں رامپور کی فیاضی و ہمدردی اسلامی کے بین نبوت آج موجود ہیں۔ علی گڑھ لکھنؤ۔ بریلی و مراد آباد و بدایوں دیگر مقامات کے کتنے مدرسے دربارہ رامپور کے رہن منت ہیں۔ مدرسہ قادریہ بدایوں۔ مدرسہ خمس العلوم بدایوں۔ اسلامیہ ہائی اسکول بدایوں۔ اسلامیہ تہذیب خانہ راول کھنڈ واقع بریلی و آجمن اسلامیہ بریلی و اسلامیہ ہائی اسکول بریلی و اسلامیہ گورنمنٹ اسکول بریلی مسلم ہائی اسکول مراد آباد اور کتنے ہی دیگر ادارات ضلع قرب و جوار میں ریاست رامپور سے مدد حاصل کرتے رہے۔

مثال کے طور پر چند اعداد و شمار جو میرے علم میں ہیں عرض کرتا ہوں۔
 فرنگی محل لکھنؤ کو ال۔ سالانہ کی مستقل مدد ریاست سے ملتی ہے۔ مراد آباد کے تین مدارس عربیہ کو دو ہزار سالانہ عطا ہوتا ہے۔ مراد آباد کے مسلم ہائی اسکول کو بارہ سو روپیہ سالانہ اور بریلی کالج و اسلامیہ ہائی اسکول بریلی کو لاکھ روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ واضح رہے کہ بریلی کالج کی جدید عمارت جس آرٹھی تہر ہوئی ہے وہ وسیع قطعات سے کراہم پور کے عطیہ ہیں۔ اور اسلامیہ ہائی اسکول

برلی کو عمارت و آراضی مکمل عطا فرمائی گئی ہو۔ امر وہ کہے ملائیں عربی کو ساسہ پہنچا
سالانہ دیا جاتا ہو دیگر مقامات کے مدارس کو سالانہ یا یکمشت مدد ملتی ہو جس کی
صحیح تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ ایم اے! وکالج مسلم یونیورسٹی و محمدن ایجوکیشنل انٹرنیشنل
کی ہر ہر موقع پر رہا ہو پورے مدد کی علی گڑھ میں علاوہ مختلف ادارات کے رہا ہو۔
حامد حال سرکار رہا ہو کی فیضی کی زندہ مثال موجود ہو۔ ہنر ہائی نس نواب سر
سید ضاعلی خاں بہادر کی علمی پچسی و اسلامی رہبری اس حد تک پہنچ گئی کہ علی گڑھ
چانسلری کے بعد جس پر ہنر گز الیڈ ہائی نس حضور نظام خلد اللہ ملکہ فائز ہیں سلمان ہند
کے اختیار میں جو سب سے بڑا منصب ہو سکتا ہو۔ یعنی مسلم یونیورسٹی کی پرو چانسلری۔ وہ
باتفاق رائے سرکار کی خدمت میں پیش کی گئی۔ اور سرکار نے اس کو قبول فرما کر اس امر کا
ثبوت دیا کہ آپ ہند اسلامی کی تعلیمات میں مسلمہ رہنما ہیں اور مسلمانوں کے علم الثبوت
رہبر ہنر ہائی نس سر آغا خاں کے قائم مقام ہیں۔ نواب صاحب رہا ہو کا انتخاب حضور
کی ہر دلعزیزی کی دلیل و ضح اور آپ کی سرداری قوم کا ثبوت مکمل ہو۔

غیر مسلمین سے والیان اپور کا سلوک | رہا ہو کے زیر بار کرم اور بیس سے وابستگی
رکھنے والے صرف مسلمان ہی نہیں ہیں بلکہ غیر مسلمین بھی کم مرہون منت نہیں ہیں مسلم
و غیر مسلم کا امتیاز زمانہ جدید کے جذبات سے تعلق رکھتا ہو۔ اسی لئے برٹش انڈیا میں اسکی
نشو و نما ہوئی اور ماشا اللہ دن دوئی اور رات چوگنی ترقی ہو۔ ویسی ریاستیں اس بار
ایک محفوظ تھیں لیکن وہاں بھی یہ مرض یہوئج رہا ہو۔ رہا ہو ہمیشہ سے فراخ ولی

کی عمدہ مثال پیش کرتا رہا ہے۔ جو ذیل کے چند واقعات سے عیاں ہے۔

سول لائینس بریلی میں وسیع قطعات آرٹھنی جو آج کئی لاکھ روپیہ کی مالیت ہیں، ہزباٹینس نواب سید یوسف علی خاں بہادر نے میتھوڈسٹ امریکن مشن کو عطا فرمائے تاکہ مشن اپنے لیے ضروری مکانات تعمیر کرے اور لڑکوں و لڑکیوں کی تعلیم اور یتیموں کی پرورش کا انتظام کرے اور شفا خانہ قائم کرے۔ چنانچہ دیگر ادارات کے علاوہ زمانہ مشن ہسپتال بہترین اسٹاٹ کے ساتھ خدمت خلق اشد کر رہا ہے اور اپنی نوعیت کا روٹیل کھنڈ میں بے نظیر شفا خانہ ہے۔ جہاں عیسائی، ہندو مسلمان ہر مذہب و ملت کی عورتیں، بزرگ سے بزرگ تھامراض کا علاج کراتی ہیں۔ رام پور کی یہ خیر جاریہ غیر مسلمین کے ساتھ ۸۰ سال سے قائم ہے۔

اس سلسلہ میں یہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ مشن نے قدرے معاہدہ سکینی کی یعنی حال میں اُن آراضیات میں سے کچھ حصے فروخت کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ اور ہزار ہا روپیہ قیمت وصول کر کے دوسروں کے حوالہ قطعات زمین کیے جا رہے ہیں گویا جو شے امور خیر کی انجام دہی کی غرض سے دی گئی تھی اور جو ایک طرح سے امانت (ٹرسٹ) تھی اُس کو قابل انتقال سمجھ لیا گیا۔

ہزباٹینس نواب سید حامد علی خاں بہادر جنت مکان نے بریلی کالج کی جدید عمارت کی غرض سے ایک لاکھ روپیہ سے زائد کی آرٹھنی سول لائن میں اور وہ بھی کسی دور افتادہ حصہ میں نہیں بلکہ شہر سے بالکل متصل عطا فرمائی ہو

اور کالج کی وسیع عمارات اور پرنسپل پروفیسروں کے بنگلے اور کھیل کھیلنے کے میدان و سبزہ زار سب رام پور کی بدولت موجود ہیں۔ اور ہندو عیسائی، سکھ، پارسی اور مسلمان ہر ملت کا طالب علم مستفید ہو رہا ہے۔ اسی بریلی کالج میں کتنے ہی وظیفے سرکار رام پور کی طرف سے ماہ بہ ماہ حاجت مند طلباء کو دئے جاتے ہیں۔ یہ علمی فیاضی روئیل کھنڈ کے صدر مقام میں جاری و ساری رہ کر رام پور کے نام کو روشن کر رہی ہے۔

ہزارائیں نواب سید رضا علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ اس قسم کی فیاضی میں اپنے اسلاف سے کچھ نہیں رہے۔ آپ نے ہندو یونیورسٹی بنارس کو ایک لاکھ روپیہ نقد عطا فرمایا۔ اور ایک پروفیسری انعام رام پور جیتر قائم فرمائی جس کے لئے سن ۱۹۰۶ء چھ ہزار روپیہ سالانہ ریاست سے سر زمین کاشی کو جاتا ہے۔ یہ دو ای معارف ریاست برداشت کر رہی ہے۔ ریاست کے اندر اہل ہندو کے مدارس و منادرو پاٹشالاؤں کو ریاست سے وافر مدد ملتی ہے۔

مجھے رام پور دھرم سبھا کے جلسہ میں شرکت کا موقع ملا ہے اور وہ منظر بھی کس قدر دلچسپ معلوم ہوتا تھا کہ سرکار کی ہندو رعایا محبت و وفاداری میں ڈوبی ہوئی اپنے خیالات کو نظم و نثر میں ظاہر کر رہی تھی اور سرکار کے احسانات شمار کر رہی جانتے تھے۔ رام پور میں ہندو و مسلم میں آج بھی حقیقی ہمدردی و محبت موجود ہے۔

غرض کہ دربار رام پور کی فیاضی مصنوعی قیود و تنگ نظری سے پاک ہے اور

ہر لحظہ اور ہر موقع پر ذرا پاشی کرتی ہے۔

تری مسجد میں اعظا خاص ہیں اوقاتِ حجت ہمارے میکہ میں رات دن رحمت برسی ہے

ہنرِ انیس نواب سید رضا علی خاں بہادر نے ہندو یونیورسٹی کی امداد میں سبقت فرمائی اور ہنرِ اکڑ الیڈ ہائینس حضور نظام نے وہی طریق عمل چند سال بعد ۱۳۵۷ء میں اختیار فرمایا اور ایک لاکھ روپیہ ہندو یونیورسٹی کو بخشا۔

ان والیان ملک کی فیاضی کی یہ عظیم شان مثالیں۔ مسلمانوں کے قومی وقار میں بے انتہا اضافہ کر رہی ہیں۔ اور ان کی بدولت مسلم یونیورسٹی بطور استحقاق مطالبہ کر سکتی ہے کہ ہندو ریاستیں اس کی وقتی و دائمی مدد کریں۔

رام پور سے مسلمانوں کو امن و صلح کے زمانہ میں مسلمین و غیر مسلمین کو

جو فوائد ریاست سے پہنچ رہے ہیں
خاص توقعات
نظاہر ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو کچھ خاص توقعات

بھی ہیں۔ فی الحال ہندوستان میں دورِ انقلاب ہے۔ اور مسلمانانِ ہند پر خارج میدان سے گزر رہے ہیں۔ ہندوستان سے باہر بھی عافیت سوز مواد جمع ہو رہا اور صورتِ حالات میں ہر لحظہ نزاکت پیدا ہونے کا خطرہ خدا وہ دن نہ لائے کہ ہندوستان میں سیاسی انقلاب کوئی نازک صورت اختیار کرے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو مسلمانانِ صوبہ کا مرکز کہاں ہوگا۔ سارے صوبہ میں روئیں کھنڈ ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں تقریباً ہر شہر میں مسلم آبادی زیادہ ہے۔ تعلیم یافتہ اور ذی فہم لوگ

کثرت سے ہیں اور معمول و اثر کے لحاظ سے نمایاں ہیں۔ پھر روہیل کھنڈ تقریباً وسط صوبہ میں ہے۔ فطری طور پر روہیل کھنڈ کو مرکزیت حاصل ہوگی اور روہیل کھنڈ میں جس مقام کو ایسے دور ابتلا میں خصوصی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے وہ رام پور ہے۔ حقیقی خطرہ کی حالت میں رام پور ہی سے مسلمانوں کو ہمت ہو سکتی ہے۔ ریاست کی نظم فوجیں اور پولیس۔ آلات حرب اور وسائل ریل و رسائل۔ قلعہ معلے اور مستحکم و شاندار عمارات۔ باقاعدہ دفاتر و خزانہ اور سب سے بڑھ کر رام پور کے بہادر پٹھان و سادات مسلمانان صوبجات متحدہ کی پشت و پناہ ہو سکتے ہیں۔ یہ توقعات رام پور کے علاوہ کسی مقام سے مسلمانان صوبہ کو نہیں ہو سکتیں۔

رام پور کے متعلق
مسلمانوں کا فرض

رام پور کو خود مختار مسلم ریاست قائم رکھنا اور اس کے وقار میں فرق نہ آنے دینا ہر خوددار و دوراندیش مسلمان کا فرض ہے۔ یہ سیاسی سیلاب جو ہندوستان

کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور جو مسلمانان ہند کو فدا کرنے پر آمادہ رہا ہے۔ جس میں اکثریت و اقلیت کی منطق کے سامنے مسلمانوں کی ساری عظمت و رفعت تمام تواریخی امتیازات قدیمی روایات۔ زبان و تمدن جیسی عزیز دولتیں ختم ہو رہی ہیں۔ اور اغیار تجھے ہیں کہ وہ دن دور نہیں کہ اس ملک میں مسلمانوں کو اکثریت میں مدغم ہونا پڑے۔ یا ہر جن اقوام کی مثل دوسروں کے رحم و کرم پر زندہ رہیں۔ ان حالات میں کون مسلمان ہے جو گوارا کرے کہ عوبہ متحدہ کی واحد اسلامی ریاست اسی پر و پگینڈے کی نذر

ہو جائے۔ جس نے برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو قعرِ مذلت میں ڈال دیا اور جو اغیار کی طرف سے حیدر آباد۔ بھوپال و بجاؤل پور و خیرپور وغیرہ ریاستوں میں رونما ہوتا رہتا ہے۔ ریاست حیدر آباد میں کئی برس تک آگ سلگانے کے بعد حال میں جو بخش و قابلِ نفرت طریقہ آریہ سماجیوں نے اختیار کیا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کو کافی ہے۔

ریاست کے خلاف پروپیگنڈا | کچھ عرصہ سے رام پور کے متعلق ریاست کے اندر اور یاہر پریس میں - اور

پلیٹ فارم پر بہت کچھ کہا جا رہا ہے۔ رام پور کے خلاف تحریک خود ریاست کے اندر متواتر اس قدر نمایاں نہیں رہتی جتنی کہ رام پور سے باہر بریلی - مراد آباد و دہلی میں نظر آتی ہے۔ ان مقامات پر ریاست رام پور کی ایسی جھیاٹاک تصویر کھینچی جاتی ہے کہ حکومت رام پور سے خواہ مخواہ منفرد پیدا ہو۔ اس تحریک کے خلاف ریاست کی پہلی ڈپارٹمنٹ کی تحریرات محض یک رخ ہوتی ہیں۔ اور بیرونی پبلک ان کو حکومت کی طرف ذاری پر مبنی سمجھتی ہے۔ یہ کیفیت تو عرصہ سے تھی مگر اب ہندو مہاسبھا کی عنایت خاص نے نئی قسم کا پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ رام پور کی صحیح کیفیت سے پبلک کو مطلع کیا جائے۔ رام پور میں جو خوبیاں ہیں وہ ظاہر کی جائیں۔ جو نقائص ہیں ان کو پردہ میں نہ رکھا جائے۔ اور حقیقی و ضروری اصلاحات کی طرف حکومت متوجہ کیا جائے۔

رام پور سے میری تعلقات
اور ذرائع و قفیت

رام پور سے میرے تعلقات دیرینہ ہیں۔
وکالت سے قبل اپنی عملی زندگی کا ایک
بہترین حصہ میں نے رام پور کی گذر کیا ہو

سات سال تک میں نے اپنا وقت رام پور کی تعلیمی خدمت میں صرف کیا۔ اور
کثیر التعداد رام پوری صاحبان میرے شاگرد موجود ہیں۔ جن کے اور میرے مابین
خلوص و محبت کے تعلقات قائم ہیں۔ رام پور کے اکثر خاندانوں سے میری مراسم
عزیزانہ ہیں۔ پھر بریلی میں ایڈوکیٹ ہونے کی حیثیت سے میری آمد و رفت رام پور
میں ہر سالہ وکالت ہمت رہتی ہے اس بنا پر مجھے ذاتی و عینی قفیت یہاں کے
حالات سے ہے۔ ریاست کے متعلق میری جو آزاد رائے قائم ہوئی اُس کو قلمبند
کرنا میں نے مناسب سمجھا جس میں بعض باتیں حکومت کو ناگوار ہوں گی اور بعض رعایا
کو اچھی نہیں معلوم ہوں گی۔

فوری اشاعت
کا محرک واقعہ

مجھ جیسا مصروف آدمی جو صبح سے رات کے گیارہ
بجے تک اپنے کار منصبی میں اس حد تک تنہمک
رہے کہ اپنی زمینداری اور ذاتی کاموں کو بھی

نزدیکہ سکے اُس کو اتنا وقت ملنا محال تھا کہ اپنے خیالات پریشان کو یکجائی کر کے
کتاب کی صورت میں پہلک میں پیش کرے مگر موضع رٹھوندہ تحصیل ملتان
رام پور کے واقعہ نے ہیجان پیدا کر دیا اور میری طبیعت نے تقاضا کیا کہ رام پور

۱۳
کی حقیقی حالت کا انکشاف اپنی وقفیت کے بموجب کروں اور رامپوری مسلمانوں کو غلصانہ مشورہ دوں اور اُن سے کچھ استدعا کروں۔

رٹھوندہ میں پھاگن کے مہینہ میں اہل ہندو کا ایک میلہ ہوا کرتا ہے جس کے مصارف ریاست برداشت کیا کرتی ہے اور بڑے امن و اطمینان کے ساتھ میلہ کے سب کام ہو جایا کرتے تھے۔ اس سال کچھ عرصہ سے خبریں گشت کر رہی تھیں کہ کانگریس والوں کے ایک خاص عنصر نے تحصیل ملک کے علاقہ میں اثر جما شروع کیا ہے لیکن ریاست کی ہندو رعایا کو حکومت رام پور سے کوئی وجہ شکایت ہو نہیں سکتی تھی لہذا کوئی خاص توجہ ان افواہوں پر نہیں کی گئی۔ میلہ میں ایک سخت شہرت ہو گئی کہ مسلمانوں نے گائے ذبح کی ہے۔ پھر تو ہندوؤں کی وحشت اور غیض و غضب کی کوئی حد نہ تھی۔ مسلمان دوکان داروں پر حملے کے گو کانگریس کا جھنڈا اٹھایا گیا اور تحصیل و تھانہ کے واسطے جو خس پوشش مکانات قائم کئے گئے تھے ان کو خاکستر کر دیا گیا۔ اور ان سب حرکات میں زیادہ تر بیرونی لوگوں کا ہاتھ تھا۔ حکومت رامپور نے حالات پر فوراً قابو حاصل کر لیا۔ اور چند گرفتاریاں عمل میں آئیں اور غالباً مجرمین اپنی سزا کو پہنچینگے۔ رام پور کے ذمہ دار اہل الرائے اہل ہندو ان شورش کرنے والوں سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے اور اس حرکت کو برا سمجھ رہے ہیں۔ اور مسلمانانِ رام پور کی حمیت و غیرت قدرتناً جوش میں آرہی ہے۔ یوں تو یہ واقعہ بجائے خود زیادہ تشویشناک نہیں ہے

لیکن خطرہ اس بات کا ہوتا ہے کہ ریاست رام پور میں ایک نئی قسم کی شورش کی ابتداء ہو جائے گی۔ اور مخالفین ریاست بعض بھولے بھالے رامپوریوں کو اپنی ابلہ فریبی کے جال میں پھانسیں گے۔ یہ وقت ہے کہ اہل رامپور کو اپنے حالات اور ریاست سے اپنے تعلقات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے تاکہ اپنے دوست نادشمنوں سے گیزہ کریں۔ جن نامہربانوں نے ڈیڑھ ہزار میں کی دوری کے باوجود حیدر آباد کو نہیں بخشا وہ رامپور کو کب فروگذاشت کر سکتے ہیں لیکن حیدر آبادیوں نے ان اغیار کی دخل اندازی کا جواب کس عمدگی سے دیا ہے کہ اگر سرکار نظام ان کے استیصال میں کچھ تاخیر بھی فرمائینگے تو ہم معاملات کو اپنے ہاتھ میں لیکر اور سرکاری تاخوشنودی تک گوارا کر کے ان شریروں کو شکست دیں گے۔ خدا کرے کہ اہل رامپور بھی اس معاملہ میں اہل حیدر آباد کی تقلید کریں اور کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ دیں گے

فریاد دوستاناں ہمہ از دست دشمن است فریاد سعدی از دل نامہربان دوست

مقدمات رہنڈہ | کا انجام

بہت سے لوگوں کی شناخت کی کارروائی عرصہ تک ہوتی رہی اور تقریباً جملہ مجسٹریٹس کسی نہ کسی طریقہ سے اس کارروائی میں لے لیے گئے۔ مجبوراً ایک خاص عدالت آرنیبل مسٹر جسٹس محین الدین کی اس مقدمہ کی سماعت کیواسطے قرار دی گئی۔ ملزمان کی پیروی میں بی سی ایڈوکیٹ طے تھے، اور عرصہ تک مقدمہ کی سماعت ہوتی رہی تین ٹہن بڑی کیے گئے اور ایک شخص سوم ناٹھ پر ایک آنہ جرمانہ اور تباہی خواست عدالت منرائی قید کا حکم ہوا۔ اور قبیہ ملزمان کی مختلف میاؤں کی منرائی قید سخت و جرمانہ اور بحالت عدم ادائے جرمانہ منرائی قید محض کا حکم ہوا۔ اور ایک شخص کو صرف قید محض اسکا اپیل ہائی کورٹ بیج کے سامنے ہوا اور رائے عدالت ابتدائی بحال رکھی گئی۔ حکم اپیل کے خلاف منجانب ملزمان اپلی اجلاس ہمایوں میں دائر ہوا اور آرنیبل مسٹر ہو ری لال درماسٹیٹ ایڈوکیٹ نے منجانب سرکار نگرانی کی ان مقدمات کا فیصلہ نہر ہائی نس نواب صاحب بہادر نے ہر نومبر ۱۹۴۳ء کو صادر فرمایا جسکی قلمی نقل ۳۲ صفحے کی ہیں نے پڑھی ہو۔ جو شخص اس تجویز کو نظر انصاف دیکھیگا وہ اعتراف کرے گا کہ مجوز نے جملہ واقعات پر انتہائی غور و غوض فرمایا نہایت قانونی قابلیت اور عدل گستری سے کام لیا ہو۔ اور اس سلسلہ میں عدالتِ عالیہ ہائیکورٹ و نیز عدالتِ اسے ماتحت کی انجام دہی فرامیض پر بھی تبصرہ فرمایا ہو۔ قانونی نجات

بڑی خوبی سے حل فرمایا ہے۔ اور ایک ہمدرد منظم حکمران کو جس صورت سے معاملات پر توجہ کرنی چاہیے کی ہے۔ فیصلہ حقیقتاً اس قابل ہو کہ حکام ماتحت و متور العمل میں اکثر موقعوں پر اس کو پیش نظر رکھیں میں سرکار کی نیک نیتی اور انصاف پسندی میں ہمیشہ معزز رہا کرتا ہوں لیکن فیصلہ برحاطت سے قابل غور نہ تھی وہ ہے میٹر آصف علی بیرسر ڈپٹی نے منجانب ہندو بلوائیوں کے پیروی کی تھی اور میٹر ہوری لال و رام اٹیٹ ایڈوکیٹ فی منجانب سرکار کے وکالت کی سرکار نے صرف ایک منڈھی لال منزم کو بری فرمایا اور بقیہ ملزمان کی سزائیں قائم رکھیں البتہ جو قانونی غلطیاں حجان بانی کو رٹ سے ہو گئی تھیں انکی اصلاح فرمادی۔ کچھ عرصہ بعد سالگرہ سرکاری کے موقع پر جبکہ بہت سے قیدی چھوڑے جایا کرتے ہیں رہوٹندہ کے قیدی رہا فرما دیئے گئے۔ اس طرح پر اس بلوہ اور بے حسینی کا خاتمہ ہو گیا۔ بلوہ رہوٹندہ سے حکومت رام پور کو کچھ سبق حاصل کرنا چاہیے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس ہنگامہ میں بیرونی آدمیوں کا ہاتھ زیادہ تھا۔ بلوہ کے دو ڈھائی ماہ قبل سے اس نواح میں برٹش انڈیا سے بعض مہنڈ خنیہ اور علانیہ جاتے رہتے تھے اور تنظیمی کارروائیاں کرتے رہتے تھے غالباً جنوری ۱۹۳۹ء کے آغاز میں مجھے کچھ اطلاعات ملی تھیں جو اندیشہ ناک تھیں وہ میں نے ذمہ داران خاص تک پہنچا دی تھیں۔ مگر اس وقت ان باتوں کو قابل اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ بہر حال رہوٹندہ کے واقعہ نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں اور آئندہ حالات شدید توجہ کے محتاج ہیں۔

باب دوم

رام پور کے تاریخی حالات

رام پور کے متعلق عیج اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہو کہ اُس کی ابتدائی تاریخ بیان کی جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ آغاز ریاست کس طرح ہوا۔ اُس کا قیام کس طرح رہا اور نظام حکومت کیا ہونا چاہیے۔ ان سب باتوں سے حقوق طلبی کے جائزہ میں بھی مدد ملے گی۔ میں نے رام پور کی چند تواریخ دیکھیں۔ لیکن جس قدر مواد ایک جاتی ”اخبار الصنادید“ میں پایا تو تنہا کہیں نہیں ہو۔ اور چونکہ اُس کے مؤلف ایک رام پوری افغان ہیں اور کتاب بھی مقابلۂ حال کی طبع شدہ ہے اور اُس میں دیگر تواریخ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ لہذا اس ضمن میں کتاب مذکور کے اقتباسات پر زیادہ تر انحصار کروں گا۔ ذیل میں ”اخبار الصنادید“ جلد اول و دوم مصنفہ مولوی حکیم نجم الغنی خاں صاحب المتخلص بہ نجی رام پوری مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۷ء کے انتخابات بحوالہ صفحہ و جلد ہیں۔

۱۶
روہیلوں کے ورود کے متعلق نجی صاحب
جلد اول کے صفحہ ۵۸ و ۵۹ سے شروع فرما کر
اس طرح رقمطراز ہیں:-

روہیلوں کی آمد روہیل کھنڈ میں

”شہنشاہ عالمگیر اورنگ نے سن ۱۶۷۷ء میں وفات پائی۔ بعد
از اس سلطنت مغلیہ میں اغملاں پیدا ہوا اور مختلف طاقتیں اقطاع ملک میں
منو دار ہونے لگیں۔ اورنگ زیب کی حیات میں ایک صاحب افغانی نسل
شاہ عالم خاں بہ سلسلہ ملازمت کہٹیر (یعنی روہیل کھنڈ) میں آئے ہوئے تھے
یہہ حافظ رحمت خاں صاحب کے والد تھے۔ یہہ ملک اُن کو موافق نہیں ہوا
اور وہ واپس چلے گئے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو جس کا نام داؤد خاں تھا۔
متبنے کر لیا تھا۔ سن ۱۶۷۷ء میں داؤد خاں ہندوستان میں آئے۔ اُس وقت
مقصود ملازمت تھی۔ مگر جب نوکری نہیں ملی تو شاہ عالم خاں کے دادا شہاب الدین
خاں سے گھوڑوں کی تجارت کے حیلہ سے ایک ہزار روپیہ منگائے۔ اُن کو اجازت
دی گئی تھی کہ دو سو روپیہ سے اپنا کام چلائیں اور بقیہ کی گھوڑیاں خرید کر
بھیج دیں۔ داؤد خاں نے ہر دو ار کے حیلہ سے سات سو روپیہ کی گھوڑیاں
خرید لیں۔ دو گھوڑیاں شہاب الدین خاں کے پاس بھیج دیں اور باقی اپنے
پاس رکھ لیں اور چند روہیلوں کو جو پیادہ پانی کی مصیبت میں گرفتار تھے اپنا
شریک کار بنا کر گھوڑیاں اُن کے حوالہ کیں۔ اسی زمانہ میں ایک ہندو لنگا کے

نہان کے لئے ہردوار آیا ہوا تھا۔ رتھ اس کی سواری میں تھا اور چپنہ
 سہا ہی بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ اُس کے کانوں میں مردارید کی بالیاں اور
 گردن میں طلائی طوق تھا۔ بازو پر طلائی بازو بند تھے۔ جس دن بہر روہیلے
 ہردوار سے روانہ ہوئے وہ ہندو بھی بریلی کی طرف جو اس کا وطن تھا چلا۔
 تیسری منزل پر ایک جنگل میں جہاں بانسی کثرت سے تھی پہنچے۔ اُس وقت
 اوس ہندو کے ہمراہی اسباب کے چھکڑوں کے ساتھ چھپے رہ گئے تھے۔ رتھ
 کے ساتھ صرف چھ سات آدمی تھے۔ داود خاں نے اُن سب کو گھیر کر تہ تیغ کر ڈالا
 اور تمام زیور اُس کا اُتار لیا۔ ایک چٹاری اُس کے پاس رتھ میں رکھی ہوئی تھی
 جس میں نوے اشتریاں ایک تھیلی کے اندر موجود تھیں وہ بھی لے لیں۔ اوس کے
 تمام کپڑے بھی اُتار لیے اور رتھ کے پہلے لیے اور جنگل میں گھس گئے۔“
 (۷۶ و ۷۷) اوس روز سے ان لوگوں کی سونت اوسی نواح میں رہی۔
 اور ایک کچی گڑھی اپنے رہنے کے لیے اُس جنگل میں بنالی جس کا نام
 ”بن گڑھ“ رکھا۔ بن گڑھ اب بشکل موضع غلع بدایوں میں ہے۔

داود خاں روہیلہ کی طاقت کا آغاز اور روہیل کھنڈ کی بنا

مولوی نجم الغنی خاں صاحب نے
 صفحہ ۶۴ جلد اول میں ایک عنوان
 ان الفاظ کے ساتھ قائم کیا ہے۔

”داود خاں کا کھیر میں ناخت و تاراج شروع کرنا اور مال کے بے بند گان

خدا کے کپڑوں میں ہاتھ گھسولنا، اور داؤد خاں کی کارگزاریوں کی تفصیل یوں بیان کی ہے:- رفتہ رفتہ داؤد خاں کا نام ایسا چمکا کہ گرد و نوح کے زمیندار راجے اون سے مدد کے خواہاں ہونے لگے۔ ہم وطنوں سے بھی بہہ حالات پوشیدہ نہ رہے اور روہیلوں کی آمد بکثرت ہوئی۔ یہاں تک کہ ملک کٹھہر روہیل کنڈ بن گیا۔

نواب سید علی محمد خاں بہادر | داؤد خاں کا اثر و اقتدار
یوماً فیوماً ترقی کرتا جا رہا تھا

مگر دولت اولاد سے محرومی اون کے لیے سخت مصیبت تھی۔ ایک دفعہ ایک سخت جنگ پیش آئی جس میں داؤد خاں اور اُن کے ساتھیوں کو کامیابی ہوئی اور علاؤ مال و اسباب و مویشی کے کچھ انسان بھی فاتحین کے ہاتھ آئے۔ اُن میں ایک بونہا وکیل و جہیم صاحبزادے بھی تھے۔ آج کل امریکہ جیسے مہذب ممالک تک میں یہ بونہا پھیلی ہوئی ہے اور ہندوستان کے مختلف مقامات خصوصاً سرحد پر یہ طریقہ ہمیشہ سے جاری ہے کہ کسی شخص کو گرفتار کر لیا اور ایک رقم پیش بہا کا مطالبہ بطور معاذ رہائی طلب کیا۔ نہ معلوم کہ اسی طریقہ پر یا کس طرح یہ صاحبزادہ جو سپر زادہ تھے داؤد خاں کے قبضہ میں آ گئے۔ اُن کی اقبال مندی کا داؤد خاں پر یہ اثر ہوا کہ بطور فرزند کے اُن کو پرورش کرنے لگے۔ ان صاحبزادہ کی پیدائش ۱۱۱۵ھ کی کہی جاتی ہے۔ داؤد خاں نے مختلف رئیسوں اور زمینداروں، راجاؤں و نوابوں

یہاں نوکری کی اور آخر کار ضلع بریلی میں قصبہ شاہی اور ضلع بدایوں میں پرگنہ ستاسی (جو مشتمل بر ستاسی دیہات ہے) اُن کو حاصل ہوئے۔

داؤد خاں نے راجہ کمایوں کے یہاں نوکری کر لی مگر راجہ کو ایک جنگ میں اُن کی نسبت غداری کا شبہ ہوا لہذا اُس نے داؤد خاں کا کام تمام کر لیا۔ ۱۳۱۵ھ میں داؤد خاں کی وفات کے بعد وہی صاحبزادہ جن کو داؤد خاں نے بطور فرزند کے پرورش کیا تھا اُن کی املاک کے ٹانکہ قرار پائے۔ تہو رو شجاعت و اقبال مندی اُن میں پیشتر سے موجود تھی اور داؤد خاں کی تربیت سے فن سپہگری میں مشق حاصل ہو گئی ان صاحبزادہ کا نام سید محمد علی عرف سید علی محمد خاں تھا۔ والد کا نام سید دلاور علی اور دادا کا نام سید یعقوب علی تھا اور حضرت زید شہید ابن حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے تھے۔ اخبار الصنادید جلد اول میں صفحہ ۷۹ لغایت ۹۴ میں پوری تفصیل موجود ہے۔

تیر اندازی اُس زمانہ کا خاص علم تھا۔ اُس کی تعلیم نواب سید علی محمد خاں صاحبِ بدایوں میں ایک باکمال سے حاصل ہوئی تھی، لہذا داؤد خاں کی جانشینی ملتے ہی اس اقبال مند سید زادہ نے روہیلوں پر حکومت کرنا شروع کر دی اور ابتداءً قصبہ بسولی ضلع بدایوں اپنا مسکن قرار دیا۔ علاوہ اپنی املاک کا انتظام کرنے کے نواب سید علی محمد خاں صاحب

دیگر والیان ملک کو مدد دیتے رہتے تھے۔ نواب سید علی محمد خاں صاحب کی
دربارہ کارروائیوں نے آپ کی ساکھ تمام کہیں میں قائم کر دی اور آپ کو شہنشاہ
ہند کے وزیر اعظم سے بھی تعارف حاصل ہو گیا۔ چنانچہ نواب صاحب نے ایک
دانشور و ذی شعور آدمی کو اپنا وکیل بنا کر وزیر کے دربار میں بھیجا۔ اُس کی
کوشش سے نواب صاحب کو بہت سا علاقہ بطور اجارہ حاصل ہو گیا اور رفتہ
رفتہ سید علی محمد خاں صاحب ایک مستقل خود مختار رئیس ہو گئے اور
نواب وزیر کے خطوط میں رفعت و عوالی پناہ کے الفاظ سے مخاطب کئے گئے (۱۱۱)

”نواب سید علی محمد خاں بہادر نے چار پانچ سو سپاہیوں کی جمعیت
کے ساتھ آغاز کیا تھا۔ لیکن اُن کو اس قدر عروج ہوا کہ پہاڑی علاقہ بھی کچھ فتح
کر لیا اور علاقہ مراد آباد۔ سنبھل۔ بریلی۔ پیلی بھیت۔ بدایوں۔ آنولہ میں بہت
سلطنت اُن کے قبضہ میں آگیا اور تیس چالیس ہزار افغان وروہیلے اُن کی سپاہ
میں جمع ہو گئے اور محمد سعادت اللہ بدایونی کو تمام ریاست و ملک افواج
کا بخشی عام مقرر فرمایا اور خطاب بخشی الممالک محمد سعادت اللہ خاں بہادر کا دیا
(۱۱۲)۔ اس وقت آنولہ دارالریاست تھا۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی کو نواب
سید علی محمد خاں بہادر سے ناراضگی پیدا ہو گئی چنانچہ بادشاہ خود گنگا
عبور کر کے پرگنہ گنور آ پہونچے۔ اُس وقت نواب سید علی محمد خاں نے آنولہ
چھوڑ کر بن گڑھ یوسف نگر میں پناہ لی، یہ قلعہ پرگنہ پارایوں میں تھا (۱۱۳)۔

نواب سید علی محمد خاں کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا یعنی روہیل کھنڈ کے تمام علما و فضلا نے فتویٰ دے دیا کہ جو کوئی بادشاہ سے مقابلہ کرے اُس کو دین و دنیا دونوں میں خسارہ اور بدنامی ہے۔ اس بات کے مشہور ہونے سے نواب کے تمام ہندوستانی نوکر اور ^{بہیمانہ} بعض ^{بہیمانہ} بھی ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ (۱۵۳)

۱۵۳ھ میں نواب علی محمد خاں بہادر نے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اور جن جن لوگوں کی جاگیریں نواب نے لے لی تھیں۔ واپس دے دی گئیں۔ (۱۶۳ و ۱۶۵)

نواب سید علی محمد خاں روہیل کھنڈ سے بیدخل ہو کر دہلی پہنچ گئے اور روہیلوں کو اُن تک رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ آخر کار نواب سید علی محمد خاں سرہند کی چکھ داری پر مامور کیے گئے۔ اور اُن کے دو صاحبزادے سید محمد فیض اللہ خاں اور سید محمد عبداللہ خاں بطور ضمانت دہلی لے گئے۔ (۱۶۷)

۱۶۷ھ مطابق ۱۷۷۷ء میں جب احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر چڑھائی کی تو محمد شاہ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا نواب سید علی محمد خاں احمد شاہ سے موافقت کر لیں لہذا اُن کو روہیل کھنڈ واپس بھیجا۔ اُن کے پسران۔ سید عبداللہ خاں و سید فیض اللہ خاں کو سرہند بھیج دیا۔ ۱۷۷۷ء۔ روہیل کھنڈ

نواب سید علی محمد خاں نے پھر مطیع کر لیا۔ (۱۷۵)

بدایوں پر بھی نواب سید علی محمد خاں نے قبضہ کر لیا۔ (۱۷۶)۔

۱۷۴۸ء میں محمد شاہ بادشاہ ہندوستان فوت ہوئے اور اُن کے بیٹے احمد شاہ جانشین ہوئے (بعد ازاں ایک جنگ میں) احمد شاہ درانی شکست ہوئی مگر وہ اپنے ہمراہ سید عبداللہ خاں و سید فیض اللہ خاں کو قندھار لے گیا۔ (۱۷۴۹)۔

دہلی اور سندھ سے مکرر روہیل کھنڈ آنے کے بعد نواب سید علی محمد خاں نے حافظ رحمت خاں سے بہت مدد پائی۔ حافظ صاحب نواب صاحب کی طرف سے مہمات پر جاتے تھے۔ (۱۷۴۳-۱۷۴۴) صغیر جنگ وزیر سلطنت احمد شاہ ابن محمد شاہ بادشاہ دہلی ہوئے۔ انھوں نے حکومت روہیل کھنڈ کی منظوری کا حکم بنام نواب سید علی محمد خاں جاری کر دیا (۱۷۴۵) اور نواب صاحب موصوف کی ریاست حکومت ہند نے تسلیم کر لی۔

نواب سید علی محمد خاں کو اپنے ملک روہیل کھنڈ پر مکرر قبضہ کی وفات اور واقعات مابعد کے ہوئے ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ مرض استسقا میں مبتلا ہو گئے۔ اُن کے دو بیٹے سید عبداللہ خاں

وسید فیض اللہ خاں قندھار میں تھے۔ انھوں نے اپنے تیسرے بیٹے سید

سعد اللہ خاں کو جن کا سن تقریباً دس سال کا تھا اپنا قائم مقام بنایا۔ حافظ

رحمت خاں کو تمام ملک کا نگران اور سید سعد اللہ خاں کو مدارالطہام بنایا

اور دوندے خاں (برادر عمراد حافظ رحمت خاں) کو تمام فوج کا کمانڈر مقرر

مقرر کیا اور دیگر افسران کو مشیر قرار دیکر فرمایا کہ سید عبداللہ خاں وسید فیض اللہ

خاں کی واپسی تک سید سعد اللہ خاں حکمران رہیں۔ تمام افسروں سے ایمان داری

اور نمک حلائی کا حلف لیا۔ اور اسی طرح ہر سپاہی سے بھی (۱۸۷۱-۱۸۷۲ء)

۱۸۷۱ء مطابق ۱۲۹۱ھ عیسویں نواب سید علی محمد خاں کا آؤلہ میں انتقال ہوا۔

وہیں منقرہ موجود ہے۔ چوالیس سال کی عمر پائی۔ ۴۲ سال کی عمر سے ملک گیری

میں مصروف ہوئے اور تین سال تک سرداری کی (۱۸۶۹ء)۔ اسی سال نواب

قائم خاں بنگش والی فرخ آباد نے فوج کشی کی اور موضع دنوری رسول پور

پر (جو بدایوں سے چار میل کے فاصلہ پر ہے) نواب سید سعد اللہ خاں کی

فوج سے جنگ ہوئی جس میں نواب قائم خاں مارے گئے اور نواب سید

سعد اللہ خاں کی حکومت میں بدایوں اور بہت سہوان، اوجھیاٹی، اسلام

جلال آباد وغیرہ آگئے (۱۸۶۹-۱۸۷۱ء) اس جنگ سے نواب سید سعد اللہ خاں

کی شہرت تمام ہندوستان میں دور دور پہنچ گئی اور ان کے داماد سے

سارا ہندوستان گونج اٹھا، چنانچہ حافظ الملک نے پبلی بھیت کے شرق

۲۲
 میں ترانی کے ملک پر تسلط کرنا شروع کیا اور شیخ بکیر کو پرگنت سہنا و کھیرا گٹھ
 وغیرہ پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا۔ شیخ بکیر وہاں کی فتح سے نایب ہو کر بجولیا، وراپو
 سنگھیا کی فتح کو روانہ ہوئے اور ان سب کو فتح کر کے ملہواڑہ و لچھائی کو بھی فتح
 کر لیا۔ (۲۱۵-۲۲۰)۔

نواب سید علی محمد خاں کے انتقال کے تین سال بعد سید عبداللہ خاں
 و سید فیض اللہ خاں قندھار سے روہیل کھنڈ آ گئے۔ (۲۷۷)

موجودہ ریاست رام پور کی
 ابتدا بریلی و شاہ آباد میں
 نواب سید علی محمد خاں کے بیٹوں
 میں ناجاتی ہوئی اور ان کی ریاست
 اس طرح پر تقسیم کی گئی۔ تقسیم ۱۷۵۲ء

میں عمل میں آئی :- ۲۷۴

نواب سید علی محمد خاں بہادر

سید عبداللہ خاں	سید فیض اللہ خاں	سید عبداللہ خاں	دو یا تین دیگر پسران
(اوجھیاں سہوان وغیرہ)	(رام پور و شاہ آباد وغیرہ)	(ان تمام بھائیوں کو چند غیر معروف	پر گئے دیئے گئے

اس تقسیم کے رو سے ۱۷۵۷ء میں ریاست رام پور کی بنیاد پڑی اور نواب سید

فیض اللہ خاں بہادر پہلے حکمران ہوئے۔

”اس تقسیم کے بعد حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں وغیرہ فی نواب سید سعد اللہ خاں کو بوجہ عنفوان شباب کھیل کود اور مرغ بازی و کبوتر بازی میں چھوڑ کر باقی ملک کی چورت کی کہ اہرات وغیرہ سردار خاں بخشی فینج کے سپرد کیا۔ بہت اور باریوں اور آؤلہ فتح خاں خاں سامان کو ملا۔ مراد آباد، بجنور، سنہیل، امر وہہ، کاشی پور، ٹھاکر دوارہ، حافظ رحمت خاں کے چچا نا دجانی دوندے خاں کے قبضہ میں دیا گیا۔ اور راجپورہ (راجپورہ) سرد پور، اسلام نگر، بسولی، دستا سی ضلع بدایوں بھی دوندے خاں کو تفویض کیے گئے۔ اور سلیم پور پرگنہ اس ضلع میں سے حافظ رحمت خاں نے اپنی ذات خاص کے واسطے رکھا۔ سردار خاں بخشی کو کوٹ بھی ملا تھا ضلع بریلی تمام و کمال و ضلع شاہجہانپور اور دیگر ضلع میں تھوڑے تھوڑے حصے حافظ رحمت خاں کے تصرف میں آئے۔ آؤلہ کے متعلق اختلاف ہے بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ نواب سید سعد اللہ خاں کے پاس راجھن کہتے ہیں کہ سردار خاں بخشی کے حوالہ ہوا، واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ برائے نام نواب سید سعد اللہ خاں کے ہتھ میں آیا اور حقیقتاً سردار خاں کے قبضہ میں رہا۔ سرداران اپنے ولی نعمت کے حق سے شیشم پوشی کر کے تین صاحبزادوں کو اس طرح بے نصیب چھوڑ کر تمام ملک پر آقا قبض ہو گئے۔“ (۲۸۶ و ۲۸۵)

ان صاحبان کے وارث حکومت حسب ذیل قائم ہوئے :-

(۱) دونوں سے خاں قلعہ بسولی (۲) سردار خاں قلعہ آنولہ (۳) نواب سید عبداللہ خاں اوجھیا فی (۴) فتح خاں قلعہ اوسہت (۵) حافظ رحمت خاں قلعہ بریلی و نیز پٹلی بھیت (۶) نواب سید فیض اللہ خاں ابتدا بریلی بعد از ان شاہ آباد۔
 ابتداً نواب سید فیض اللہ خاں نے اپنے بہنوں کے لیے بریلی میں قلعہ کے پاس دروازہ کے برابر عمارت تیار کر رکھی مگر حافظ رحمت خاں کے بیٹوں کی حرکات نے ملول کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک روز نواب سید فیض اللہ خاں کے دروازہ پر حسب معمول نوبت بچ رہی تھی عنایت خاں بن حافظ رحمت خاں کی سواری اُدھر سے گئی، عنایت خاں نے سواری روک کر کہا کہ یہاں نوبت بچنے کی کیا وجہ ہے۔ ”وہ پادشاہ در اقلیمہ نہ گنجد“ نوبت بند کر کے فٹاروں کو بھڑوڑا لا (۷۸)
 مولوی نجم الغنی صاحب فرماتے ہیں کہ نواب سید فیض اللہ خاں بریلی کی نوبت ترک کر کے شاہ آباد چلے گئے۔ دیکھو خدا کی قدرت یہ سب ملک و مال نواب سید علی محمد خاں کا ہے ان کے فرزند اُس کے مسخ تھے اور فرزندوں میں نواب سید فیض اللہ خاں سب سے مثل آدمی موجود تھا جس کا مماثل انڈیا میں آج تک ملنا دشوار ہے۔ مگر وہی لوگ جو نواب مرحوم کی رکاب میں رہ کر افلاس کے گڑھے سے نکل کر عزت کے زینہ پر چڑھے تھے۔ کیا کیا گل کھلانے لگے۔ مگر زمانے نے سب کی کارگاہیں مٹا کر چھوڑیں اور نواب سید فیض اللہ خاں کی بارگاہ

اب تک بھی نہایت شان و شوکت سے موجود ہے۔ یہ نیت کا اور حسن اعمال کا
 نتیجہ ہے“ (۲۸۸-۲۸۹)

سردارانِ رسول کھنڈ
 کی کارگزاریاں!

نواب شجاع الدولہ جانشینِ نواب صفدر جنگ
 نے نواب سید سعد اللہ خاں سے دوستی
 اور دستا بندی کی خواہش کی۔ جس کی

بابت اخبار الصنادید میں اس طرح لکھا ہے:

”نواب شجاع الدولہ نے اپنی دستارِ سر بستہ نواب سید سعد اللہ خاں کو
 بھجوائی اور اُن کی دستارِ سر بستہ آپ منگوائی۔ تمام ہندوستان میں یہ بات
 مشہور ہو گئی کہ یہ دونوں رئیس باہم دستار بدل بھجائی ہیں اور ایک دوسرے کے
 حال میں شریک ہیں“ (۲۹۵)۔ اسی مضمون کو تاریخ ”فرح بخش“ میں بیان
 کیا گیا ہے۔

”جب ۱۲۵۷ء میں نواب میر جعفر علی خاں کو انگریزوں نے مرشد آباد میں
 مسدور یا سست پر بٹھایا تو انھوں نے بہت سے تحفے جن میں ہاتھی اور ابلق ٹانگن
 اور سفید کپڑے اور ناگ کیسر کا عطر اور ڈھالیں اور فرنگستان کی بہت عمدہ چیزیں
 تھیں۔ نواب سید سعد اللہ خاں کے پاس میر علی خاں کی معرفت روانہ کئے اور بڑی
 محبت و اشتیاق کے پیام بھیج کر دوستی کی استدعا کی۔ یہاں سے بھی اسپانِ عربی
 عراقی و ایرانی و تازی و پنجابی و پشیمینہ کشمیر و پیش قبض اور ولایتی چھوٹے وغیرہ

تخاؤں بھیجے۔ نواب سید جعفر علی خاں ان تحفوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔
 ناگرنی اور بے پور وغیرہ کچھ گاؤں عظیم آباد کے علاقہ میں بادشاہ ہند نے نواب
 سید سعد اللہ خاں کو بلا فرحمت چھوڑ دیئے۔ (۳۰۳)۔ "۱۶۰" اعرین انگریزوں
 نے میر جعفر علی خاں کو معزول کر کے ان کے داماد میر قاسم کو صوبجات اڑیسہ اور
 بنگالہ اور عظیم آباد کی ریاست پر مرشد آباد میں مسد نشین کیا تو انہوں نے
 بھی نواب سید سعد اللہ خاں کے ساتھ دوستی کی راہ و رسم جاری رکھی اور ہاتھی
 وغیرہ تحفے نواب موعوف کی خدمت میں بھیجے۔ (۳۰۳)

"۱۶۱" میں سندھیانہ مٹے دکن سے بالائی ہند میں آئے اور انہوں نے
 یہ چاہا کہ تمام ہندوستان کو مسخر کر لیں۔ ۱۶۱ھ میں بننا کو عبور کر کے نجیب الدولہ
 پر چڑھائی کی۔ نواب سید سعد اللہ خاں، نواب سید فیض اللہ خاں، حافظ رحمت
 دوندے خاں وغیرہ، نجیب الدولہ کی مدد کے لئے روانہ ہوئے اور نواب
 سید سعد اللہ خاں نے میر غلام رسول کو شجاع الدولہ کے پاس بھیجا کہ وہ بھی مدد
 کریں۔ (۳۰۳) اس سے پہلے "شجاع الدولہ نے دانائی کر کے نواب سید
 سعد اللہ خاں سے گڑی بدل کر حافظ رحمت خاں اور دوندے خاں اور نجیب
 سردار خاں اور فتح خاں خاں ماں کو متفق کر کے دشمن کے شر سے نجات پائی
 تھی ہند اشجاع الدولہ اوائل ۱۶۱ھ میں تیس ہزار سوار کے ساتھ بڑی بڑی
 منزلیں طے کر کے نواب سید سعد اللہ خاں کی مدد کو پہنچ گئے۔ (۳۰۳)۔

”مہبوں نے شجاع الدولہ اور روہیلوں سے آشتی کی شرطیں پیش کیں اور ان شرطوں کے موافق باہم صلح ہوئی اور مہبے ۱۷۵۹ء میں بالکل اس ملک سے چلے گئے۔۔۔۔۔ نواب سید سعد اللہ خاں، نواب سید فیض اللہ خاں، نجیب الدولہ حافظ رحمت خاں، بخش سید ارخاں اور فتح خاں نے شجاع الدولہ کے سامنے کشتیاں کپڑوں اور جو اہر کی اور ہاتھی گھوڑے اور زرتقد پیش کیا اور شجاع الدولہ کو رخصت کر دیا۔“ (۳۱۲)۔

جنگ بکسر و مابعد | اکتوبر ۱۷۶۴ء میں بکسر میں انگریزی فوج اور شجاع الدولہ کے درمیان جنگ ہوئی

شجاع الدولہ نے شکست پائی، اور وہ کھنڈ بھاگ گئے۔ ان کو اس شکست کے بعد اپنے ملک پر اتنا اطمینان نہ تھا کہ وہ اپنے اہل و عیال اور دولت کو یہاں رکھتے اس لیے ان سب کو بریلی بھجوا دیا۔ (۳۶۶)۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ بکسر کی شکست کے بعد میر قاسم علی خاں نے بھی روہیل کھنڈ میں پناہ لی تھی۔“ (۳۶۶)۔

۱۷۵۹ء میں سیندھیا اور ہولکر مرہٹے روہیل کھنڈ میں گھس آئے اور ۱۷۶۱ء میں ان کی ایک ریجمنٹ نے گنگا اتر کے احمد خاں کی فوج پر حملہ کیا۔ احمد خاں بنگش نے حافظ رحمت خاں سے مدد طلب کی۔ دونوں کی متحدہ فوجوں سے ایک دن بھر لڑائی ہوئی جس میں سپاہ روہیلیہ بہت زخمی ہوئی اور

ماری گئی۔ چنانچہ احمد خاں مرہٹوں کے کمپ میں چلے گئے اور مرہٹوں نے اُن کا تمام مال و اسباب اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ ضبط کر لیے اور اطمینان کے ساتھ اس علاقہ میں پھرنے لگے۔ حافظ رحمت خاں نے شجاع الدولہ سے مدد طلب کی۔ اس کے جواب میں شجاع الدولہ روہیلوں کی مدد کے لیے آپہنچے انوپ شہر کے پاس رحمت خاں اور شجاع الدولہ کی ملاقات ہوئی۔ ”عماد السعادت“ میں لکھا ہے کہ سفر میں نواب شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں دونوں کے ہاتھی برابر رہتے تھے اور حافظ رحمت خاں نواب شجاع الدولہ کو نواب سلامت کہہ کر خطاب کرتے تھے اور نواب شجاع الدولہ اُن کو حافظ جیو کہتے تھے۔ (۲۵۳)۔

(۲۵۴)۔

جنگ مابین شجاع الدولہ
وحافظ الملک

”شجاع الدولہ نے انگریزوں سے صلح کر لی تھی مگر بکسر کی شکست کا دل سے نہیں مٹا تھا۔ اس لیے خفیہ طور پر فوج کی

تجہداشت شروع کی تاکہ فوج مرتب کر کے انگریزوں سے پھر لڑیں۔ اپنے دوستوں کو اس راز سے آگاہ کرنا چاہا۔ ایک خط حافظ رحمت خاں کے نام بھی بھیجا جس پر شجاع الدولہ کے منشی کے سہو سے یا انتہائی خیر خواہی کی وجہ سے تابخ لکھتی رہ گئی تھی۔ حافظ رحمت خاں نے وہ خریطہ اپنے خریطہ میں ملوث کر کے گورنر جنرل کو بھیج دیا اور نواب سید فیض اللہ خاں بہادر نے من وعن حافظ

شجاع الدولہ سے نہ بگاڑنا چاہیئے۔ بڑی بھاری فوج کے ساتھ آئے ہیں اُن سے صلح کر لینی چاہیئے۔ مگر حافظ صاحب نے کہا کہ میرے پاس روپیہ کہاں ہے جو میں صلح کر لوں؟ (۱۳۹۳)۔ حافظ الملک نے ایک تمسک تعدادی چالیس لاکھ روپیہ بحق نواب شجاع الدولہ لکھا تھا اور باوجود مکر و وعدوں کے اُس کو ادا نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ شجاع الدولہ کی زیادہ ناراضگی کی تھی۔ علاوہ بریں شجاع الدولہ کے ایک راز کو اور وہ بھی غلط تابیح تحریر کے شجاع الدولہ کے خلاف انگریزوں کو رائج کر دیا تھا۔ حافظ الملک کی شکست کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اُن کی فوج کا ایک رکن احمد خاں سپہر سردار خاں شجاع الدولہ سے ملا تھا۔ وہ بغیر لڑے بھڑے بھاگنے کا غلغلہ شکر میں ڈال کر بھاگ نکلا تا کہ روہیلوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑنے لگیں۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی چٹان جوق جوق بغیر تحقیق و تفتیش بھاگ نکلیے۔ یہاں تک کہ حافظ صاحب کے ساتھ بہت تھوڑی فوج رہ گئی۔ (۱۳۹۴)

”خود حافظ صاحب کے بیٹے یعنی محبت خاں، حافظ محمد یار خاں، محمد دیدار خاں، اللہ ریا خاں اور عظمت خاں جب کہ تمام بہرہاں بھاگ نکلے تو یہ بھی میدان سے بھاگ گئے اور پہلی بھیت کی طرف چلے گئے۔ آخر کار حافظ الملک کا خاتمہ کر دیا گیا اور اُن کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔ (۱۳۹۵)“

”شجاع الدولہ نے پالکی خاصہ بھیج کر حافظ صاحب کی لاش میدان سے

منگا کر اس کے ساتھ سلو اگر غریزاں رسالہ دار کے ہمراہ بریلی کو روانہ کیا۔ (۵۰۵)۔

رام پور وائرل ریاست
نواب سید فیض اللہ صاحب رامپور
حافظ رحمت خاں کی شکست کے بعد
ہوتے ہوئے پیار کی طرف بہت اطمینان
چلے گئے تھے۔

حافظ رحمت خان کی شکست و وفات کے بعد نواب شجاع الدولہ نے لالہ انگ کی طرف توجہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور روہیل کھنڈ کی باقی ماندہ طاقت کو ختم کرنا چاہا۔ تب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب نے بھال دو مانڈی کرنل جیمپن کو اس معاملہ میں ڈال کر بات چیت صلح کی شروع کی (۱۹۰۵ء) لارڈ ہسٹنگز گورنر جنرل نے کرنل جیمپن کو لکھا کہ ہم نے تم کو حافظ رحمت کے ملک فتح کرنے کا حکم دیا تھا۔ تم کیوں سپاہ انگریزی کو دامن کوہ میں لے گئے ہو۔ اور نواب سید فیض اللہ خاں کے مقابلہ کے لیے پڑے ہو۔ تم کلکتہ چلے جاؤ اور روہیل کھنڈ کے آئندہ معاملات کو نواب شجاع الدولہ کی رائے پر چھوڑ دو۔ ہم نے صرف بریلی کا علاقہ فتح کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آئندہ نواب شجاع الدولہ ان لوگوں سے آپ سمجھ لیں۔ غرض کہ پیام و سلام عرصہ تک ہوتا رہا اور آخر کار کرنل جیمپن صاحب نواب سید فیض اللہ خاں صاحب

کو اپنے ہمراہ شجاع الدولہ کے پاس لے گئے اور نہایت اکرام کے ساتھ ملاقات کرائی۔ اور ایک مرتبہ نواب شجاع الدولہ نواب سید فیض اللہ خاں کے ڈیرہ پر باز دید کی ملاقات کے لیے گئے۔ اور باہمی مفاہمت سے چودہ لاکھ پچتر ہزار روپیہ کی آمدنی کا ملک مقرر کر کے نواب سید فیض اللہ خاں کی ریاست قرار دی گئی اور ۱۷۷۲ء کو مابین نواب شجاع الدولہ بہادر اور نواب سید فیض اللہ خاں بہادر قرار نامے تحریر ہو گئے اور اس طرح ریاست رامپور کی بنیادی۔ (۱۷۷۲-۱۷۷۵ء) میں ریاست بہلی و شاہ آباد میں اب شہر رامپور میں قائم ہوئی۔

نواب صاحب و شجاع الدولہ
کے مابین اقرار نامے۔
نقل عہد نامہ دستخطی و مہری نواب
سید فیض اللہ خاں بہادر
درکنیل جمین ۱۷۷۳ء

چونکہ میرے اور وزیر الممالک بہادر کے درمیان دوستی قرار پائی اور نواب وزیر نے ادراہ مہربانی ایک ملک مجھ کو دیا۔ میں قرآن شریف کی قسم کھا کر خدا اور رسول کو اپنے قول کا گواہ دیتا ہوں کہ میں ہمیشہ حبائس زندہ ہوں نواب وزیر کا نائب اور فرماں بردار رہوں گا اور میں اپنے پاس پانچ ہزار سپاہ نوکر رکھوں گا اس سے ایک آدمی زیادہ نہ رکھوں گا اور اگر نواب وزیر کسی سے آمادہ جنگ ہوں گے تو میں ان کی مدد کروں گا۔ اور اگر نواب وزیر کسی پر اپنی فوج بھیجیں گے تو میں بھی دو تین ہزار آدمی اپنے اس فوج کے ہمراہ

دوں گا۔ اور اگر وہ خود کسی دشمن پر جائیں گے تو میں بھی خود اپنی فوج لے کر اُن کے ہمراہ جاؤں گا اور میں سوائے وزیر کے کسی سے اتفاق اور دوستی نہ کروں گا اور کسی سے رسم و تحریرات جاری نہ رکھوں گا۔ اس سے سردار انگریزی متشنی ہیں اور نواب وزیر تجھ کو جو کچھ حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔ اور میں ہمیشہ اور ہر وقت مصیبت اور یہود کی میں اُن کا شریک لاجنب رہوں گا۔ میں نے قرآن شریف کی قسم کھائی ہے اور خدا اور رسول کو گواہ کیا ہے کہ میں ان شرائط کی تعمیل کروں گا اور اگر میں اس کے خلاف کروں تو خدا اور رسول مجھ کو سزا دیں۔ ماہ رجب ۱۲۵۸ ہجری



نقل عہد نامہ دستخطی و مہری نواب شجاع الدولہ بہادر۔ و

کرنیل جمپین (۵۵۳)

چونکہ میرے اور نواب فیض اللہ خاں کے درمیان دوستی قائم ہوئی ہے اس لیے میں نے وعدہ کیا ہے کہ اُن کو ملک رامپور مع دیگر اضلاع متعلقہ جس کی جمع سالانہ چودہ لاکھ پچیس ہزار روپیہ ہے دوں گا اور میں نے یہ بھی شرط کی ہے کہ نواب فیض اللہ خاں پانچ ہزار فوج ملازم رکھیں اس سے زیادہ نہ رکھیں اس واسطے میں یہہ عہد نامہ لکھ دیتا ہوں کہ میں ہمیشہ اور ہر وقت نواب فیض اللہ خاں کی حرمت

وغرت کی حفاظت کرتا رہوں گا اور اُن کی بہبودی و بہتری میں حتی الامکان
 کوشش بلیغ کروں گا بشرطیکہ نواب فیض اللہ خاں میرے سوا اور کسی سے اتفاق
 پیدا نہ کریں اور انگریزی سرداروں کے سوا اور کسی سے تحریکی رسم جاری نہ رکھیں۔
 اور وہ میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا
 دشمن تصور کریں۔ اور اگر میں کسی سے لڑائی کرنے کو فوج بھیجوں تو دو تین
 ہزار سپاہ جس قدر اُن سے ممکن ہو میری فوج کے ہمراہ دیں اور اگر میں خود
 فوج کے ہمراہ جاؤں تو وہ بھی خود مع اپنی سپاہ کے میرے ہمراہ رہیں۔ اور
 اگر کئی فوج کے سبب وہ خود میرے ہمراہ نہ جاسکیں کیونکہ اُن کے پاس تھوڑی
 فوج ملازم ہے تو میں چار ہزار سپاہ اور اُن کے ساتھ مقرر کروں گا تو وہ اس
 فوج کو بھی اپنے ساتھ رکھ کر میری ہمراہی کریں اور میں اُن کے خراج کا تحفل ہوں گا۔
 ان شرائط پر میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں علاقہ جات مذکورہ جمع تدراد مسطورہ
 نواب فیض اللہ خاں کو دوں گا۔ اور اُن کی بہتری و بہبود میں کوشش بلیغ کروں گا
 اگر نواب فیض اللہ خاں اس عہد نامہ کی شرائط کی تعمیل قرار واقعی کریں گے تو
 میں بھی انشاء اللہ اُن کی بہبودی میں پہلو تہی نہ کروں گا۔ باقی روہیلوں کو
 وہ دریا کی دوسری طرف روانہ کریں گے۔ میں نے قرآن کی قسم
 کھائی ہوں اور خدا و رسول کو گواہ دیا ہے کہ میں ان شرائط کو سراخام دوں گا۔



ماہِ رجب ۱۲۸۵ھ

سلطنت اودھ میں طرح ختم ہوئی تاہم داں حضرات کو معلوم ہے۔ بہر حال اودھ کو انگریزوں نے فتح نہیں کیا بلکہ اپنی سپردگی میں لے لیا اور حلقہ قول و قرار سابقہ قائم رکھے گئے۔ ظاہر ہے کہ رام پور کے معاہدات بھی قائم ہیں۔

نواب سید رفیع اللہ خاں بہادر کے جانشینان کا سلسلہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ ہر حکمران کے زمانہ حکومت کا اندازہ ہو سکے۔

سلسلہ خاندان فرمانروایاں ریاست رامپور

نواب سید علی محمد خاں بہادر بانی خاندان حکمران (عرش منزل) ۱۱۳۹ھ بحری نبوی
 نواب سید فیض اللہ خاں بہادر (عرش منزل) ۱۱۶۴ھ - ۱۱۹۳ھ
 نواب سید محمد علی خاں بہادر ۱۱۹۳ھ - ۱۱۹۵ھ
 نواب سید غلام محمد خاں بہادر - ۱۱۹۵ھ
 نواب سید احمد علی خاں بہادر ۱۱۹۵ھ - ۱۱۸۳ھ
 نواب سید محمد سعید خاں بہادر (رجت آرا منگاہ) ۱۱۸۳ھ - ۱۱۵۵ھ
 نواب سید محمد یوسف علی خاں بہادر (فردوس مکان) ۱۱۵۵ھ - ۱۱۶۵ھ
 نواب سید محمد کلب علی خاں بہادر (خلد آشیاں) ۱۱۶۵ھ - ۱۱۸۸ھ
 نواب سید مشتاق علی خاں بہادر (عرش آشیاں) ۱۱۸۸ھ - ۱۱۸۹ھ
 نواب سید محمد حامد علی خاں بہادر (رجت مکان) ۱۱۸۹ھ - ۱۱۹۳ھ

نواب سید محمد رضا علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ شاہ ۱۹۳۳ء میں تخت نشین ہوئے۔

ریاست کی موجودہ بہر حال ریاست رام پور مثل دیگر خود مختار دیسی ریاستوں کے ایک ریاست ہے۔ اس کا دو حصہ جو وسعت و حیثیت: علاقہ قدیم کہا جاتا ہے بلاتوسط زمیندار ملکیت نواب

صاحب بہادر ہے۔ غدر ۱۹۵۸ء کے بعد نواب سید یوسف علی خاں بہادر کو بسلسلہ خیر خواہی چند دیہات برٹش گورنمنٹ سے حاصل ہوئے اور ریاست کی حیثیت میں قدرے اضافہ ہو گیا۔ اس علاقہ کو علاقہ جدید کہتے ہیں اور اس میں برٹش گورنمنٹ کے دیہات کی طرح زمینداری کا طریقہ موجود ہے۔ ریاست میں پانچ تحصیلدار ہیں اور وسط میں شان دار و خوب صورت شہر مصطفیٰ آباد عرف امپور دارالریاست ہے۔ کل رقبہ ریاست کا آٹھ سو بانوے میل مربع سے قدرے زائد ہے اور آبادی ۱۹۳۱ء میں چار لاکھ چونسٹھ ہزار نو سو اوبیس نفوس تھی۔ ہنزہائینس کا پورا نام معہ خطابات و دیگریات کے حسب ذیل ہے:-

کرنل ہنزہائینس عالی جاہ فرزند لپیذیر دولت انگلیشیہ

مخلص الدولہ ناصر الملک، امیر الامرا، ڈاکٹر نواب سید

محمد رضا علی خاں بہادر مستعد جنگ - کے - سی - ایس - آئی

ایل ایل ڈی - ڈی لٹ فرماں روا نے ریاست رامپور

نواب صاحب بہادر کو پندرہ ضرب توپ کی سلامی برٹش گورنمنٹ

کے قواعد کے بموجب دی جاتی ہے - اور آپ کا دور حکومت ۱۹ جون ۱۹۳۱ء

سے شروع ہوا - چاروں طرف سے برٹش علاقہ اس ریاست کو محدود

کئے ہوئے ہو - جغرافیائی کیفیت اور انتظامی حالات اور اق آئندہ میں

درج کیے جائیں گے - دارالریاست میں زیادہ تر مسلمان آباد ہیں اور کل

علاقہ میں چھ تحصیلات ہیں یعنی حضور تحصیل - تحصیل ملک - تحصیل بلا سپور -

تحصیل ٹانڈہ و تحصیل شاہ آباد - ہر تحصیل میں متعدد مظانے ہیں - ریاست

کے اندر ایسٹ انڈین ریلوے لائن مراد آباد سے بریلی جاتی ہوئی گزرتی ہے -

رام پور - شہزاد گڑ - دہورہ دوگن پور اور ملک ریلوے اسٹیشن ہیں نچتہ

سڑکیں شرق میں بریلی تک - غرب میں مراد آباد تک اور جنوب میں رام پور

سے شاہ آباد تک بشمال میں سوات تک اور شمال مغرب میں ٹانڈہ

تک اور شمال مشرق میں بلا سپور تک موجود ہیں اور جمابہ تحصیلات میں لاریوں

کی آمد و رفت باقاعدہ جاری ہے - ریاست کا زیادہ تر حصہ نہایت زرخیز ہے

گیہوں و چاول و نشکر ریاست کی خاص پیداوار ہیں -

باب سوم

رام پور اور سیاست

رام پور کی مختصر تاریخ بیان کر کے میں نے دکھا دیا کہ ریاست کس طرح سے عالم وجود میں آئی۔ پھر کس طرح قائم رکھی گئی اور اس میں شخصی حکومت کو کہاں تک دخل ہونا چاہیئے اور ہے۔ لیکن کچھ عرصہ سے بعض مسلمانانِ رام پور حقوقِ طلبی کی طرف متوجہ ہیں اور اصلاحات کے خواہشمند ہیں، اپنے وطن کو ترقی دینے کا جذبہ نہایت قابلِ تعریف ہے اور مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی قوم و وطن کے سود و بہبود کی فکر کریں لیکن اس جذبہ میں بھی حد کے اندر رہنا چاہیئے اور صحیح راستے سے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ ورنہ بکجروی غلط مقام پر پہنچا دیتی ہے۔

رام پور میں ہمیشہ رعایا اپنے فرماں روا کی شیدار ہی ہے اور یہ ریاست شخصی حکومت کا عمدہ نمونہ پیش کرتی رہی ہے مگر کچھ عرصہ سے سیاسی کشمکش منجانبِ مسلمانانِ رام پور نمودار ہوئی اور اس سلسلہ میں بلوے بھی

ہوئے اور سرائیں بھی دی گئیں۔ اس کشمکش کی وجہ وہی عام سیاسی انقلاب ہے جو ہندوستان میں ہو رہا ہے لیکن ہر جگہ کے حالات مخصوص ہوتے ہیں۔ رامپور میں تحریک سیاسی عموماً مسلمانوں میں پیدا ہوئی اور ابھی میں محدود ہے شہری آبادی بھی مسلمانوں کی زیادہ ہے اور تعلیم یافتہ بھی مسلمان زیادہ ہیں۔ رامپور کے مسلمانوں کو اصلاح طلبی سے قبل اپنی موجودہ حالت کا غور و تامل سے مطالعہ کر لینا ضروری ہے اور اپنے گرو و پیش کے واقعات سے متنبہ ہونا مناسب ہے ذیل کی چند سطروں میں مختصر صیت سے رامپوری مسلمانوں سے میں مخاطبہ کرتا ہوں اور تمہنی ہوں کہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پر عمل فرما کر میری گزارش جماعت فرمائیں گے۔

ذمہ دار آئینی حکومت | رامپور میں آج کل میں کبھی کبھی ذمہ دار آئینی حکومت کے الفاظ سنا کرتا ہوں۔ میں پوری

مسلمانوں سے سوال کرتا ہوں کہ ریاست کے اندر اپنی تعداد اور تناسب آبادی دیکھ کر بتائیے کہ اگر ذمہ دار آئینی حکومت ملتی ہے تو مسلمانوں کی حیثیت کیا ہو جائیگی آپ کی ریاست میں مسلمان بہ لحاظ تعداد کے کم ہیں بعض الفاظ بڑے دل بھانے والے ہو کر تے ہیں اور اگر نتائج پر بغیر غور کیے وہ منہ سے نکال دیے جائیں تو انہما خیالہ اسی طرح بھگتنا پڑتا ہو جیسے کہ ایک مسافر کو اپنی دولت کے اسراف کا کل کی بات ہو کہ ہند برطانوی کی جنگ آزادی میں مسلمان ہندوؤں کو دشمن پیش

چل رہے تھے مسلمان کہا کرتے تھے کہ ہماری قوت اور قدیمی عظمت کے مقابلہ میں دوسروں کی کثرت کچھ نہیں کر سکتی۔ لیکن آئینی اصول کسی فرقہ وارانہ مصلحت کے پابند نہیں ہوتے۔ آج جزوی حقوق جمہوری حاصل ہونے کے بعد یو۔ پی کے مسلمانوں کی ایسی اور کس مہر سی ملاحظہ کیجیے کہ کانگریس کے سیلاب کے سامنے نواب و راجہ کی خاندانی حشمت اور قدیمی روایات کو کوئی نہیں پوچھتا اور دیہاتیوں کی کثرت کے مقابلہ میں سب کو سر جھکنا پڑتا ہے۔ نہ صرف یو۔ پی بلکہ ہندوستان کے سات صوبے جہاں کانگریس نے انتر فائیم کر لیا ہے وہاں مسلمانوں میں

۵ نہ من دل شدہ از دست تو فونی جگرم

از غم ظلم تو پر خوں جگرے میت کہ نیست

جس حق کا مطالبہ مسلمانانِ رامپور نے شروع کیا ہے وہی حق یو۔ پی کے مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہو چکا ہے۔ باوجودیکہ یو۔ پی اسلامی تہذیب تمدن کا ہندوستان میں گہوارہ تھا، اور اسی عظمت دیرینہ کی بنیاد پر یہاں کے مسلمان اپنے آپ کو حقوقِ ترجیحی کا مستحق سمجھتے تھے مگر آئینی ہول کے مقابلہ میں ایکٹ چلی جس اصول کا نفاذ کانگریس نے بڑی جدوجہد کو ساتھ باوجود مسلمانوں کی انتہائی مخالفت کے کر پایا ہے جو ان کے واسطے اس بادل کے قریب آنے دیجئے۔ ہر گز کی خصوصیات علیحدہ ہوا کرتی ہیں اور ضروری نہیں ہے کہ مسلمان کی حکومت ہندوستان سے رخصت ہونے کے بعد جو حربہ رہی اسی اسلامی عظمت کو ختم کرنے کے لیے استعمال

۴۳
 کیا گیا ہے۔ اس کی نقل اوتارنے کی آپ بھی کوشش کریں۔ آپ اپنے وطن کی محنت اور طرح بھی کر سکتے ہیں۔ محض تخریبی کوشش سے اصلاح نہیں ہوتی۔ بہت سی تعمیری صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں جن میں راعی و رعایا ہم آہنگ ہوں۔ بجائے اس کے کہ آپ اپنی ریاست کو دوسروں کی نگاہ میں سبک کریں۔ آپ اس کا وقار بڑھانے کی کوشش کیجیے۔

۵
 ابن خوں کہ موج می زند اندر جگر چرا
 در کار رنگ و بے نگارے غنی کنی (حافظ)

کاش کہ اس قسم کے خیالات دل میں لانے سے قبل ہمارے رام پوری اجپا نے ان لوگوں سے جنھوں نے گذشتہ تیس چالیس سال کے اندر ہندو اسلامی کی تدریجی تنزل کا مطالعہ کیا ہے۔ تبادُل خیال کر لیا ہو تو کوئی کام ایسا نہ کیجئے جس پر خود بچھتا نا پڑے اور آئندہ نسلیں قومی خسارہ کا ذمہ دار آپ کو گردانیں۔ دشمن کی بدشگونی کے لیے اپنی ناک نہیں کاٹی جاسکتی۔ رام پور کو اسلامی ریاست رہنے دیجئے اور اس کے سایہ میں امن و آسائش سے بسر کیجئے۔

جنرالی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر فلاح ریاست کو مقصود مشترک قرار دیکر حاکم و محکوم دونوں کے لیے ایک متفق علیہ طریق کار تجویز کیا جاسکتا ہے۔ اغیار آپ کے لیے جال بچھا رہے ہیں، اور تاک میں بیٹھے ہیں۔ خدا را ان کی نگاہوں کو پہچانیے۔ ۵۔

کچھ اپنی فکر کرنا دس مصیبت آنے والی ہے!
 تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
 (اقبال)

موجودہ کشمکش پر توجہ کرتے وقت
 ایک خاص بات ہے جو خود بخود
 پیش نظر آ جاتی ہے اور وہ

**رام پور میں سیاسیات سے ذمہ دار
 اور تجربہ کار لوگوں کی علیحدگی**

تجربہ کار لوگوں کی علیحدگی ہے۔ رام پور میں اہل دماغ اور صاحبانِ تدبیر موجود ہیں
 رام پور نے مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی مرحوم جیسی فنانی القوم ہستیاں پیدا کیں
 جنہوں نے ہندوستان اور یورپ میں سیاسیات کا علم حاصل کیا اور مسلمانانِ ہند کی
 خوب رہبری کی۔ رام پور نے وہ مسلمان بھی پیدا کیے جن کو مسلمانانِ برٹش انڈیا نے
 بلا لحاظ رام پوری وغیرہ رام پوری کے اپنا قائم مقام بنا کر سنٹرل مجلس لیٹو اسمبلی اور
 صوبوں کی اسمبلی میں بھیجا ہے۔ رام پوریوں میں خود رام پور کے اندر اور نیز باہر ایسے
 اہل الرائے ہیں جنہوں نے عربی یا انگریزی کی انتہائی تعلیم حاصل کی ہے۔ عمریں کتنی
 و اخباری میں صرف کی ہیں۔ رام پور کی حقیقی خدمت میں مصروف رہ چکے ہیں۔ او
 آج بھی رام پور و گرد و نواح میں صاحب الرائے سمجھے جاتے ہیں۔ رام پوری صاحبان
 میں بڑے قانون دان۔ بیرسٹر۔ وکس۔ ڈاکٹر۔ لیڈر۔ پروفیسر۔ پی۔ سی۔ ایس۔ آئی
 سی۔ ایس۔ سب موجود ہیں۔ لیکن موجودہ شورش میں یہ نچتے رائے و تجربہ کار حضرات
 کنارہ کشی کئے ہوئے ہیں اور مجھے جہاں تک علم ہے۔ ان صاحبان میں سے اکثر

اس قسم کی شورش اور ”حقوق طلبی“ کو نہ پسند کرتے ہیں اور نہ موجودہ قائدین ام پور کے ہم نوا ہونا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تحریک سیاست کی قیادت اُن صاحبان کے ہاتھ میں رہی جن کو سیاسیات کا علم راہپور ہی میں حاصل ہوا۔ اور راہپور ہی اُن کا تختہ مشق بنا۔ ملکی اور صوبہ جاتی شہرت رکھنے والے حضرات کو شامل نہیں کیا گیا یا تو شریک نہیں ہوئے۔ پالیٹکس بڑا نازک معاملہ ہے۔ یہ ایسا میدان ہے جس میں سب اوقات خوشنما سبزہ زاروں میں پرخطر غار اور ہلاکت انگیز دلدل پوشیدہ ہوتی ہے۔ جس میں پہونچکر یا ہر گھٹنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ پالیٹکس بھی ایک علم ہے جس کی تحصیل برسوں کی جاتی ہے۔ تب حق رہبری حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ تاریخ کے اوراق بتائینگے کہ کج روی نے کیسے کیسے تلخ نتائج پیدا کئے ہیں۔ واقعہ ہے کہ تپنگ بازی و مرغباری تک بغیر استاد کے فیض کے حاصل نہیں ہوتی تو پالیٹیشن خود رو کیسے ہو سکتا ہے۔

۵ نہ ہر کہ خرقدہ پوشد قلندر ی داند

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

دوست نما و دشمنوں سے ہمہ تن کیجئے

رام پور کے سیاسی حضرات میں بعض میرے کرم فرما ہیں اور سیاسی حضرات میں سے اکثر کی صدق نیت پر میں یقین رکھتا ہوں اور اُن کے جذبہ

ایثار کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن اُن کے طریقہ کار سے مجھے اختلاف ہے۔ میں اس طریقہ کا قائل نہیں کہ حکومت کو اپنا مخالفت قرار دیکر اصلاح طلبی کی جائے اور نہ

میں اس بات کو رور رکھتا ہوں کہ حکومت وریس کو واقعہ کے خلاف بذنام کیا جائے اور اپنے اندرونی حالات غیروں کو مبالغہ کے ساتھ دکھائے جائیں۔

وہ لوگ جنہوں نے برٹش انڈیا میں مسلم کشی کا جذبہ علانیہ دکھایا ہے۔ کچھ عرصے رام پور کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور حیرت ہوتی ہے جب ہم رام پور کے غیور مسلمانوں کو ان صاحبان کی طرف جھکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ بعض افغانات ضد اور ہٹ میں انسان از خود رفتہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ کرگدز بنا ہے جو نہیں کرنا چاہیے۔ شاید اسی قبیل سے وہ طرز عمل تھا جو ہمارے بعض رامپوری بھائیوں نے اختیار کیا کہ وہ اپنی دیسی حکومت کی شکایت کرنے کا ٹکرس والوں کی خدمت میں الہ آباد و لکھنؤ تک پہنچے اور منہ ہما سبھا کے اراکین کی حضور میں بریلی حاضر ہوئے جب کہ وہ مسلمانان بریلی کے خلاف تحقیقات کرنے آئے ہوئے تھے۔

ان بزرگوں سے استعانت کہاں تک جائز ہے آپ خود اس کا فیصلہ فرمائیے

۵ مرا از مشکستن چنان عار نماند

کہ از دیگران خواستن مومیا نی

بعض رامپوری صاحبان کا یہ طریق کار باعث ہوا کہ ایسٹر ۱۹۳۹ء کی تعطیل

ان خیالات کو غمت کرنے میں میں صرف کر رہا ہوں۔

رام پور برٹش انڈیا | میرا یہ دعویٰ نہیں کہ حکومت رام پور تمام نقائص سے بہتر ہے | سے پاک ہے اور ترقی کے معراج کمال پر پہنچ چکی ہے

یقیناً بہت سی باتوں میں اصلاح کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت رام پور کو ہے وہ باہمی ہمدردی اور اعتبار کی ہے۔ حکومت اور پبلک ایک دوسرے سے زیادہ خلوص اور زیادہ ہمدردی رکھنے لگیں، اور بدگمانی و بے اعتباری یا ہمدرد نہ رہے تو کوئی بات قابل شکایت باقی نہیں رہے گی یا انہم میرا دعویٰ ہے کہ آپ کے پردس کے ضلعوں میں برٹش اور کانگریسی حکومت کے ماتحت جو زندگی آپ کے مسلمان بھائی گزار رہے ہیں اس سے بدرجہا بہتر آپ کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ ہماری صحیح حالت آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ ایک منٹ کے لیے بھی آپ ہمارے ہم وزن بنادیے جائیں۔

کچھ عرصہ ہوا کہ رام پور کے ایک سیاسی لیڈر میرے یہاں تشریف لائے ان کے نام سے ایک معرکتہ الآرا کتاب رامپور کے متعلق انگریزی میں شائع ہو چکی تھی۔ ایک مسئلہ قانونی پر گفتگو ہونے کے بعد میں نے رام پور کی سیاست کا ذکر چھیڑ دیا۔ صاحب موصوف چند ماہ بریلی میں مقیم رہ چکے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ بریلی اور رام پور کا مقابلہ کرنے کے بعد ایمان سے بتلیے کہ آپ رامپور کی زندگی کو بریلی کی زندگی سے بڑا کہہ سکتے ہیں۔ اول تو خان صاحب سخن پروری فرماتے رہے مگر میں نے صاف اور کھلے ہوئے واقعات ان کے سامنے پیش کئے اور تقابل کی استدعا کی۔ میں نے کہا کہ برٹش حکومت سے

مفت تعلیم کا مطالبہ کرتے کرتے ہندوستانی تنہا گئے لیکن محض ابتدائی تعلیم بھی مفت نہیں حاصل ہو سکتی آپ کے رامپور میں اردو-ہندی-سنسکرت فارسی-عربی-انگریزی ہر قسم کی تعلیم ابتدائی و ثانوی مفت ہے اور رامپوری طالب علم تعلیم پر پیسہ خرچ کرنے کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ نہ صرف مفت تعلیم بلکہ سرکار کی طرف سے وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات کتابوں کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔ اسٹیٹ ہائی اسکول چھوڑنے کے بعد کالجوں میں اعلیٰ تعلیم کے لیے وظائف علیحدہ ہیں۔ اور اب تو رامپور میں انٹر کالج ہونے والا ہے۔ یہ رعایت قابل قدر ہے یا نہیں۔ خاں صاحب کو اقبال کرنا پڑا۔

پھر میں نے عرض کیا کہ ہم سال بھر تک دماغی و جسمانی محنت برداشت کر کے روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ سال کے آخر پر ہماری گورنمنٹ اوس میں حصہ طالب فرماتی ہے۔ خواہ ایک ہزار ہو یا بارہ سو۔ بڑی بڑی تجارتوں پر لاکھوں ٹیکس ہوتے ہیں۔ اہل رامپور انکم ٹیکس کے نام سے بھی آشنا نہیں! علاوہ بریس ہاؤس ٹیکس۔ پاخانہ ٹیکس۔ گٹا ٹیکس اور خدا اعلم ہے کہ کتنے ٹیکس آئے دن مختلف صورتوں میں برٹش انڈیا میں لیے جاتے ہیں۔ (اب ایئر ٹیکس اور شروع ہو۔ ہا ہے) آپ اس ذریعہ باری سے بالکل بری ہیں۔ آخر یہ سہولت قابل ستائش ہے یا نہیں۔ میرے مخاطب نے اس دیل کو بھی قبول فرمایا۔ میں نے کہا کہ آج بریلی میں ایک بیوہ یا مطلقہ عورت جس کی شوہری

جائداد دوسروں نے ضبط کر لی ہو مہر کی ناش پانچ لاکھ پینتیس ہزار کی دائرہ کرے تو چار ہزار پانچ سو روپیہ اول سرکاری خزانہ میں کورٹ فیس کے خرچہ کر دے لیکن رام پور میں ایسی عورت اس قسم کی ناش محض سو روپیہ کورٹ فیس دے کر کر سکتی ہے۔ یہ فرق زمین و آسمان کا فرق ہے۔ رام پور میں بعض مقدمات میں انتہائی کورٹ فیس صرف ایک سو روپیہ ہوتی ہے۔ اور بقیہ میں بھی شرح کورٹ فیس یو۔ پی کے کورٹ فیس کے نصف سے کم ہے۔

علاوہ کورٹ فیس کے یو۔ پی میں اہلکار فیس اس شدت کے ساتھ ہے کہ اہل معاملہ کی جان ضیق میں آجاتی ہے۔ رام پور میں اہل کارانہ استثنائاً چند رشوت اور ”حق“ سے متبر ہیں۔

ایک اور بات جس کی میں بجز قدر کرتا ہوں عدالت ہائے رام پور کا طریق انضام مقدمات ہے۔ بریلی سول جج ہیں ایسے مقدمات موجود ہیں جن کو دائرہ ہوئے دو سال ہو چکے اور ان کے فیصلہ کا موقع نہیں آتا۔ اور بریلی کے عدالتی منازل طے کرنے کے بعد مقدمہ جب ہائی کورٹ الہ آباد میں پہنچتا ہے تو وہاں چار سال تک صرف ہو جاتے ہیں۔ اور اگر الہ آباد کے فیصلہ کا بھی اپیل کیا گیا تو ۵-۶ سال مزید درکار ہیں۔ رام پور میں چونکہ سب عدالتیں یکجائی ہیں جو مقدمہ آج دائر ہوگا دو چار مہینے کے اندر

طے ہو جائے گا اس کا اپیل مہینہ دو مہینہ میں فیصل ہوگا اور اپیل دوم بھی اتنے ہی عرصہ میں۔ آخری اور انتہائی اپیل میں جس کی سماعت جوڈیشل کمیٹی یا اجلاس مہایوں میں ہوتی ہے۔ اس میں دیر لگا کرتی تھی مگر آج کل دائرہ سے ایک مہینہ کے اندر خود ہر بائینس فیصلہ فرما دیتے ہیں۔ جس سہولت کو حاصل کرنے یعنی انفصال مقدمات بلاناخیز کیلئے بڑی بڑیاں بکٹیاں بیٹھتی ہیں اور طرح طرح کے رزولوشن پاس ہوتے ہیں وہ نعمت رامپور کو حاصل ہے۔ اس سے اہل مقدمہ کو جو سہولت نصیب ہوتی ہے وہ اونہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

میں نے اپنے مخاطب ریڈر صاحب کو وہ معمولی مراعات بھی بتائیں جو اہل رامپور کو ہمیشہ سے حاصل ہیں مثلاً کسی کے یہاں کوئی تقریب شادی وغیرہ ہے۔ ہمارے ضلعوں میں انتظام کرتے کرتے وہ تھک جائیگا۔ مگر رامپور میں ایک درخواست میں سب مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ گاڑیاں۔ شامیانے۔ فرنیچر و ظروف حتیٰ کہ سرکاری فوج و پولیس سب بغیر پیسے کے ہٹایا ہو جاتی ہے۔ پھر غربا اور متوسلین کو مالی مدد لڑکیوں کی شادی میں ملتی ہے۔ غرض کہ اپنی حکومت میں جو آسانیاں ہو سکتی ہیں وہ سب رامپور میں موجود ہیں۔ آپ ان میں وسعت دینا چاہتے ہیں بہت خوب جذبہ ہے کوشش کیجیے مگر مفاہمت کے طریق سے نہ کہ خشم و کینہ سے۔



حامد منزل (اندرون قلعه معلی رامپور)

شخصی حکومت خواہ مخواہ قابل نفرت نہیں ہوتی

دنیا میں بہت سی باتیں بیہ چال سے ہو ا کرتی ہیں اور اکثر طریقے بطور فیشن بھی بلا غور و فکر کے اختیار کیے جاتے ہیں

چنانچہ کچھ عرصہ قبل ہر ملک میں حکومت خود اختیاری کی چح کی رخی شہنشاہیاں ختم کر دی گئیں۔ جمہوریت کے زور ہوئے۔ ہر چھوٹے بڑے ملک نے امریکہ کی نقل اتارنا چاہی۔ لیکن زمانہ نے سیکھت بلٹا کھایا اور جمہوریت کی جگہ استبداد نے لی۔ جرمنی کے ہٹلر۔ اٹلی کے موسولینی۔ اسپین کے فرانکو۔ ترکی کے عصمت انونو۔ اور ایران کے رضا شاہ پہلوی اپنے اپنے ملک میں بہترین حکمران مانے جاتے ہیں۔ شخصی حکومت نے اس زمانہ میں یہاں تک مقبولیت حاصل کی ہے کہ انڈیا نیشنل کانگریس باوجود ادعا جمہوریت تمامی معاملات پھیدہ کا حل ایک شخص وحد یعنی ہاننا گاندھی جی کی رائے پر چھوڑتی ہے۔ نرپوری کانگریس ۱۹۳۷ء کے مشہور ومعروف رزلیوشن کے بعد کانگریس والوں کو ذمہ دار آئینی حکومت کے شدید انی بنتے ہیں۔ یہ کہنے کا موقع نہیں رہا کہ ملک کا نظم و نسق کسی رائے واحد کا پابند نہیں ہو سکتا۔ جب دنیا ڈکٹیٹری قبول کر رہی ہے تو کون وجہ کرے کہ آپ نواب صاحب بہادر کی ڈکٹیٹری قبول نہ کریں جن کو رات دن آپ کی قلاح و بہبود کی دھن ہے۔

راپور کی تحریک سیاسی
کن اصول پر مبنی ہو؟

میں جیسا کہ عرض کر چکا ہوں رام پور
کے جذبہ خدمتِ وطن کی قدر
کرنا ہوں لیکن میرے اور ان کے

درمیان طرزِ کار کا فرق ہے۔

بیداری کے آثار کا خیر مقدم کرنا چاہیے لیکن بیداری کے ساتھ
ترقی کی کوشش اُس وقت قابلِ ستائش ہے جب کہ تخریب و نقص
سے پاک ہو اور محض خلوص پر مبنی ہو۔

موجودہ سیاسی تحریک میں مجھے تین بڑی خرابیاں نظر آتی ہیں :-

۱۔ حکومت سے مخالفت

۲۔ راپوری و غیر راپوری کی بحث

۳۔ شیعہ دُستی کا سوال۔

میں ان میں سے ہر شق پر جدا جدا بحث کروں گا۔ میں ایمان داری
سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر طالبانِ اصلاح ان تین نقائص سے اپنی
تحریک کو پاک کر لیں تو ان کا راستہ صحیح ہو جائے گا۔ بد مزگی بھی دور
ہوگی اور منزلِ مقصود تک جلد پہنچ سکیں گے۔

برٹش انڈیا کی تقلید
ضروری نہیں

برٹش انڈیا کی سیاسی جدوجہد کی ہیں
تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ وہاں ایک

وغیرہ رد قوم نے ہندوستانیوں پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے۔ بددستان کے
 ذخائر سے اہل انگلستان کو فائدہ پہنچانا ان کی غرض خاص ہے۔ اب
 خدا کا شکر کیجیے کہ آپ کا جم قوم آپ کا حکمراں ہے جس نے اور آپ نے ایک
 ہی جگہ نشوونما پائی، جس کی ساری زندگی آپ کے درمیان بسر ہوگی۔ ہر ملٹنس
 کو جو لوگ جانتے ہیں وہ زبان سے خواہ نہ کہیں مگر ان کا دل گواہی دے گا کہ
 ہر ملٹنس نو اب کے سرپرستِ رضا علی خاں بہادر کو ہر لحظہ اپنی۔ عایا کی فلاح و
 آسائش کی فکر ہے۔ ان سے زیادہ محنت کرنے والا اور کم عیش حاصل کرنے والا
 فرماں روا آپ پا نہیں سکتے۔ ان کا مقصود رام پور کو ترقی دینا ہے اور آپ
 کی غرض بھی یہی ہے۔ پھر کون وجہ ہے کہ اتحادِ عمل کے ساتھ کام نہ کیا جائے
 سرکار خود ہر شعبہ کو اپنی نگاہ میں رکھتے ہیں اور کسی محکمہ سے غافل نہیں ہیں
 طبعاً وہ سنجیدہ اور متحمل ہیں۔ مخالفانہ کی بات سننے کو تیار رہتے ہیں وہ جملہ
 نظام حکومت خود چلا رہے ہیں اور منسٹران و سکرٹیریان کے اعمال و احکام
 کی جانچ کرتے رہتے ہیں دورِ حاضرہ کے عنوان کے ماتحت میں نے تفصیلی ذکر
 ان حالات کا کیا ہے۔ یہاں پر صرف یہ عرض کرنا ہی کہ اگر حکومت کا طریق کار کسی
 موقع پر پسندیدہ نہ ہو تو جائز نکتہ چینی کیجیے اور مشورہ دیجیے۔ لیکن خالفانہ و
 معاندانہ ردش قابلِ شکایت ہوتی ہے۔ ترقی کے راستے یقیناً پیدا کیجیے
 لیکن آزادی کا وہ رنگ نہ اختیار کیجیے جو آپ کو اور ریاست کو صدرِ پہرہ بچا

۵ دہریس عیش دوام آئیں کی پابندی سے یہ
 موج کی آذادیاں سامانِ شیون ہوئیں (اقبال)

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کل ہندوستان قومی نقصانات کی آگ جا
 بڑا ہوا ہے۔ مسلمانوں کا حقوڑا بہت اثر بھی جہاں ہے اُس کو ختم کرنے کی فکر میں
 اغیار مصروف رہتے ہیں۔ ایک گروہ ہے جس نے عزم کیا ہے کہ ہندوستان کو
 ہندوستان بنا کر چین لیں گے۔ اور مسلمان بدسییوں کو اس ملک سے باہر
 نکال پھینکن گئے۔ حالانکہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اس گروہ کے جذبات کا اظہار کٹر
 اوقات آریہ سماجی پلیٹ فارم سے ہوتا رہا ہے۔ اور کبھی مہا سبھا کے توسط سے
 اور کبھی یہ حضرات کانگریس کے ذریعے گل نشانی فرماتے ہیں ۵
 بہرنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من اندازِ وقت رامی شناسم

حیدر آباد جیسی جلیل القدر ریاست کو اوہنوں نے بلا دینا چاہا ہے۔ اور
 آئے دن وہاں ہنگامے پیدا کر رہے ہیں۔ کئی سال ہوئے کہ اوہنوں نے کوشش
 کی تھی کہ حیدر آبادی مسلمانوں کو اپنا ہم آہنگ بنا کر خانہ جنگی شروع کریں۔ لیکن مسلمان
 ان کی ابلہ فریبیوں کو سمجھ گئے اور کنارہ کش رہے۔ اب محض آریہ سماجی صاحبان
 حکومت حیدر آباد کے درپے آنا رہیں۔ لیکن مسلمان اور حکومت متحد ہیں،
 انشا اللہ بال بیکانہ ہوگا۔ حال میں پبلٹی ڈپارٹمنٹ حیدر آباد نے ایک

رسالہ شائع کیا ہے۔ اس میں آریہ سماجیوں کی تحریروں اور تقریریں طبع کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے دلوں میں کیا کیا مواد موجود ہے اور اس ظاہری سیاسی جدوجہد کی تہ میں وہی دشمنی اسلام کا فرما ہے۔ جس کا مقصد ایک اسلامی ریاست کو تباہ کرنا ہے۔ اہل رام پور برائے خدا گرد و پیش لگا دیا اور اپنی ریاست کو ٹھیس نہ لگنے دیں۔ کانگریس کے طرز عمل نے مسلمانوں کو سارے ہندوستان میں بیدار کر دیا ہے۔ اور وہ پلنگ خفتہ جو عرصہ سے تن آسانی میں مصروف تھا۔ ذرا سی کھڑکھڑاہٹ سے میدان عمل میں نکل آیا ہے اب کانگریس کا جادو جو مختلف صورتوں میں مختلف جگہوں پر ظاہر ہوا کرتا تھا۔ مسلمانوں کو بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کس تیزی کے ساتھ اور کسی حقیقت شناسی سے مسلمانان ہند کانگریس سے جدا ہو رہے ہیں۔ تو کیا خدا نخواستہ آپ ان پرانے پھندوں کا شکار ہو جائیں گے؟ میں نہیں سمجھتا کہ رامپور کے غیور و باحمیت مسلمان اپنے پروسی بھائیوں کی حالت سے سبق نہ لیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ سب کچھ تہی سے کانگریسی نوکریوں کا مقابلہ کریں گے اور اپنی ریاست و رییس کا پورا ساتھ دیں گے اور اس نام نہاد سیاست سے درست کنارہ کش ہو جائیں گے۔

برخیز تا کیسو نہیم این دلق ارزق قام را
 (سعدی)
 یہ باد قلاشی و ہم این شرک تقویٰ نام را

دہلی اور پردہسی کی بحث | رامپور میں دہلی و پردہسی میں شہر تعلقاً

کے وجہ تھے اور ہیں۔ مگر جدید سیاسی تحریک کے ساتھ ساتھ پردہسیوں کو اور ان پردہسیوں کو غیر سمجھنا شروع کر دیا گیا جو رامپور پر اپنی جانبیں بنا کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند امور تو جو طلب ہیں جو بتائیں گے کہ رامپور کے اندر اس قسم کا تقصیب پیدا کرنا ہرگز حالات کے موافق نہیں ہے۔

رامپور کی جغرافیائی حالت | سب سے پہلی چیز۔ رامپور کی جغرافیائی

حالت ہے۔ رامپور ضلع مینی ٹال و برٹن ضلع روہیل کھنڈ کے درمیان واقع ہے۔ ریاست سے متصل شمال کو ضلع مینی ٹال، جنوب کو ضلع بدایوں مشرق میں ضلع بریلی اور مغرب میں ضلع مراد آباد ہے۔ اور ان ضلع متصلہ سو جدا کرنے والی کوئی دشوار گزار حد نہیں ہے۔ آمد و رفت کے ذرائع یعنی ریل، پختہ سڑکیں اور خام راستے بحیرت موجود ہیں۔ ناممکن ہے کہ رامپور ان پڑوسی ضلعوں سے بے نیاز ہو کر رہ سکے۔ علاوہ بریں قربت داری و تعلقات بیکانگت باہمدگر تقریباً پونہ دہ صدی سے قائم ہیں۔ غرض کہ قدرت نے اور رامپور کو دیرینہ نے رامپور کو روہیل کھنڈ کا جز اور جڑ و لاینفک بنا دیا ہے۔ اگر رامپور دیگر ریاستوں کے سلسلہ میں ہندوستانی میں واقع ہوتا۔ یا بیچ ریگستان و سرحد پہاڑوں نے رامپور کو دیگر اقطار ملک سے علیحدہ

کر دیا ہوتا تو رامپور کی جداگانہ مہتی کا دعویٰ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جب کہ رامپور کا ضلع متصلہ سے چولی دامن کا ساتھ ہے تو علیحدگی کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔

انتظامی وجہ | دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ کسی چھوٹی سی جگہ میں وہاں کے مقامی لوگ نظم و نسق کرنے میں ہمیشہ دقت

محسوس کیا کرتے ہیں۔ ریاست رامپور ایک برٹش انڈین ضلع کی برابر ہے۔

اس میں کوئی قصیدہ لائق امتیاز نہیں صرف شہری آبادی ایسی ہے جہاں

ریاست کی ملازمت میں لوگ لیے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ہزاروں باشندگان

شہر رامپور داخل ملازمت ہیں لیکن شہر میں ایک دوسرے درشتہ داری

و خاندانی مراسم و ذاتی میل و مروت کے تعلقات وسیع و عمیق ہیں جب

ان لوگوں کے معاملات و مقدمات کسی رامپوری حاکم کے سامنے پیش ہوتے

ہیں تو اوہ بے حیدری محسوس ہونا قدرتی امر ہے۔ فطری جذبات کا مقابلہ

کرنا بہت دشوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے ہمیشہ اس اصول کو

مد نظر رکھا ہے کہ ایک ضلع کا باشندہ اسی ضلع میں برسر حکومت نہ ہو

رام پور بھی اگر اتنا وسیع ملک ہوتا جیسا کہ حیدر آباد و کشمیر ہے کہ ایک

حصہ ملک کا ساکن دوسرے گوشہ ملک میں بھیجا جاتا تو غالباً کوئی دقت

محسوس نہ ہوتی۔

عدل گستری حکومت کا فرض اولیٰ ہے اور انصاف کا چشمہ ہمیشہ

سات بلکہ شفاف رہنا چاہیے۔ والی ملک پر رعایا کے حقوق ہیں اور ان حقوق کا اقتضا ہے کہ معاملات میں انصاف و عدل ہو۔ ایک فرد کو دوسرے پر ترجیح نہ دی جائے۔ خود راہپور میں مجھ سے بعض ارباب حکومت نے اس قسم کی دقتیں محسوس کرنے کا ذکر کیا ہے جو وطنی تعلقات کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس کا مداوا یہی ہے کہ بیرونی عنصر کو ایک حد مناسب تک حکومت میں دخل دیکر حکام و محکوم کے مابین توازن قائم رکھئے۔ رام پور کے دایا سابق نے اسی بنیادی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی رعایا اور ریاست کے متعلق کچھ سمجھوتہ برٹش گورنمنٹ سے کر لیا ہے جس کا ذکر آئندہ سطویں کیا جاتا ہے۔

رام پوریوں کے حقوق | تیسری جگہ قابل ذکر یہ ہے کہ ریاست
 رام پور نے اہل راہپور کے ذرائع
 برٹش انڈیا میں :- آمدنی صرف ریاست تک محدود نہیں
 رکھے بلکہ کمال دہائی کے ساتھ برٹش گورنمنٹ سے اپنی رعایا کے واسطے
 وہ حقول حاصل کر لیے جن کی صحیح قدر بعض اہل راہپور بھی نہیں کر رہے
 ہیں۔ وہ عظیم الشان حقوق ذیل میں عرض کرتے ہیں :-

انگریزی حکومت اور ریاست رام پور کے مابین معاہدہ ہو چکا ہے
 کہ انگریزی مملکت میں جو عہدے پڑ گئے جائیں ان میں راہپوری رعایا

کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو انگریزی رعایا کو ہوں۔ چنانچہ - پیو - پی
 پبلک سروس کمیشن کے اعلانات جو آئے دن ہوتے رہتے ہیں اُن میں
 اُمیدواروں کے اوصاف مطلوبہ کے متعلق واضح کر دیا جاتا ہے کہ وہ
 لوگ ساکن صوبہ آگرہ و اودھ ہوں یا ریاست رامپور یا ریاست بنارس
 یا ریاست ٹیڑھی گڑھوال کے باشندے ہوں یعنی پیو - پی گوورنمنٹ
 اپنی رعایا اور رام پور کی رعایا میں کوئی امتیاز نہیں کرتی۔ اسی مساوات
 کا نتیجہ ہے کہ رام پوریوں نے برٹش اضلاع میں بڑے سے بڑے
 عہدے حاصل کیے۔ اب انصاف کیجیے کہ آپ پیو - پی والوں سے برابر کا
 حصہ بٹالیں اور اُن کے ساتھ وہی برتاؤ روانہ رکھیں یہ کہاں تک
 مناسب ہے۔ ۹۔ پیو - پی گوورنمنٹ آپ کو ۸ مصلحوں میں ملازمت دے
 رہی ہے اُس کے عوض میں آپ ہیں محض ایک ضلع میں مساویانہ حقوق
 دیجیے *Give and take* کے معمولی اصول کو آپ کیسے
 نظر انداز کر سکتے ہیں۔

ریاست رامپور نے اپنی رعایا کی حقوق طلبی پر متوجہ ہو کر کچھ عرصہ
 سے بیرونی اشخاص کو ملازمت دینے میں سابقہ طریق عمل بدل دیا تھا۔
 اس پر برٹش گوورنمنٹ نے نوٹس لیا اور گوورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی دفعات
 کا حوالہ دیتے ہوئے ریاست سے معلوم کیا کہ آپ ملازمتوں کے بارے میں

یو۔ پی گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد عمل رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر حکومت رامپور اتحاد عمل نہ رکھتی تو سرکاری ملازمت یو۔ پی سے رامپوری صاحبان محروم ہو جاتے اور اس سے رام پوکو کتنا نقصان پہنچتا۔ لہذا حکومت رام پور نے اس نازک مسئلہ کو ریاست کی کونسل کے روبرو پیش کیا۔ کونسل نے فیصلہ اتحاد عمل کی موافقت میں بتایا، ۲۴ رجون ۱۹۳۷ء دیا۔ ذیل کے انتخاب رامپور گزٹ سے یہ معاملہ واضح ہوگا لہذا اب دیسی پردیسی کی بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ریاست میں بیرونی اشتیاق ملازمت کا اتنا ہی حق رکھتے ہیں جتنا کہ اہل رام پور۔ تاہم ریاست اب بھی اہل رام پور کو ترجیح دیتی ہے یعنی شاذ و نادر ہی کسی باشندہ یو۔ پی کا تقرر ہوتا ہے۔ میں رام پوری اہل سیاست سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس تفریق کو اب بھول جائیں۔

نبردنگ دو عالم کہ نقش الفت بود

(حافظ)

زمانہ طرچ محبت نہ این زمانہ اندخت

نقل روبکار متعلق ملازمت اشخاص بیرونی

اعلیٰ حضرت بندگان حضور پر نور دام اقبالہم۔
بعض عرض می رساند

جناب کے

تحت دفعہ ۲۶۲ (۲) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۷ء

صوبہ متحدہ میں باشندگان رام پور کو سول عہدہ جات دئے جانے کے متعلق علان شائع کرنے سے قبل توسط صاحب پولیسکل ایجنٹ بہادر یو۔ پی گورنمنٹ نے استفسار کیا تھا کہ باشندگان صوبہ متحدہ کو ریاست میں سول عہدہ جات دیے جانے میں دربار کو اتحاد عمل منظور ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں یو۔ پی گورنمنٹ نے ہمایوں سے حسب سفارش کونسل ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء کو منظور سی عطا فرمائی گئی تھی اور صاحب پولیسکل ایجنٹ بہادر کو بذریعہ تار مطلع کر دیا گیا تھا کہ دربار کو اتحاد عمل منظور ہے۔ اب بجانب صاحب پولیسکل ایجنٹ بہادر ایک چھٹی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۳۷ء بدیں مضمون موصول ہوئی کہ یو۔ پی گورنمنٹ نے

صرف موجودہ باشندگان رام پور کی برقراری ملازمت بلکہ آئندہ کے لیے سول عہدہ جات دیے جانے کے متعلق بھی یو۔ پی گزٹ میں اعلان شائع کر دیا ہے۔ اور اب استدعا کی ہے کہ بموجب اتحاد عمل باشندگان صوبہ متحدہ کو ریاست میں سول عہدہ جات دیے جانے کے متعلق اور موجودہ ملازمان برقرار رکھنے کے لیے اسٹیٹ گزٹ میں بھی اسی طرح اعلان شائع کر دیا جاوے۔ کونسل نے جلسہ منعقدہ ۲۴ جون ۱۹۳۷ء میں اعلان مندرجہ بالا اسٹیٹ گزٹ میں شائع کئے جانے سے اتفاق کر لیا ہے۔ بنابر اس ترقی خود مستدعی ہے کہ پیشگاہ ہمایوں سے حکم اشاعت گزٹ اعلان مندرجہ بالا شرف نفاذ پائے۔ زیادہ حد ادب عہدہ دولت و اقبال جاوید بادے در ترقی خواہ دستخط عالی مرتبت صاحب خفیہ بہادر

معروضہ ۲۴ جون ۱۹۳۸ء ششہ
صدر سے ایک نقل حکم ہمایوں معہ
نقل عرضداشت درج گزٹ ہوئے

سرکار عالی نے اس تحریک
پر منظوری عطا فرمائی۔

کے لیے مطیع کو بھیجا جاوے۔ اصل کا غذات دارالانشاء اور سال کئے
جائیں۔ ۳۰ جون ۱۹۳۸ء دستخط عالی مرتبت صاحب چیف منسٹر

چوتھی بات جس کا ذکر اس سلسلہ میں کیا
ضروری ہے وہ والیان سابق کا عملہ

سابقہ دیرینہ عمل درآمد

ہے آغاز سلطنت سے راپور کا وہی اصول رہا جو دیگر ریاستوں میں بھی جاری
ہے کہ ارکان حکومت کے انتخاب میں تعصب و تنگدلی کو دخل نہیں دیا جاتا،
بلکہ قابلیت و خیر اندیشی کو معیار انتخاب قرار دیکر لائق افراد کو مختلف مقامات سے
بلا کر جمع کیا جاتا ہے۔ اور وہ بیرونی اشخاص اطاعت و کارگزاری و جان فدا
میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔ نواب سید علی محمد خاں بہادر بانی ریاست کے
دست راست شیخ سعادت اللہ صاحب بدایونی تھے۔ حکومت المسلمین
میں لکھا ہے کہ نواب سید علی محمد خاں بہادر کا اقتدار الموطرہ کی فتح کے بعد بہت
کچھ بڑھ گیا۔ مراد آباد۔ سنہل۔ بریلی۔ پبلی بھیت۔ بدایوں۔ آنولہ۔ اور بہت
سے ملک ان کے قبضہ و تصرف میں آ گئے اور تیس چالیس ہزار افغان روپے
ان کی سپاہ میں جمع ہو گئے۔ اس تمام ریاست و افواج کا نمبشی عام شیخ

سعادت اللہ بدایونی کو مقرر فرمایا گیا تھا۔ وہ بخشی الممالک محمد سعادت اللہ خاں بہادر لکھے جاتے تھے۔ نواب سید احمد علی خاں بہادر کے عہد میں میاں حکیم اللہ صاحب ساکن امر دہہ مدار الملہام رہے۔ منشی دھونگل سنگھ صاحب شاہجہان پوری نائب ریاست تھے۔ اور میر شجاعت علی صاحب ساکن سرسی محمود پور اعلیٰ عہدہ دار تھے۔ نواب سید محمد سعید خاں بہادر خود بدایوں کی ڈپٹی کلکٹری سے تشریف لاکر تخت نشین ہوئے وہ اکثر بیرونی اشخاص کو ہمارا دلیتے آئے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالقادر صاحب مراد آبادی اور شیخ وجیہ الزماں صاحب ساکن اودھ خاص معتمدین ریاست میں تھے۔ سفارت وغیرہ کے مازک ترین کام ان ہی حضرات سے لیے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ شاہ محمد صاحب ساکن مراد آباد نائب ریاست تھے اور حکیم سعادت علی خاں صاحب ساکن آنولہ جنرل فوج تھے۔ اور بعد کو مدار الملہام مقرر کئے گئے۔ نواب سید یوسف علی خاں بہادر کو اپنے عہد حکومت میں سب سے زیادہ بھروسہ حکیم سعادت علی خاں صاحب پر تھا۔ اور حکیم صاحب نے بھی وفاداری و خوش تنبیری کی انتہا کر دی۔ مصنف اخبار الصنادید کی رائے ہے کہ حکیم سعادت علی خاں کی ہی کوشش تھی جس سے نواب یوسف علی خاں بہادر باوجود مصائب غدر کے اپنی ریاست پر حکومت جاری رکھی۔ یوں تو ہر عہد میں نظم و نسق کی ذمہ داری بہت کچھ بیرونی اشخاص پر رہی۔ لیکن نواب سید

کلب علی خاں بہادر کے عہد حکومت میں بیرونی اہل کمال سے رام پور بھر گیا تھا
غدر نے دہلی و لکھنؤ کی تباہی مکمل کر دی۔ دونوں جگہ علماء و شعراء اہل
و کمال و صنائع موجود تھے۔ جن کو رام پور کے سوا ملجا و مادانپور نہیں آیا جو قی
کا بلین علم و فن رام پور آ پہنچے۔ اور ہر شعبہ میں بہتر سے بہتر شخص نظر آتا تھا
اخبار الصنادید جلد دوم کے صفحات ۲۰۲ لغایت ۲۱۰ میں ان نامور ملازمین
ریاست کی فہرست درج کی گئی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں بھی ایک
ضمیمہ ایسے بیرونی ملازمین کا میں نے مرتب کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صوبہ
یو۔ پی کے چمستان کا عطر نواب خلد آشتیاں نے رام پور میں رکھ لیا تھا۔
عالم، فاضل، طبیب، شاعر، سیاست داں، مرثیہ خواں، سپاہی، خوشنویس
رکاب دار، بادچی، گوتے و داستان گو غرض کہ ہر شعبہ کا کامل رام پور
میں موجود تھا۔ بعض اب تک موجود ہیں۔ و انھیں رام پور کے تمدن میں اس
اجتماع خصوصی سے انقلاب عظیم ہو گیا جس کا اثر اب تک جاری ہے نہ مادہ
قریب میں بھی عنان حکومت متواتر بیرونی حضرات کے ہاتھ میں رہی۔ نواب
سید مشتاق علی خاں بہادر کے عہد میں اور نیز جنت مکاں کے ابتدائی
دور میں جنرل غلام الدین خاں صاحب نے بڑے شد و مدت حکومت
کی۔ مرحوم نجیب آباد کے رہنے والے تھے۔ پھر عہدہ مدارالمہامی پرنواب
محمد اسحاق خاں صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج و رئیس ضلع بلند شہر فائز رہے۔

ان کے بعد مولوی عبدالغفور صاحب ساکن ضلع میرٹھ اور آخر میں سر
عبدالصمد خاں بہادر قدیم رئیس نجیب آباد چیف سیکریٹری اور حکومت کے
ذمہ دار رکن رہے۔ اسی طرز انتخاب کو قائم رکھتے ہوئے خان بہادر مسٹر
مسعود الحسن و مسٹر سید بشیر حسین زیدی کا تقرر عمل میں آیا۔

مدارالمہامی سے کمتر عہدوں پر بھی بیرونی اشخاص بکثرت ملازم رہے ہیں
اور جان شاری کے ساتھ رام پور کی خدمت کرتے رہے۔ وہ لوگ
جنہوں نے رام پور کو بہ لحاظ عمارات کی خوبصورتی کے ہند بالائی کے
نمایاں شہروں کی فہرست میں داخل کر دیا اور نیز وہ عساجان جنہوں
نے علوم کی روشنی سے رام پور کو منور کر دیا۔ بیشتر پر دسی تھے تفصیل ضمیمہ
سے معلوم ہو سکیگی۔

رام پور میں بیرونی و مقامی
بیرونی اشخاص کا رام پور سے
روحانی و قلبی رشتہ۔
کی بحث کی قاطع — پانچویں
وجہ وہ روحانی تعلق اور علمی

رشتہ ہے جو اہل رام پور اور بیرونی حضرات کے درمیان رہا پور
رام پور عرصہ دراز سے علوم قدیمہ کا مرکز ہے۔ یہاں مدرسہ عالیہ
کے فیض سے صد ہا رام پوری و غیر رام پوری حضرات سیراب ہوئے
ہیں۔ رام پوری مدرسین نے بیرونی طلباء کو مستفیض کیا۔ اور بیرونی

اساتذہ سے رامپور والوں نے فیض حاصل کیا۔ یہ روحانی و دماغی
 رشتہ ایسا زبردست ہوتا ہے کہ توڑے نہیں ٹوٹ سکتا۔ شمس العلماء
 مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی۔ مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی
 مولانا محمد طیب صاحب و دیگر علماء نے جو روشنی رام پور میں پھیلائی
 ہے۔ اس سے رام پور عصر تک منور رہیگا۔ اضلاع قرب و جوار میں
 نہیں بلکہ دور دور تک رامپور سے فیض یافتہ حضرات ہیں اور تھے۔
 ہندوستان کے مایہ ناز فرزند مٹر جسٹس سید کریم حسین جو ابتدا
 میں محض عربی و فارسی کے علوم کی تحصیل میں مصروف رہے اور جو ان عمر
 و فارغ التحصیل ہو کر انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ رام پور ہی کے
 بنائے ہوئے تھے۔ محض۔ یو۔ پی۔ ہی نہیں بلکہ صوبہ بنگال و پنجاب و
 صوبہ سرحدی تک رام پور کے فیوض علمی سے مالا مال ہو رہے ہیں۔
 تعلیم کے سلسلہ میں اسٹیٹ ہائی اسکول بھی لائق فز و گذاشت نہیں ہے
 اہل رام پور کو انگریزی سے اسی درس گاہ نے واقف کیا۔ اور آج
 اسٹیٹ اسکول کے دوش بدوش رضا اسکول اور گرس اسکول بھی
 اسی طرح خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ عالیہ اسٹیٹ
 ہائی اسکول و دیگر مدارس میں معلمین اور ماسٹرز یا دہ تربیرونی حضرات
 رہے ان استادوں کی شفقت و محبت نے رامپوری شاگردوں کے

تغلوب میں وہ گنجائش ان کی طرف سے پیدا کر دی کہ تدریجی رشتہ پر بھی بعض اوقات فوق حاصل کر لیتی ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے کہ رام پور کی خدمت میں غیر رامپوری لوگ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ بلکہ رام پور کو بسا اوقات اپنے وطن سے زیادہ عزیز رکھا۔ اور سچی وفاداری کے ساتھ اپنی زندگیاں رئیس و رعایا پر نثار کر دیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ سلسلہء عام پوری وغیرہ رامپوری کی بحث پیدا کی جائے اور صدیوں کے تعلقات کو میٹھنے کی کوشش کر کے اپنوں کو غیر بنایا جائے۔

محاملہ و انصاف کی بات | چھٹی وجہ ایک اور ہے جس کی بنا پر رامپور میں ملکی و غیر ملکی

کی بحث نہیں اٹھائی جاسکتی۔ اہل رامپور بے سلسلہ ملازمت و دوکھا و تجارت و دیگر تعلقات اضلاع برٹش انڈیا سے اس قدر متمتع ہو رہتے ہیں کہ معمولی معاملات کے اصول کے ماتحت ان اضلاع کے باشندوں کو رامپور سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ بریلی و مراد آباد اہل رامپور کا وطن ثانی ہے۔ ان دونوں جگہ بالکل وطنیوں کی طرح اہل رامپور نظر آتے ہیں۔ بریلی و پٹی بھیت نے اپنا نمائندہ ایک رامپوری یعنی مولوی عزیز احمد خاں صاحب کو منتخب کیا۔ اور اپنی

طرف سے صوبہ کی اسمبلی میں بھیجا۔ صوبہ متحدہ کے سات بڑے شہروں نے سنٹرل اسمبلی میں نمائندگی ایک رامپوری بزرگ کے حوالہ کی۔ جہنوں نے ان شہروں کے باشندوں سے زیادہ ان کی حمایت کی۔ کیا یوپی کی اس فراخ دلی کا جواب رام پور تعصب و تنگ دلی سے دے گا۔ ۹۔

اپنی حدود و تقصیت کی بنا پر میں ذیل کے نام گنا سکتا ہوں جو رام پور کے باشندے ہوتے ہوئے برٹش انڈیا میں یا دیگر ریاستوں میں	رامپوری صاحبان جن سے برٹش انڈیا میں تعصب نہیں برتنا جاتا ہے
---	---

ملازمت کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں اور جن کی قدرواں کے
دسی باشندوں سے کم نہیں کی جاتی اور کسی قسم کا دسی اور پردسی کا
تعصب ان سے نہیں برتنا جاتا۔

مسٹر عبدالرشید خاں آئی۔ سی۔ ایس۔ خان بہادر مولوی
مفتو د علی خاں ریٹائرڈ کلکٹر پٹی بھیت چیف منسٹر بنارس۔
مسٹر محمود خاں ڈی۔ ایس۔ بی۔ مسٹر عبدالحلیم خاں ڈی ایچ پی
مسٹر عبدالحلیم خاں ڈی پی کلکٹر خاں ہوم منسٹر رام پور

مسٹر مسعود خاں کو تو ال بدایوں - صاحب زادہ محمود علی خاں سابق
دیوان سچین - خان بہادر ممتاز اللہ خاں ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر -
خان بہادر فدا علی خاں صاحب مرحوم پروفیسر - سر عبدالصمد خاں
بہادر مسٹر کشمیر - سر حشمت اللہ خاں بہادر ممبر کونسل گوالیار -
کرنیل شہباز مت اللہ خاں صاحب افسر فوج گوالیار -
مسٹر نیاز احمد خاں ڈی - ایس - پی - مسٹر وجاہت حسین پروفیسر
سید اشرف شاہ صاحب انپکٹر پولیس - بابور ادھکا بہاری لعل
صاحب پروفیسر - مسٹر جتہ بہاری لال صاحب سول جج -
بابو کنور بہاری لال صاحب تحصیلدار - مسٹر مہا بیر پرشاد صاحب
پوسٹماسٹر - مسٹر کشن سروپ صاحب کورٹ انسپکٹر -
مسٹر کنور بہاری لال صاحب اکونٹنٹ پرائیویٹ سکرٹری ہزاری
گورنر - پی - مسٹر مہادیو سہاسے لائبریرین لکھنؤ یونیورسٹی -
مولوی شمس الغنی خاں صاحب ایم - اے - ایل - ٹی سابق پرنسپل
یٹچرس ٹرنینگ کالج اجیر - حال وکیل اجیر - مولوی عزیز احمد خاں ایڈوکیٹ -
شمس العلماء مولوی منور علی مدرسہ عالیہ کلکتہ وڈھا کہ -

ان مخصوص ہستیوں کے علاوہ مددگار امپوری صاحبان چھوٹی
ملازمتوں پر برٹش گورنمنٹ میں ہیں - یو - پی کے ضلعوں میں کوئی ضلع

غالباً ایسا نہ ہوگا جہاں رام پور کے جوان پولیس میں نہ ہوں۔ مراداً بآ
بریلی، بدایوں میں تو بڑی تعداد میں پولیس کانسٹیبل رام پور والے ہیں
علاوہ ملازمت کے دیگر قسم کے تعلقات بھی رامپوری صاحبان کے اضلاع
متصلہ سے ہیں۔ وکالت و تجارت۔ زمینداری و کاشتکاری کے ذریعہ
اہل رامپور ان عملوں میں کافی فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ جب پولی
اور خصوصاً اضلاع متصلہ رام پور سے اپنی موافقت و اتحاد کا ایسا
زبردست ثبوت دے رہے ہیں تو رام پور کے اندر دسی و پردسی
کی بحث پیدا کرنا نہ منطق کے موافق ہے نہ قانون کے، نہ اخلاق کے
اور نہ اصول معاملت کے۔ یہ جذباتی چھڑ چھاڑ جس قدر جلد ترک کی
جائے فریقین کے لیے بہتر ہے۔ صرف سنجیدگی سے غور کر کے رائے
تمام کرنے کی ضرورت ہے

میرا مطلب یہ نہیں کہ رام پور میں ہر جگہ پر بیرونی شخص بھردے
جائیں بلکہ قابلیت اور غیر طلبی سرکار کو بجایا بنائے ہوئے بلا امتیاز
وطن کی ملازمت ملنا چاہیے۔

دسی و پردسی کے امتیاز سے
زیادہ تکلیف دہ بحث شیعہ

شیعہ و سنی کی بحث

سنی کی ہے جو رام پور میں کچھ عرصہ سے سننے میں آئی۔ سنی و شیعہ کے

اختلافات ہر جگہ قابلِ انیس ہیں خصوصاً رام پور میں۔ رام پور ایسی جگہ ہے جہاں کم از کم حکمران خاندان میں تشیع و سنن مخلوط رہا ہے۔ اور ساری ریاست میں دونوں فرقوں کے مابین اختلاف کبھی نہیں رہا۔ ایک دوسرے کے محسوسات کی وقعت کرتے رہے اور معاشرتی تعلقات نہایت خوب رہے۔ منجہ فرمانروایان سابق کے نواب سید احمد علی خاں بہادر۔ نواب سید محمد سعید خاں بہادر و نواب سید یوسف علی خاں بہادر شیعہ تھے اور اپنے مذہبی ارکان بھی آزادی سے ادا کرتے تھے۔

اخبار الصنادید کے صفحات ۸۷، ۹۰ و ۹۱ پر ان کے عقائد کی تفصیل درج ہے۔ دیگر نوابین میں بعض کے اہل تشیع ہونے کا یقین کیا جاتا ہے۔ ان صاحبان کی اولاد میں اور ازواج میں شیعہ بھی تھے اور سنی بھی۔ لیکن مذہبی اختلافات کبھی نمایاں نہیں ہوئے۔ جناب جنت مکان ایسے غالی شیعہ تھے کہ اپنے مذہبی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بسا اوقات مناظرہ تک پہنچ جاتے تھے۔ ہمارے بوجہ سرکار کبھی کسی معاملہ میں کسی کی دشمنی گوارا نہیں فرماتے اور مذہبی چھیڑ چھاڑ کے قریب نہیں آتے بلکہ مذہبی امتیاز و مخالفت کو حتی الامکان مٹانا چاہتے ہیں۔ میں نے اسال محرم میں دیکھا کہ زمانہ سابق سے جو مخصوص شیوہ رسم امام پارے میں ہوتے تھے اُن میں بھی ترمیم کے وسیع انجالی کو رواج دیا گیا ہنر بانس کے کسی فعل سے مذہبی بنیاد پر ترجیح پانچویں کا اظہار نہیں ہوتا ہے۔ اسال ۸ محرم کی حاضری کے دسترخوان پر قلعہ کے اندر

۷۲
امام باڑہ میں شیعہ دینی صاحبان کو کچا دست خوان پر بٹھانا عظیم المثال کارروائی ہنرمانس کی ہے۔
ملازمت سرکاری | عموماً لوگ تحقیق کی تکلیف گوارا نہیں کیا کرتے اور کوئی بات
میں شیعہ | خواہ کسی ہی بے بنیاد ہوا ایک مرتبہ شہرت پذیر ہو جائے تو

اس شہرت میں ترقی ہوتی جاتی ہے تا وقتیکہ اس کی باقاعدہ تردید نہ کی جائے۔ رامپور میں
تخریک یا سی ایف مخصوص لوگوں نے کرائی اور اب کچھ عرصہ سے خود ان صاحبان نے تو
اپنے طریقہ میں تبدیلی کر لی لیکن دوسرا ان کی جگہ پر آگئے۔ تخریک دلچسپے مقبول بنانے
کے لئے بعض باتیں نرارتی گئیں۔ ان میں سے ایک شیعوں کے ساتھ ترجیحی برتاؤ کی شکایت
بھی تھی۔ چنانچہ عام خیال پیدا ہو گیا کہ ملازمت سرکاری میں شیعوں کو غیر درجہ حصہ
ملتا ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے اور اس کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ مخالفین ریاست کی
طرف سے بالقصد غلط پروپیگنڈا کیا گیا۔ چنانچہ ایک مطبوعہ کتاب میں از سر تا پا بے بنیاد
بائیں درج کر دی گئیں ہیں۔ ۱۹۳۰ء کے یعنی ہنرمانس نواب سر سید حامد علی خان بہادر
جنت مکان کے اس عہد کے ادینبر عہد موجودہ کے شیعہ ملازمین کی فہرستیں حاصل کی ہیں
حال کی فہرست جو نومبر ۱۹۳۹ء تک کی ہے صمیمہ ۲ میں درج کر دی ہے جس سے نام نہام
شیعہ ملازمین کی تفصیل ستواہ و عمدہ و مدت معلوم ہوتی ہے۔ عہد سابق میں یعنی ۱۹۳۰ء
میں ملازمین ریاست کی تعداد بلحاظ مذہب کے حسب ذیل تھی:-

اہلسنت	شیعہ	ہنود	میزان
۷,۹۳۵	۳۲۸	۲,۹۶۴	۱۰,۹۲۷

عہد موجودہ میں ۱۹۳۹ء میں تعداد ملازمین تقریباً گیارہ ہزار کی بجائے چھ ہزار رہی ہے حکومت موجودہ نے کفایت شکاری پر عمل کر کے غیر ضروری محکمے شکست کرائے اور مختلف محکمہ جات میں ملازمین کی تعداد گھٹا دی ہے ان ۶۰۸۲ میں صرف ۲۹ شیعہ بوقت تیاری فہرست تھے اور اب تخفیف مزید کے بعد صرف ۱۳۶ رہ گئے ہیں گویا فی الحال تقریباً ۲۱ فیصد شیعہ میں کیا یہ تخفیف تعداد کسی طرح قابل لحاظ ہے؟ ان ۲۹ شیعہ ملازمین میں ۱۸ مخصوص ادارت مثل مقبرہ امام بارگاہ وغیرہ تعلق رکھتے ہیں اور جملہ ملازمین میں ۸۷ عہدہ سابق سے ہیں۔ موجودہ ملازمین میں صرف ۳۹ شیعہ ایسے ہیں جو عہدہ موجودہ کے زمانہ میں سال میں ملازم ہوئے ہیں۔ !!

بلحاظ حیثیت کے انہیں سے ۱۰۳ چھوٹی ملازمتوں پر ہیں جنکی تنخواہ پچاس روپیہ متجاوز نہیں ہے۔ ان میں سے زیادہ تر چپراسی۔ فرش۔ خدام امام بارگاہ وغیرہ ہیں۔ کل ریاست میں ۳۳ ملازمین قابل ذکر شیعہ ہیں اور ریاست میں کل آبادی ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ ہے یعنی ۲،۶۴،۹۰۹ ہے جن میں شہر و مفصلات میں شیعہ بھی آباد ہیں۔ !!!

حقیقت ہے شیعوں کی ملازمت کی راپور میں یونٹوں میں کو بنیاد و تحقیق ملازمت بنانا بالکل غلط ہے کسی شخص کو عائد مذہبی کی بنا پر نہ ملازم رکھنا چاہئے اور نہ ملازمت کے محروم کرنا چاہئے۔ معیار ملازمت ذاتی قابلیت اور سرکاری اعتماد ہو سکتا ہے۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو راپور کے دور حاضر میں شیعہ ملازمین میں حد زیادہ کمی کر دی گئی ہے۔ نواب جنت مکان کے عہد میں شیعہ ملازمین کی تعداد ۲۸۳ تھی اور کل ملازمتوں میں ان کی نسبت ۳ فیصدی تھی۔

اب اس تعداد میں ۲۰۲ کی کمی ہو گئی ہے اور موجودہ میزان ملازمین میں شیعوں کا تناسب دو فیصدی کے قریب ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ امر واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ بہت شیعہ ملازمین جنہوں نے نمایاں خدمات ریاست میں کیں اور بوجہ مختلف ماضی قریب میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے انکی جگہ پر یا اس جلیے کسی دوسرے عہدہ پر شیعہ کا تقرر نہیں ہوا چند نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

منشی شبیر علی انصاری (ڈپٹی سکریٹری چیف منسٹر) اف، کپتان آغا ذکریا حسین صاحب (ڈی۔ ڈی۔ سی) مولوی محمود حسن صاحب (پروفیسر مدرسہ عالیہ) خان بہادر سید ابو محمد صاحب (ریونیو منسٹر) خان بہادر سید محمد عباس زیدی صاحب (ریونیو سکریٹری) سید معقول احمد صاحب (سکریٹری کونسل آف اسٹیٹ) سید حامد حسین صاحب (افسر جنگلات) سید تنویر حسین صاحب (سپرٹنڈنٹ باغات) مسٹر باقر علی خاں (سپرٹنڈنٹ ڈیولپمنٹ) منشی شوکت علی صاحب (محافظ دفتر) جب کوئی گروہ پہلے ہی سے ملازمت میں کم ہو تب مزید کمی اسکو زیادہ محسوس ہوتی ہے ایسوجے سے رامپور میں شیعوں کو کچھ عرصہ سے شکایت ہے کہ انکو خواہ مخواہ نظر انداز کیا جا رہا ہے بہر حال ملازمت میں شیعوں کی زیادتی واقعہ کے خلاف اس کو وجہ شکایت نہیں بنانا

چاہئے:-
مسٹر زیدی کی چیف منسٹری کوئی گورنمنٹ بھی ہو منسٹروں کا تقرر صرف انکی اصول اور دیگر ریاستوں میں کے ماتحت ہوتا ہے یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ کی پالیسی و منسٹر و عہدہ داران طریقہ عمل سے پوری ہمدردی و ذریعہ ہو۔ فرمانروا و وزراء

کے مابین مکمل اتحاد و عمل اگر نہ ہو اور عہد داران کو فرمانروا سے خلوص و وفاداری نہ ہو تو گورنمنٹ کا جاری رہنا محال ہے۔ برسلطنت ہر صوبہ ہر ریاست میں یہی ایک طریقہ حکومت کا ہے کہ متعدد ترین شخص وزیر عظم ہو گا۔ اور اس سے متحد الحیال چند اشخاص اس کے مددگار ہو کر کیبنٹ بنائینگے۔ اگر باہمی اتحاد و خلوص مفقود ہو تو وہ گورنمنٹ سکین کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔ قدم قدم پر اس کو مصیبت کا سامنا ہو گا۔

زیدی صاحب کا تقریف منسٹری پر اس وجہ سے ہو کہ وہ سرکار کے متعدد ترین شخص ہیں ان کا شیعہ ہونا باعث ملازمت نہیں ہے اور انکی حکومت کو شیعہ حکومت کہنا سخت غلطی ہے زیدی صاحب خاص مذہبی رجحانات نہیں رکھتے اور کسی معاملہ میں کبھی بھی مذہبی تعصب کے قریب نہیں آتے بلکہ تعلیم یافتہ لوگوں میں جیسی وسیع الحیالی ہوتی ہے ان میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ انکی رفیقہ حیات بھی کھفی المذہب ہیں۔ اس لئے ان سے مذہبی تعصب کی اندیشہ نہ پایا جاتا ہے۔ زیدی صاحب کو اس منصب پر انکی غیر معمولی ذہانت و قابلیت نے اور اس سچے خلوص نے جو انکو سرکار سے پہنچایا ہے۔ کوئی فرمانروا تقریر و وزراء کے وقت وزیر کے عقائد مذہبی کا لحاظ نہیں کرتا۔ میسور جیسی وسیع عظیم ہندو ریاست کے چیف منسٹر سر مرزا محمد امجد شیعہ ہیں۔ بنارس اسٹیٹ میں جی کا دار الحکومت ہنو کا مقدس ترین نیرتھ ہے خان بہادر سید علی صائم سلمان و شیعہ چیف منسٹر ہیں کشمیر جیسی ہندو ریاست میں سر عبد الصمد خان بہادر منسٹر ہیں۔ اور خیبر پور ہندو شیعہ ریاست کے چیف منسٹر خان بہادر مولوی حاجی سید اعجاز علی صاحب المہنت ہیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی اسلامی ریاست حیدر آباد کے وزیر عظم مسٹر

۷۶
اکبر حیدری شیعہ ہیں۔ غرض کہ منسٹری پر یا کسی عہدہ پر تقرر کے دو سو سو تے ہیں
وہی اصول رامپور میں ہے اور نہ ناچاہئے شیعہ ہونا یا نہ ہونا نہ باعث ملازمت ہو سکتا ہے اور
نہ مانع ملازمت۔

شیعوں میں عموماً خواندہ و ملازمت پیشہ لوگ زیادہ ہوتے ہیں اس لئے حیدر آباد و کشمیر
پٹنالا و گوالیار و بھرتور میں بہت شیعہ اعلیٰ عہدوں پر موجود ہیں برٹن انڈین اضلاع میں
بھی ملازمت میں شیعوں کا حصہ بلحاظ تناسب آبادی زیادہ ہے اور بہت زیادہ ہے۔ جتنے
مسلمان کسی ضلع میں ملازم ہوتے ہیں اس میں تناسب آبادی سے کہیں زیادہ شیعہ ملازم ہوتے
ہیں اس کے مقابلہ میں رامپور میں شیعہ ملازمین کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اس ضمن میں کتنے چینی
بالکل فضول ہے بعض مضرتین بلا وجہ دھول میں فلاح بناتے ہیں اور بغیر تحقیق کے سوئے
بے بنیاد باتیں زبان و قلم سے نکال دیتے ہیں۔ اگر رعایا کے مذہب کی بنیاد پر ملازمتوں
کی تقسیم ریاستوں میں ہو تو حیدر آباد جیسی اسلامی ریاست میں ہندو کو پچانوے فیصدی حصہ
سرکاری ملازمت میں دیدیا جائے۔ اور تمام وزراء ہندو ہوں اور شاہی حکومت وٹاں کے
عالی دماغ فرمانروا کے مسائل کے موافق نہ چل سکے کسی حکومت میں خیل ہونے کے لئے اس
سے تعاون پیدا کیجئے اور اس کا اعتماد حاصل کیجئے ورنہ آئین میں سانپ کوئی نہیں پالتا ہے۔

ممالک اسلامی | ساڑھے تیرہ صدی کے پہلے اختلافات عقیدہ کو کوئی مسط
میں شیعہ و سنی | نہیں سمجھا لیکن اختلافات کو جدا گانہ قومیت کی بنیاد قرار دینا
سخت غلطی ہے۔ اور سحر اسلام کو کھوکھلا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ ہر موش مندر قوم

اس قسم کے امتیاز مذہبی کو ہلکا کر رہی ہے۔ عرب ایرانی کی زبان سے آجکل ایسے اختلاف عقائد کا تذکرہ آپس نہیں کتے۔ مسلم سلاطین اپنے عمل سے اس اختلاف کو نیست و نابود کر رہے ہیں۔ دنیا کی اسلامی سلطنتیں اکابر متحدہ محاذ پر اکٹری رہی ہیں۔ ترکی و عرب مصر ایران و افغانستان و عراق باہم متحد ہو کر اپنی قوت و سطوت کو غیروں پر ثابت کر رہے ہیں حال میں ایک تجویز درپیش ہے کہ ان سلطنتوں کو اس وجہ سے متحد ہو جانا چاہئے کہ انکی مشترکہ فوج قائم ہو جائے۔

بادشاہ مصر یعنی شاہ فاروق سنی ہیں اور ایسے سنی کہ معنی قریب ہیں انکو خلیفۃ المسلمین منتخب کیا جاتا تھا۔ انکی ملکہ شیعہ ہیں۔ اور شاہ کی ہمیشہ شہزادی فیضیہ کی تادی کتھائی شیعہ شاہزادہ ولیعہد ایران سے لڑی ہوئی ہے اور ان دو ممتاز سنی و شیعہ سلطنتوں میں رابطہ اتحاد مستقل قائم ہو گیا ہے۔ سلطنت ایران میں اگر کوئی شخص شیعہ و سنی کا امتیاز ظاہر کرے تو وہ قانونی جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسلامی ممالک میں شیعہ و سنی کے باہم کجی ترقی کر رہی ہے اور ان کا باہمی اتحاد غیروں کو مرعوب کر رہا ہے۔ دنیا ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ گئی مگر ہندوستان میں مسلمانوں کے یہ دو عظیم ملت ان فرقے پارینہ اختلافات کو دیر لے اور آپس میں لکٹنے مرنے میں مصروف ہوں اور قوت و حیثیت کو فنا کرنا چاہیں۔ یہ کس قدر دلچسپ ہے کسی اور عرض سے بھی شان اسلام قائم رکھنے کی خاطر اس فائدہ جگتی سے بچنا چاہئے۔ فرمانروا کے مذہب | ظاہر ہے کہ ہر مائتس شیعہ ہیں اور اپنے عقائد کے پابند سے روا داری ہیں۔ مگر بعض اوقات امور میں ایسی ہی خفیف باتوں پر اعتراضات شائع کئے جاتے ہیں کہ سیرونی اہل الرائے انکو سنکر مضحکہ بنائیں۔ مثلاً

یہ کہ انظار کے وقت دو توپیں چلتی ہیں اول اہلسنت کی اطلاع کی غرض سے اور اس سے چند منٹ بعد شیعوں کے لئے۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ شیعوں والی توپ نیز آواز سے ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بات ذرا بھی صحیح نہیں ہے۔ مگر پروہیگندہ میں داخل ہو گئی ہے۔ اسی طرح یہ کہا جاتا ہے کہ یوم عاشور کو مقامی کربلا میں میلہ کیوں نہیں لگتا ہے اور بازار کی دکانیں کیوں بند رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے عرض کرنا یہ ہے کہ معمولی اخلاق کا تقاضہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے اعتقادات و محسوسات سے رد و اداری برتیں تو فرمائے خدا کے جذبات دینی کا احترام بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔ مذہبی معاملات میں رد و اداری اور وسیع الجہلی ہونا چاہئے ہمارے لئے ملک شیعہ ضرور ہیں مگر اپنے کسی عمل سے مختلف العقائد و اشخاص کو کسی شکایت کا موقع نہیں دیتے ہیں۔ عز و اداری اور شیعوں کے دیگر مراحم مذہبی رد و اداری ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور عز و اداری تو ایسی چیز ہے جس میں بعض اہلسنت شیعوں سے آگے ہیں۔ سابق ہمارا جہ صاحب گوالیار تو ہندو مگر تعزیر داری وغیرہ پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتے تھے اور برہمنہ پا جلوس کے ساتھ جاتے تھے۔ گوالیار میں اب تک ریاست کی طرف سے ہزاروں روپیہ سالانہ عز و اداری میں صرف ہوتا ہے۔ ہزار سنس نواب سید احمد علی خاں بہادر کی مجالس و تعزیر داری کی تفصیل انار الصنادید جلد اول صفحہ ۱۷ پر مذکور ہے اور نواب جنت مکان کی عز و اداری ہم سب نے دیکھی ہے۔ اب ریاست نے اس میں بہت کمی کر دی ہے۔ ان امور کو وجہ شکایت اور بنیاد اختلاف نہیں بنانا چاہئے۔

شیعہ سنی کا چولی و دامن کا ساتھ ہی | بعض مقامات ایسے ہیں جہاں اختلاف
 عقیدہ مسلمانوں کے درمیان وسیع خلیج پیدا کر سکتا ہے۔ تاہم روہیلکھنڈ میں اکثر جگہوں
 پر ایک ہی خاندان میں شیعہ سنی مخلوط نظر آتے ہیں اور میرٹھ کو مستحکم خیال ہے کہ شیعہ و
 سنی کی مناکحت حقیقی اتحاد ان دونوں فرقوں میں پیدا کرے گی میں خود اس پر عمل کرتا
 ہوں اور اس کے خوش گوار نتائج دیکھتا ہوں۔ ہمارے زیدی صاحب بھی علماء اس اصول
 کے معترف ہیں۔ رامپور میں شیعہ فرماں روا ایمان کے معتدین اکثر اہل سنت ہے اور
 سنی نوابان صاحبان کی ملازمت میں بہت سے شیعہ رہے۔ ہندوستان کی سلطنت
 اسلامیہ میں شیعہ وزراء نام آور رہے شہنشاہ اکبر کی حکومت کے وزشاں ستارے
 فیضی و افضل تھے۔ بیرم خاں کا اثر و تدبیر و خدمات سلطنت مشہور ہیں شہنشاہ اورنگزیب
 جیسے پابند مذہب حنفی کے دست راست نعمت خاں عالی شیعہ تھے۔ حسین و عید اللہ
 (اسادات بارہہ) کے ناموں کے ساتھ بادشاہ گروہ کا لقب سپاں ہو گیا تھا۔ یہ
 صاحبان ایک طرح سے ڈکٹیٹر تھے۔ دورِ حاضرہ میں بھی مسلمانوں کی ہلکب لائف
 شیعہ سنی میں کوئی امتیاز نہیں کرتی۔ ہر مائٹنس سرخا خاں مسلمانان ہند کو مسلم التبت
 رہبر و صہ تک رہے اور چالیس سال سے کیا کیا خدمتیں اسلام کی کمر ہے ہیں میٹر
 سید امیر علی۔ سید علی امام۔ سید حسن امام۔ مہاراجہ صاحب مرحوم محمود آباد کے ساتھ
 جو سن سلوک عالمین کا رہا وہ ظاہر ہے۔ آج سارے ہندوستان کے مسلمانوں کی
 رہبری جو ذات واحد کر رہی ہے وہ قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح ہیں۔ اور ہمارے صوبہ

کے اندر راجہ صاحب محمود آباد۔ راجہ صاحب پیر پور اور سرسید رضا علی و سرسید
وزیر حسن مسلمانوں کی خدمت میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں اور صدر اشیعہ اہل سنت
کے ساتھ مل کر مختلف مقامات پر قوم و ملک کی خدمت کر رہے ہیں غرض کہ سیاست
میں یا سوشل تعلقات میں باہم شیعہ و سنی کے کوئی تفریق نہیں ہے تو رامپور میں اس سلسلہ
کو کیوں تکلیف دہ صورت دی جاتی ہے۔

رامپور کے قدیم تعلقات | تاریخ بتاتی ہے کہ ریاست رام پور کے قیام و
نشیوں سے | استحکام میں بھی شیعوں کا ہاتھ رہا ہے۔

صفحات ۳۳ لغایت ۳۴ کے ملاحظہ سے واضح ہو گا کہ رامپور کی ریاست
نواب شجاع الدولہ بہادر والی اودھ نے کس طرح قائم کی اور بعد ازاں نہایت
نازک موقع پر نواب آصف الدولہ والی اودھ نے رامپور کو مصائب سے بچا کر
نواب سید احمد علی خاں بہادر کو سند نشینی عطا فرمائی اور نو برس کی عمر میں ان کو
تخت نشین کیا۔ اخبار الضاد صفحات ۶۵۶ و ۶۵۷ پر تفصیل مذکور ہے۔ یہہ
والیان اودھ ابتداءً نواب وزیر کہے جاتے تھے اور حقیقتاً شاہان اودھ تھے۔
بعد کو شاہ کے لقب سے ملقب بھی ہو گئے۔ ریاست رامپور کی بنیاد قائم کرنے
جس کو استحکام دینے اور قائم رکھنے میں شاہان اودھ کی کارگزاری نظر انداز نہیں
کی جاسکتی۔

خصب کی ٹپا سے اندیشہ | رامپور بہر حال پہلی کھنڈ کے ایک ضلع کی مثل ہے

یہاں جو عمل آپ کر رہے ہیں اس کی تقلید یا ترویج ضلالت متصلہ میں ہونا ضروری ہے مذہبی چھڑ چھاڑ نے جن مقامات پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے وہ تنگ اس و باکو محدود رہنے دیجئے۔ اور خدا کے واسطے تعصب کسی اس نہر ملی گیس کو ہمارے دھوکھینڈ سے دور رکھیے ہماری نازک حالت کو نازک تر نہ بنائیے۔

مسلمانوں کو بہت سی نسلی اور پیرانی طاقتوں سے مقابلہ کرنا ہے۔ کیا کوئی ذی عقل مسلمان پسند کرے گا کہ خانہ جنگی کی مصیبت میں ہم بھینس جاویں۔ ایک الشہر ایمان رکھنے والے اور ایک رسول کے کلمہ گو بہر حال ایک اُمت میں ہیں اور نسلی امتیاز بلحاظ شیعہ و سنی کے اُن میں نہیں ہے۔ زبان ایک۔ تمدن و معاشرت ایک اور اکثر اوقات خاندان تک ایک ہے وہ ایک دوسرے سے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ اُن میں دو محاذ کیوں قائم ہوں مجھے اُمید ہے کہ راپور جہاں آج کل تعلیم ترقی کر رہی ہے مذہبی رواداری میں زیادہ وسیع النظری اختیار کرے گا۔ ذرا نظر غائر سے ملاحظہ فرمایا جائے تو راپور کی حکومت سے اگر شکایت کا موقع ہے تو شیعوں کو ہے۔ لیکن ہمیں اس بحث سے محترز رہنا چاہیئے۔

حاصل | غرض کریں نے تین امور عرض کیے جن سے راپور میں تحریک سیاسی کو پاک رکھنا چاہیئے۔ یہ تینوں تخریبی پہلو ہیں یعنی حکومت سے مخالفت، پریسوں سے ہیزاری اور شیعوں سے تعصب۔ ان تینوں نقابوں کی موجودگی میں سیاسی جدوجہد اہل راپور کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ راپوری اہل سیاست اپنے

طرز عمل پر توجہ کر کے ضروری اصلاح کریں۔ اور اپنے وطن کو حقیقی فائدہ پہنچا نیوالی تدابیر اختیار کریں۔

محض ذاتی اغراض قابل قدر نہیں | اس سلسلہ میں یہ بھی قابل گزشتہ ہے کہ سیاسیات میں بری کا حق صرف اُن صاحبان کو ہونا چاہیے جو اپنی ذاتی اغراض نہ رکھتے ہوں بلکہ اور حکومت و نوں کا فرض ہے کہ خود غرض لوگوں کی ابل فریبی سے محفوظ رہیں یہ غیبت بالکل آسکار ہے کہ طالبان اصلاح میں بعض صاحبان ایسے ہوتے ہیں جن کے ذاتی اغراض ریاست سے وابستہ ہوں اور وہ دیگر تقویٰ سے اپنی کوششوں میں ناہم ہو چکے ہوں یہی صاحبان نہیں بلکہ حکومت پر دباؤ ڈالنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ ان صاحبان کے مقاصد ذاتی جس وقت حاصل ہوتے ہیں وہ حکومت سے اتحاد عمل کر لیتے ہیں۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ زبردست پوسٹر شائع کر نیوالے دھواں دھار تقریریں کرنے والے اور بعض محرمین ابتدائی رتے کہ ایک شاعر مخالف کتاب کے ظاہری و باطنی مصنفین ریاست کے و ہنگام کی صف میں گئے اور انکی رفتار و کردار میں میں آسمان کا فرق ظاہر ہو گیا۔ بالکل ممکن ہے کہ ان ک خیالات میں انقلاب ہو گیا ہو۔ میری ناچیز رائے میں حکومت کا عیمل بھی صحیح نہیں ہے کہ خطرناک لوگوں کو ملازمت میں قائم رکھے۔ ۱۹۳۹ء کے بلوہ میں عام طور پر نہ کامیابی جاتی تھی کہ بعض ننگے المان سرکار بلوہیوں کو باقاعدہ مدد دے رہے تھے یعنی سرکار کے روپیہ سے بلوہ و فساد کا سامان ہتیا کیا جاتا تھا! تاہم بظاہر یہ لوگ سرکاری ہوا خواہ ہوتے ہیں !!

میری یہ صاف گوی ضرور ناگوار ہوگی لیکن میں کسی کی ذات سے بحث نہیں کرتا اھول پر پیک حکومت کو

متوجہ کرتا ہوں میری سیاف گوئی بعض صلابان کو بری معلوم ہوگی بہت سی ضرورتیں ہوتی ہیں ہم دانتھا
 بولا کرتے ہیں اور عوام کو دل سچی بات کو خواہ مخواہ قبول کرتے ہیں لگتا ہے کہ یہ سچ ہے کہ کچھ لوگ اپنی جائز یا ناجائز خواہشات
 کی تکمیل کے لیے حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں بھول چھلے کہ سمجھ لوگوں کو کوئی لڑکا بنا یا جاتا ہے مگر کسی
 عام رعایا کو کسی کی ٹان میں ٹانے اور دوسروں کی آواز پر اپنا خون بہانے سے قبل اپنے نشتیہ فرائض پر نظر ڈالنا
 اور جھلائی برائی میں متیار نہ کرنا ضروری ہے۔

نوجوانان امپریٹری خطاب اس بات کا بابت ختم کرنے سے قبل مہربانے نوجوانوں سے دو لفظ چھوڑیں
 کرنا ہیں سیاست کی آئندہ فلاح آپ پر منحصر ہے آپ کے بزرگوں نے اس وقت تک ایک خاص قسم کی زندگی بسر کی
 استبدادی حکومت میں ہر جگہ ہوا کرتی ہے ہنرمائی نہیں اب سرسید صفا علی خاں پہاڑی نے اس سال حکومت
 آپ کے سامنے ترقی کیلئے میدان کھول دیا ہے۔ آپ جیسے دوسرے کشمکش کر رہے ہیں۔ قدرت آپ کو عمدہ قوی اور
 صحیح ذہن عطا کیا ہے۔ آپ کا فرمان داہن میں ہے کہ آپ کو بام ترقی پر پہنچا دی اپنے نیک بدین پر کھینچے
 مواقع سے فائدہ اٹھائیے سیاست کا پیچھے کی صحیح معنی سمجھیے۔ اپنی اور اپنے وطن کی عزت میں تامل نہ کرنا
 کیجئے یہ مہم کو اپنا سمجھیے اور ترقی کی فکر کیجئے دل آزار مباحث اور تباہ کن محاسبات پر مہم نہ کیجئے بار بار شکایت
 بے محل کرنا نہ کرنا کہ اتنی جو ہر سپید کیجئے خود اعتمادی حاصل کر کے دوسرا روزہ اس کا سے تعاون کر کے حال موجود
 سے فائدہ اٹھائیے زمانہ کی ساتھ چلیے اور مہم کو حقیقی عروج پر پہنچائیے۔ آج کے مہم کو تاریخ کا ایک جدید
 باکھولہ ہے جو اور دنیا کو دکھا دے کہ مہم کو اپنی اپنی ملک کی سمجھتی ہے کیا کچھ کر سکتی ہیں بل کو صبح بنا کر اچھا نہیں ہے
 شکوہ کم کن اس پر لا جو رد جزیرہ آفتاب خود بگرد عالم موجود لاندانہ کن دیہانتی درالہ اندازہ کن
 درگزرا ز کف بواہی کن پاک شہزادہ ز دہائی کن اب کہن سامان نیز دیا مہم نقش بند آرزو سے تازہ شو
 با تو کم ای جوان سخت کوش چیت فردا؟ دختر از دوشنا ہر کہ خود صاحب امر و زکر کرد کرد او کو سپہر گرد گرد
 اور جہاں نمک بورا آبروت دوش از ہر ہر داند و فردا از بوت (قبل)

باب چہارم

رام پور کا دور قدیم اور دور جدید

رام پور کے نظم و نسق کی شان | اس بات کے معلوم کرنے کے لیے
کہ رام پور میں انتظامی حالت کیا ہے
اور ہونا کیا چاہیے ہم کو دلیان سابق
زمانہ سابق میں

کی حکومتوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے اور نیز برٹش ضلع قریبہ کی حالت کا مقابلہ
کرنا مناسب ہے۔ اُمیدیں وہی باندھنا چاہئیں جو قابل حصول ہوں ورنہ
فردوس بریں کو اس دُنیا میں لے آنا کسی کے امکان میں نہیں ہوگا۔ رام پور میں
شہریت کا آغاز نواب سید احمد علی خاں بہادر کے زمانہ کے آخر حصہ میں
یعنی آج سے تقریباً ایک صدی قبل ہوا۔ نواب صاحب موصوف کو جو خلاص
دیر بار شاہ اودھ سے تھا۔ اس کی وجہ سے لکھنؤی تہن کو رام پور میں دخل ہوا
مگر شخصی حکومت کے جبر و تشدد کی صیغ مثال وہاں نظر آتی تھی۔ اُس عہد کے
نائب الریاست منشی دھوئل سنگھ کا قہر و استبداد ایسا تھا کہ اُس کے سُننے

سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک سید ذکریا شاہ نامی ساکن باغ کرم خاں نے بازار کا ٹھیکہ لیا۔ جب ان پر روپیہ ٹوٹا اور باقی کی سبیل نہ ہو سکی تو دعوہ نکل سنگھ نے زر مطالبہ وصول کرنے کے لیے بہت سختی کرائی، یہاں تک کہ گھرے میں چوڑے کی گٹی بھر داکر ان کے سر پر رکھوایا۔ اور کھوٹ پڑی پر ایک پیسہ رکھا۔ اور گٹی میں پانی ڈلوادیا اور وہ پکینے لگی۔ حرارت سے پیسہ سر میں گھس گیا اور سید کی روح قالب سے پرواز کر گئی۔ اسی طرح کی صد ہا مثالیں تو تاریخ میں اور عوام کی زبان پر ہیں۔ (اخبار الصنادید)

نواب سید احمد علی خاں کی وفات کے بعد نواب محمد سعید خاں بہادر جو برٹش گورنمنٹ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور دنیا کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ سربراہانے حکومت ہوئے۔ آپ نے محکمہ جات قائم کئے۔ نظام مالیہ کی نئی تدابیر کیں اور شہر کی درستی و صفائی پر بھی توجہ فرمائی۔ سین جابرانہ حکومت کی یہ شان تھی کہ "آہستہ آہستہ تمام خوانین و سردگان کو نیست و نابود کر دیا۔ اور ان کے بازو اس طرح توڑے کہ پہلنے کے قابل نہ رہے جلد ۲ صفحہ ۴۴۔

ان کے بعد نواب سید یوسف علی خاں بہادر کی حکومت ہوئی جن کے زمانہ میں ۱۸۵۷ء کا ہولناک غدر بھی واقع ہوا اور خیر خواہی غدر میں نواب صاحب کو نیا ملک اور جانشین کے انتخاب کا اختیار حاصل ہوا۔ یہ حصہ ملک علاقہ جدید

کے نام سے مشہور ہے۔

نواب یوسف علی خاں بہادر نے بڑی آن بان کے ساتھ حکومت کی لیکن خود مختاری کی یہ شان تھی کہ اپنی طبیعت کے خلاف کسی کی زبان سے ایک حرف شننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

نواب مدد روح کے قائم مقام نواب سید کلب علی خاں بہادر ہوئے جنہوں نے صدیر دنیوں کو اپنی ملازمت میں رکھا۔ لیکن تنک خراجی کی بیہ حالت تھی کہ ایک مصاحب خاص کو خیر خواہانہ مشورہ دینے کے صلہ میں تنزل اور بعدہ قتل تک کے لیے آمادہ ہو گئے۔

اخبار الصنادید میں ذکر ہے کہ ایک بار اپنے خاص رفیق کا۔ اور جان مثلاً اہلکار محمد عثمان خاں کو بہت دھمکا یا اور فرمانے لگے کہ اگر تمھارا مزاج درست نہ ہوا تو یہ غرور کا اسباب تم سے الگ کر لیں گے تاکہ بگڑا ہوا مزاج او مغرور دماغ ٹھیک ہو جائے اور تم اصلی حالت پر آ جاؤ۔ نواب سید مشتاق علی خاں بہادر کا دور ایک ڈکٹیٹر شپ کا زمانہ رہا ہے جس میں نواب صاحب کے ذاتی ارادوں کو بہت کم دخل تھا۔ حقیقی کام کوئی اور کرتے تھے۔ تاہم جبر و تشدد کی کوئی حد نہ تھی۔ اس سے اگلا دور ذرا زیادہ تفصیل کا محتاج ہے۔ یہ عہد نواب سر سید حامد علی خاں بہادر حنبلیہ مکان کا عہد تھا جس کے دیکھنے والے موجود ہیں۔

جناب جنت مکان کا
عہد حکومت اور آزادی

پتھ کہا جاتا ہے کہ سلک کا حافظہ
ضعیف ہوتا ہے۔ لوگ گذشتہ
باتوں کو بھول جاتے ہیں اور موجودہ
زمانہ کو خواہ کتنا ہی اچھا ہو برا سمجھتے ہیں۔ حافظ شیرازی نے آج سے سات سو
سال قبل بھی ۷

ایں چہ شورسیت کہ درد در تسم می بینم
ہمہ آفاق پر از فتنہ و شرمی بینم

تحریر کر کے اپنے زمانہ کی ایسی بدترین تصویر کھینچی ہے کہ بقول اُن کے
بھائی کو بھائی سے محبت نہیں تھی۔ بیٹے اپنے باپوں کے بدخواہ اور لڑکیاں
اپنی ماؤں سے جنگجو تھیں، باپوں کو اولاد سے شفقت نہیں تھی، ماہلوں کی
قدر تھی۔ اور قابلِ قدر لوگ مرد و تھے۔ غرض کہ بقول حافظ جس زمانہ میں بسر کرتے
ہے بدترین تھا۔ اسی طرح ہر شخص اپنے زمانہ سے ناالا نظر آتا ہے عموماً زمانہ ماضی کو حال
سے بہتر کہا جاتا ہے۔ مگر یہ بات کو بھٹلانا غفلت کا کام نہیں ہو سکتا۔

جناب جنت مکان کے عہد کو نو سال کے قریب ہونے آئے۔ اس عہد
کے واقعات عوام کے حافظہ میں تازہ ہیں۔ تفرز یا۔ موقوفی۔ بخشش
ضبطی، جزایا سزا، حتیٰ کہ زندگی یا موت، ریاست راجپور کے اندر
ایک شخص واحد کی رائے پر منحصر تھی۔ کوئی شخص غلامیہ یا خفیہ حکومت

کے خلاف بلکہ ہر مینس کے ذاتی منشاء کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکال سکتا تھا۔ آزادی تقریر و تحریر تو درکنار پرائیویٹ صحبتوں میں بلکہ اپنے گھروں کے اندر بھی کوئی شخص حق نہیں رکھتا تھا کہ رئیس یا ریاست کے خلاف کچھ بھی کرے یا کہے یا وہم بھی کر سکے۔

”گلہ ہے بسلامے برنجند دگا ہے بہ دشمنائے خلعت و بسد“ کی صحیح تصویر رام پور میں نظر آتی تھی

نواب سید حامد علی خاں بہادر نہایت اولوالعزم، بڑے مدبر اور اعلیٰ درجہ کے مجر تھے۔ اور اونٹوں نے قدرت کی طرف سے خاص دافع پایا تھا۔ لیکن ان کی حکومت کو آزادی سے آنا بھی قرب نہ تھا جتنا کہ آسمان کو زمین سے ہے۔

عہدِ جنت مکان میں اجنب جنت مکان کے عہد میں کسی کی مجال نہیں تھی کہ اُن کی شخصی رائے اور ذاتی خوشنودی کے خلاف کچھ کر سکے اور رام پور میں رہنے

والوں کو ہر لحظہ اپنی جان و آبرو کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ دو واقعات جو اُس عہدِ جبر و استبداد کے حقیقہ نمونے ہیں عرض کرتا ہوں۔ میرے ایک عزیز دوست جو رام پور کے قدیم ساکن تھے انگریزی علاقے کے ایک شہر میں جہاں وہ حکومت پذیر تھے سیاسی تقریر کی جو ایسا نہ تھی کہ برٹش حکام خود گرفت کر سکتے

ان حکام نے ہزہائیس کو شکایت لکھ بھیجی۔ اس تقریر کا کوئی بعیدی تعلق بھی رام پور سے نہ تھا۔ ہزہائیس مرحوم نے ان صاحب کو بلا بھیجا اور بغیر جواب تلے ہوئے اور بغیر جواب لیے ہوئے اُن کے رویہ پر اظہارِ ناراضگی فرما کر حکم دیا کہ ”مکے لگانے جاؤ“ ایک فوجی افسر تعمیلِ حکم کرانے پر متعین کر دیا گیا۔ یہ سچا لے حکماء و جہراء بھتر کے فرش کو دونوں ہاتھوں سے برابر کوٹتے رہے۔ اس حکم کی نہ کوئی اہیل تھی نہ نگرانی، نہ میعادِ سزا معین تھی۔ گھنٹوں کے بعد حکم عمار ہوا کہ ان کو برنج میں داخل کر دو۔ اس قید خانہ میں ایک تیل کا پتہ تھا۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ عرصۂ تک رہا۔ نہ کوئی فرد جرم لگائی گئی نہ صفائی کا موقع ملا۔ آخر کار بعض ذی اثر حضرات کے توسل سے رہائی کی نوبت پہنچی۔ خود مجھ پرچہ گزری وہ بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ میں بدایوں کی سب ججی میں ایک مقدمہ میں گواہ سے جرح کر رہا تھا۔ اثناءِ جج میں مجھے ایک ایسی ذات کے متعلق چند سوالات کرنے پڑے جن سے ہزہائیس مرحوم کو خاص وابستگی تھی۔ مقدمہ کا ذرہ بھر تعلق ہزہائیس سے نہ تھا۔ اور میں نے کوئی ایسا سوال نہ کیا تھا کہ قانوناً قابلِ اعتراض ہوتا۔ خدا نخواستہ ریاستِ یسرا کے خلاف کوئی حرکت مجھ سے سرزد نہیں ہوئی تھی۔ تاہم سیکرٹری سے ایک صاحب نے مجھری کر دی کہ میرے سوالات جرح حد بہتہ تک پہنچتے تھے۔ بغیر تفتیش کیے اور بغیر جواب لیے مجھ پر عتاب نازل ہو گا۔

میراداخلہ ریاست میں ممنوع فرمایا گیا۔ اور میرے ایک رشتہ دار جو یوسوں سے ملازم تھے اور سلامت روی و وفاداری کے ساتھ خدمت کر رہے تھے ایک قلم موقوف کر دئے گئے۔ ایسے واقعات ہزاروں کی تعداد میں آج بیان کئے جاسکتے ہیں۔ میں نے محض مشتہ نمونہ از خروارے“ عرض کیا ہے۔ عموماً ذرا سے غتاب میں جامدادی و عزت و آبرو و ملازمت سے کسی کو محروم کر دینا بالکل آسان تھا۔ لا تعداد ایام تک متعید رہنا اور بعض اوقات معمولی قصور کا عوض آٹا جان کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ جو خاندان یا افراد ریاست یا رئیس کے خلاف ہوتے تھے وہ خواہ فدا کر دیئے جاتے یا ریاست کے حدود سے باہر پھینک دیئے جاتے تھے

جنت مکان اپنی مرضی کے خلاف ریاست کے اندر کوئی کام دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی حکومت صحیح معنی میں شخصی حکومت تھی اور رامپور میں رہ کر کوئی شخص آزادی کا خیال و گمان بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مولانا شوکت علی صاحب مرحوم اور میرے محترم مولانا محمد علی صاحب مغفور کو پوجہ حریت پسندی کے جنت مکان کے زمانہ میں جو دقیق آئے دن پیش آتی رہیں وہ مرحوم کی زبانوں سے لوگوں نے سنی ہیں اور مجھے بھی کچھ معلوم ہیں۔ اگر برٹش انڈیا کے وہ مقامات جن سے آج اہل رام پور غیریت کا اظہار

کرتے ہیں ان دونوں بزرگوں کو اپنے ہموطنوں سے زیادہ نہ سمجھتے تو
محمد علی شوکت علی کے نام ہندوستان کے ایک گوشہ سے
 دوسرے گوشہ تک مشہور نہ ہوتے۔ ان رام پوری بزرگوں کو ان
 ”پردیسیوں“ ہی نے چار چاند لگائے۔

۲۰ جون ۱۹۳۱ء کو جناب جنت مکان نے رحلت

دورِ جبرید فرمائی اور ہنزہ ہائینس نواب سید رضا علی خاں

بہادر سربراہ آرائے حکومت ہوئے۔ آپ کا سن اُس وقت صرف ۲۴
 سال کا تھا۔ نو عمری و ناتجربہ کاری کی وجہ سے عموماً خود مختار نوجوان میمان
 روی سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور افراط و تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں
 معمولی اُمر اور دوسار کے لڑکوں کو دیکھا گیا ہے کہ اختیارات حاصل ہونے پر
 حد سے تجاوز کرنے لگتے ہیں جس کی ذمہ داری ان کے گرد و پیش کے لوگوں پر
 بھی ہوتی ہے۔

ولیعہدی کے زمانہ میں تحصیل علوم اور سفر ممالک متمدنہ کے وہ مواقع
 جن کے آپ مستحق تھے آپ کو نہیں مل سکے تخیل نشینی کے بعد اپنے یو پی وغیرہ کا سفر کیا
 باوجود اس کے اپنی خداداد جفاکشی، انہماک و ذہانت کی بدولت
 ہنزہ ہائینس نے اپنے والد ماجد کے آخر عہد میں ریاست کے کاموں کا
 بہت بار اپنے شانوں پر اٹھایا تھا۔

ذی اختیار ہونے کے بعد ایک دور انقلاب ہونا چاہیے تھا۔

اور ہوا۔ ہزہائیس کی حکومت کے ابتدائی تین سال، اتنے درخشاں نہیں تھے جتنے کہ ساہلے ما بعد ہوئے۔ سرکار نے ابتداً دو رہیں مباشر

میں زیادتی کی اور بعض احکام ایسے صادر ہوئے جن کی اصلاح بعد کو کرنا ضروری ہوئی۔ لیکن ہزہائیس نے خود ہی اپنے طریق کار میں جلد تبدیلی کر لی

اور سلاطین سے اس وقت تک ہزہائیس کی پرائیویٹ وپبلک لائف اور ریاست کا انتظام اعتراضات سے مبرا ہے۔ اس کی تفصیل عرض کی جاتی ہے۔

سرکار کی پرائیویٹ

ہزہائیس کی پرائیویٹ لائف

سادہ ہے۔ آپ کی پوشش و طریق ماند و بود نمائش سے بالکل بیہی ہے اور آپ کی گفتگو سے وہ سادگی اور خلوص ٹپکتا ہے جو خواہ مخواہ لوگوں کو

متاثر کرتا ہے۔ ہر وقت کام کرنے کا آپ کو شوق ہے اور ہر چھوٹے و بڑے معاملہ میں خود دخل دیتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ہر معقول بات کو قبول

کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یوں تو قلعہ معلیٰ کی ہر عمارت بہ لحاظ آراستگی و خوشنمائی کے قابل تعریف ہے اور جدید تہذیب کے موافق بہترین فریجر

سے مزین ہے۔ لیکن سرکار کا پرائیویٹ کمرہ جس میں بیٹھنے کی عرت کچھ

حاصل ہوئی ہے۔ سادگی کا نمونہ ہے۔ میں حیرت میں تھا کہ ایک وانی ٹماک

کی سادگی اس حد تک ہو سکتی ہے۔ اس کمرہ میں ایک سفید چاندنی کا فرش تھا اور ایک سمت کو دو سفید گائیکھے درے امتیازی شان نمایاں کرتے تھے۔ نہ کوئی قالین یا غالیچہ تھا، نہ نہرے و روپلے کام نظر آتے تھے۔ نہ دیواریں پر تصویریں یا کتبے تھے۔ ایک چارپائی تھی اور اس کے ایک طرف اکلان اور دوسری طرف چھوٹی سی میز رکھی ہوئی تھی جس پر دو تین کتا ہیں تھیں، البتہ تقریباً نو عدد الماریاں اس کمرہ میں تھیں جو کتا بوں سے لبریز تھیں اور سرکار کے ذوق علمی کا ثبوت دے رہی تھیں۔

سرکار کو اپنی اولاد کی تعلیم سے بہت دلچسپی ہو۔ ہر بانی سنگم خیمہ سے سات اولادیں ہیں جن میں سے ایک صاحب زادہ و بیہد بہادر یورپ میں تعلیم پا رہے ہیں بقیہ اولاد کی تعلیم و تربیت رامپور میں بہترین طریقہ پر ہو رہی ہو۔

جناب جنت مکان کے عہد میں ”ارباب نشاط“ کے عینہ پر زرخیز صرف ہوا کرتا تھا۔ اب اس میں بہت تخفیف کر دی گئی ہے بلکہ تقریباً ختم کر دی گئی۔ بہت سے گویے، طوائفیں، ڈومنیال و نقال موقوف کر دیئے گئے۔ سرکار کو کاکا ہے گا ہے تھیٹر ملاحظہ فرمانے کا شوق تھا وہ بھی سال گزشتہ سے بند فرما دیا گیا اور اب رامپور میں تھیٹر کا وجود نہیں رہا۔ سرکار نے اپنے مصارف کے واسطے چھ لاکھ روپیہ سالانہ مقرر فرمایا ہو بقیہ تمام آمدنی ایست

کے کاموں میں صرف ہوتی ہو اور ذاتی رقم میں سے بھی امور خیر میں بسا اوقات صرف فرماتے رہتے ہیں۔

ریاست کا کانسٹیٹیوشن | نظام ریاست دسمبر ۱۹۳۲ء سے اس طریقہ پر ہو کہ جملہ نظم و نسق کی ذمہ دار ایک سٹیٹ کاونسل قرار دی گئی ہو جس میں سات ممبران سمیت سٹیٹ ایڈوائسریٹ کے ہیں اور جملہ انتظام زیر نگرانی چیف منسٹر صاحب ہوتا ہو۔ چھریہ کا ذمہ دار ایک منسٹر ہو۔ اس کاونسل کا اجلاس کم از کم مہینہ میں ایک مرتبہ ہوتا ہو۔ سٹیٹ کاونسل کے علاوہ ایک مجلس قانون ساز یعنی لیجسلیو اسمبلی ہو جس کے اراکین اب تک نامزد شدہ ممبر زیادہ تر ہو کرتے تھے یکم جنوری ۱۹۳۲ء سے جدید مجلس مقننہ قائم فرمائی گئی ہو جس میں کثرت پکاک کے اراکین کی ہوگی باب ششم میں صفحہ ۸۱ پر فرمان مبارک شائع کیا جاتا ہو جس میں سب تو راسا کی کا خلاصہ موجود ہو۔

جملہ آمدنی و مصارف کا میزانیہ یعنی بجٹ فائنل منسٹر صاحب تب کہتے ہیں اور ایک سال سے زیادہ دوسری سال کفایت ملحوظ رکھی جاتی ہو محض عطا جائزہ معافیاً تعلق براہ راست ہر کار سے ہو سکریٹری کی شاندار عمارت میں منسٹروں سکریٹریوں کے دفاتر موجود ہیں اور لحاظ صفائی و سلیقہ و باقاعدگی کے کوئی دفتر نگریزی حکومت کے دفاتر سے کم نہیں ہو جو قاعدے مقرر کر دیئے گئے ہیں ان کے بموجب کام ہوتا ہو اور ہر منسٹر تقریباً خود اختیاری کے ساتھ کام کر رہا ہو۔

عدالت کے دیوانی و فوجداری | نفاذ عدل و انصاف کی غرض سے ایک ٹیکورٹ قائم ہو

جس میں ایک چیف جسٹس اور دو پیونی جج ہیں۔

ہائی کورٹ کے ماتحت مقدمات دیوانی کے لیے سول جج و ایڈیشنل جج اور عدالت ہائے فوجداری میں چیف مجسٹریٹ و ایڈیشنل مجسٹریٹ و دیگر مجسٹریٹان ہیں۔ یہ سب اپنی جگہ پر بلا روک ٹوک کے کام کرتے ہیں۔ عموماً نہ فرماں روا لے ملک کو نہ منسٹر صاحبان کو عدالتوں کی رائے میں پرائیویٹ دخل اندازی کا موقعہ ہوتا ہے۔ حال کے دو واقعات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جن سے راپوری عدالتوں کے کام کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہزہائینس کے ایک سابق استاد جو بی۔ اے۔ ایل ایل بی تھے عہد موجودہ میں مجسٹریٹ منصف بنا دیے گئے تھے۔ ان کے پیشکار کے متعلق چھوٹے چھوٹے نذرانے لینے کی شکایت سرکار میں پہنچی اس کی جانچ کی یہ تدبیر کی گئی کہ ایک پولیس افسر کو نشان کردہ روپیے دے کر تحقیقات کے لیے متعین کیا گیا۔ روپیہ کسی پہل معاملہ کے ذریعہ سے پیشکار کے پاس بھجوائے گئے اور اس رقم کو قبول کر لینے کے بعد پیشکار کی تلاشی لی گئی اور اس کا مقدمہ چلا اور وہ وہاں سے علیحدہ کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حاکم عدالت جو نہایت قابل و نہایت ایمان دار تھے۔ گریبنے عملہ کی نگرانی جزئیات میں نہیں کر سکتے تھے۔ ریٹائر کر دیے گئے اور ہزہائینس نے شاگردی و استاد کی تعلقات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک سرکاری مصاحب جو نہایت مقرب تھے اُن کے بھتیجے پر قتل غم کا الزام اور خود اُون پر اعانت کا الزام قائم کر کے مقدمہ فوجداری چلا۔ دور سابقہ میں پولیس ایسے لوگوں پر مقدمہ چلانے کی ہمت ہی نہ کرتی اور اگر مقدمہ ہوتا بھی تو انجام کار وہ بری ہو جاتے۔ لیکن یہاں باوجود انتہائی منت و سماجیت کے سرکار نے کسی قسم کی مداخلت مقدمہ میں نہیں کی اور عدالت سے ان سب کو مرئی

عدالت ہائے رامپور کا منظر بڑا دلچسپ ہے اور عدل طلبی میں وہ طوالت و صرفہ نہیں ہوتا جو

عدل گستری کا طریق کار اور عدالتی زبان

برٹش ضلع میں ہوا کرتا ہے۔ وہ تکلیف و صورت یہاں مفقود ہے جو انگریزی کے ہر ضلع میں روزانہ نظر آتی ہے کہ اہلکار کو ایک نوپس اور پیشکار کو رقم کثیر اہل معاملہ دیا کریں اور کاربراوی جاو بجا کر آئیں۔ عدالتوں کی زبان اردو ہے۔ حتیٰ کہ سٹریٹچ سیلو وے۔ آئی۔ سی ایس کے جوڈیشل کمیٹی تک کے فیصلے اردو میں ہوتے ہیں بجا اتوار محبوبہ کے قتل ہوتی ہو جدید تقریر جن لوگوں کے ہو رہے ہیں وہ عموماً بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ہیں۔ اور تمام حکام عدالتی نہایت محنت و دیانت سے کام کرتے ہیں۔ بعض اوقات سرکار بہ نفس نفیس معائنہ فرماتے ہیں۔

عدالتی سلسلہ اور قوانین کے بارہ
میں اب رام پور مثل دیگر ریاستوں کے
برٹش انڈیا کی تقلید کرتا ہے۔

عدالتوں کا سلسلہ اور قوانین مجسریہ

جنت مکان کے عہد میں مفتی دیوانی کا

اجلاس قابلِ دید تھا۔ اب دیوانی کی ابتدائی عدالت سول جج کی ہو اس کے
بعد ہائی کورٹ ہے اور مال میں ابتدائی عدالتیں تحصیلداروں کی
ہیں۔ ان سے بالاتر ناظم صاحبان اور ان سے اوپر ہائی کورٹ ہے۔
اسی طرح فوجداری میں علاوہ تحصیلداروں کے مجسٹریٹوں کے اجلاسوں میں
ابتدائی مقدمات ہوتے ہیں اور ان سے بالاتر اجلاس ہائی کورٹ کا ہے۔

خالص شرعی معاملات میں شرع اسلام کے موافق مقدمات کیے جاتے ہیں۔
دیگر معاملات میں ریاست کے اپنے قوانین مرتب ہیں جو قوانین برٹش انڈیا کے مطابق

رامپور کی کچہریوں کا وقت کاغذ پر ایک اور عمل میں دوسرا ہوا کرتا
تھا ہر ہائینس بنفس نفیس کتنی ہی مرتبہ عدالتوں میں پہنچے اور مکنتہ چینی کر کے
اور جو اب طلب فرما کر حکام کو صحیح وقت پر کام کرنے کا عادی بنا دیا۔ یہ
کوئی راز نہیں ہے کہ زمانہ سابق میں رامپور میں مقدمات کا فیصلہ تیس
کی مرضی کے ماتحت ہوا کرتا تھا اگر اب عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ آزادی کے
ساتھ حکام عدل گسٹری کرتے ہیں۔

بیشتر زیادہ تر ذاتی پرورش کے خیال سے عہدہ دار بنائے جاتے تھے لیکن اب سوزوں قابلیت کے لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں۔ ذمہ دار افسروں میں اب زیادہ تر وہی ہیں جو اپنے عہدہ کے اہل ہیں۔۔۔

جنت مکان کے زمانہ میں عجیب و غریب تفرق و تبادلے ہو کر رہ گئے تھے۔ ایک بزرگ جو پیشی کا کام کرتے ہوں۔ ڈائریکٹر سرشتہ تعلیم بنائے جاسکتے تھے۔ بعد چنرے وہی ڈسٹرکٹ جج ہو سکتے تھے۔ اور کچھ عرصہ بعد آڈٹ افسر کی خدمات پر وہ مامور نظر آتے تھے۔

عہدہ کے موافق تقرر نہیں ہوتا تھا بلکہ آدمی کے لیے جگہ پیدا کی جاتی تھی اُس زمانہ میں محسٹریٹ رام پور کے قانونی تاجر کے متعلق ایک لطیفہ مثل چشم دید واقعہ کے یاد آگیا اُس کا ذکر دہلی سے خالی نہ ہوگا۔ ایک خاندانی صاحب زادہ کے ملازم رمضان نے کسی کو زد و کوب کیا۔ اور واقعہ کی رپٹ کو تو والی میں لکھائی گئی۔ صاحب زادہ صاحب کو رمضان کی خاطر بہت عزیز تھی خود کو تو والی تشریف لائے کہ کو تو وال صاحب سے سفارش فرمائیں۔ منشی احمد حسین مرحوم کو تو وال تھے جو نہایت ذہین و مزاح پسند تھے۔ کو تو والی کے پھاٹک سے صاحب زادہ صاحب کو داخل ہوتے دیکھ کر تاڑ گئے کہ ابھی ان کے ملازم پر رپٹ لکھائی گئی ہے۔ اسی سلسلہ میں تشریف آوری ہے۔ کو تو وال صاحب نے اپنے دیوانچی

(ہیڈ محرر) سے کچھ مشورہ کر کے آپس میں کوئی بات طے کر لی۔ اور دونوں اشخاص صاحب زادہ کے استقبال میں مصروف ہوئے۔ تکلیف فرمانے کی وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رضانی کی سہمی میں آئے ہیں۔ کوتوال صاحب نے دیوان جی سے پوچھا کہ صاحبزادہ صاحب کے ملازم پر کوئی ریپٹ لکھائی گئی ہے۔ رجسٹر لایا گیا اور بڑے غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ ریپٹ تو لکھی جا چکی ہے۔ کوتوال صاحب حیرت و افسوس میں غرق ہو گئے اور دیوانجی پر خفا ہوئے کہ بغیر ہماری اطلاع کے صاحبزادہ صاحب کے ملازم پر ریپٹ کیوں لکھی۔ آخر صاحب زادہ صاحب سے کہا کہ مقدمہ تو بڑا سخت ہو گیا۔ دیوانجی سمجھے نہیں کہ رضانی کون ہے۔ دفعہ ۲۰۰ کا مقدمہ قائم ہو گیا۔ میں کیا کروں کچھ ہلکا کرتا ہوں۔ اور دو چار سو کی کمی کر دوں گا۔ صاحب زادہ صاحب نے یہہ دیکھ کر کہ بکلیخت دفعتاً گھٹ گئیں اپنے اثر کا احساس فرمایا۔ اور اصرار فرمانے لگے کہ رضانی کو بالکل بری کر دیا جائے۔ ایک صاحب اور بیٹھے تھے اوہوں نے بھی صاحب زادہ صاحب کی ہم زبانی کی اور دیوانجی نے تجویز کیا کہ معاملہ نصف کر دیا جائے بجائے دفعہ ۲۰۰ کے دفعہ ۶۰۰ کر دی جائے واضح رہے کہ رام پور کے تعزیری قانون میں بھی صرف ۵۱۱ دفعات ہیں مگر صاحب زادہ صاحب اتنی مختصر تحفیف پر رضا مند نہیں ہوئے۔

درمیانی صاحب نے تجویز کیا کہ ۶۰۰ کا نصف ۳۰۰ کر دیا جائے مگر دیوانجی دفعہ ۳۰۰ پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ تھوڑی سی کسر کو نوال صاحب نے بڑھا کر سوائین سو رکھا اور میاں رمضان پر دفعہ ۳۲۵ (ضرب شدید) کا الزام درج ریٹ ہوا اور صاحب زادہ صاحب اپنی سفارش کی کامیابی پر شاداں و فرحاں واپس گئے کہ ۱۲۰۰ سے ۸۷۵ درجے گھٹا دیے۔ یہی صاحب زادہ صاحب اگلے مہینہ میں بعض اتفاقات کی بنا پر مجسٹریٹ مقرر ہو گئے! تب معلوم ہوا ہوگا کہ تغیرات کے قانون میں ۵۱۲ سے زیادہ دفعات نہیں اور عدد کی زیادتی و کمی سے الزام کی شدت یا خفت کو کوئی واسطہ نہیں۔ اور رمضان غریب پر جو الزام دفعہ ۳۲۵ کا ابتداً قائم کیا گیا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

کیا آج بھی رام پور میں اس قانونی قابلیت کے کوئی مجسٹریٹ مقرر کیے جاسکتے ہیں۔ آج رام پور فخر کر سکتا ہے کہ اس کے حکام معمولاً کسی برٹش ضلع کے حکام سے کمتر قابلیت کے نہیں ہیں، مجھے برٹش حکومت اور ریاست رام پور کے اہلکاروں کا پورا تجربہ ہے۔ ریاست رام پور میں کم از کم صدر میں رشوت ستانی معدوم ہے۔ برٹش اضلاع کے مقابلہ میں زمین و آسمان کا فرق یہاں معلوم ہوتا ہے۔ دفتروں کے اہلکار برٹش ضلعوں میں کنٹرا پریشان کرتے ہیں۔ مگر یہاں ان حرکات کی کئی سال سے یخ کنی

کردی گئی ہے۔ پولیس کا حکمہ ہر جگہ زیادہ بڑا مگر رام پور میں استثناً مخصوص حالات کے پولیس بھی پاک ہے۔

سول جج و مجسٹریٹوں کے احکام کی اپیل ہائیکورٹ
عدالت ہائے اپیل

ان کے فیصلوں کی اپیل ہائی کورٹ بینچ میں پہنچتی ہے بینچ کے فیصلہ کے خلاف دادخواہی جوڈیشل کمیٹی میں ہوتی ہے جس میں چیف منسٹر و ریونیو و فنانس منسٹر صاحبان اجلاس فرماتے ہیں۔ جوڈیشل کمیٹی کی بجائے سماعت ہنزائیس خود بھی فرما سکتے ہیں:-

جب جوڈیشل کمیٹی میں مقدمات کی
سرکار کے حضور میں
سماعت مقدمات

کثرت ہو جاتی ہے تو بجائے منسٹر صاحبان کے خود سرکار سماعت اپیل و دادرسی فرماتے ہیں۔ ہنزائی انس بالکل اُسی طرح پر سماعت مقدمات فرماتے ہیں جیسے کہ معمولی تنخواہ دار ملازم کو کرنا چاہیے۔ پابندی اوقات۔ صبر و تحمل، تیاری مسل، غور و فکر، نکتہ چینی ایک تجربہ کار جج کی مانند نمایاں ہوتی ہے۔ اجلاس سرکاری اجلاس ہمایوں کے نام سے موسوم ہے۔

حال میں کثرت مقدمات اپیل کی وجہ سے سرکار نے مسلسل تقریباً

دوماً تک اجلاس عدالت فرمایا اور ایک بیرونی وکیل جن کو اجلاس ہمایوں میں بحث کرنے کا پہلا اتفاق ہوا تھا۔ میرے سوال کے جواب میں ان مختصر لفظوں میں اظہار خیال کرتے تھے کہ ”جتنے اوصاف ایک جج میں ہونا چاہیئے ہر مائینس میں موجود ہیں“

یہ ریما رگ بالکل حقیقت کے موافق ہے۔

ہر مائینس نواب سید رضا علی خاں بہادر کی ایک خصوصیت فطری ہے یعنی انہماک۔ وہ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں پوری دلچسپی اور ہمہ تن توجہ سے انجام دیتے ہیں۔ جب پولیس کے افسر اعلیٰ کی عیشیت سے انسداد جرائم پر متوجہ ہوئے تو ڈاکوؤں سے مقابلہ کرنے میں باک نہیں کیا۔ فوج کے کرنل کی حیثیت میں جس وقت ہوں تو ۳۰-۳۰ میل تک گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر گلیپ کرنے سے تکان نہیں محسوس کرتے۔

ایروپلین کی سواری کی طرف توجہ ہو تو دہلی سے رام پور آنا جانا کوئی بات نہیں۔ محکموں اور کارخانوں کی منسلب معائنہ فرمائیں تو نشتا ۴-۴-۵-۵۔ گھنٹے دفتر میں مصروف کار رہ سکتے ہیں۔ اسی انہماک نے فیصلہ

مقدمات اپیل میں اپنا رنگ ۱۹۳۵ء کے آخر میں دکھایا۔ مسٹر سیلو و ریونو منسٹر علیل ہو کر رخصت پر گئے۔ ان کا کام سیکارنے اپنے ہاتھ میں لیا۔ مسٹر سیلو وے جو ڈیشل کمیٹی میں بہر اہی چیف منسٹر صاحب

سماعت اپیل بھی کیا کرتے تھے۔ لیکن منسٹر صاحبان کو اپنے کارہائے منہی اس کثرت سے ہیں کہ اُن کو اپیل سماعت کرنے کا موقع کم ملا کرتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء تک کے اپیل غیر منفصلہ جمع ہو رہے تھے۔ نومبر و دسمبر ۱۹۳۳ء کے ہینے سرکار نے اس کام کے لیے مخصوص فرمادیے چھٹی بھون کی کوٹھی میں اجلاس ہوتا تھا۔ ٹھیک ساڑھے دس بجے ہزبائینس رونق افروز ہو جاتے تھے۔ پیشکار اجلاس ہمایوں اور نیر اسٹنٹ گورنمنٹ ایڈووکیٹ جو تجربہ کار بی۔ اے۔ ایل ایل بی ہیں پیشی کرتے تھے۔ اکثر ایڈووکیٹ صاحبان باہر سے آئے تھے۔ چنانچہ بریلی۔ و مراد آباد کے وکلاء نے اکثر اوقات اور دہلی و لکھنؤ دیگر مقامات کے بیرسٹروں اور ایڈووکیٹوں نے حاضری دی اور زور و شور سے بحثیں ہوئی جس میں قانونی مشکلیاں کی گئیں۔ ہزبائینس پوری تیاری و توجہ کے ساتھ بحث سماعت فرماتے اور فیصلے صادر فرماتے رہے جس میں انصاف و عدل حقیقی نمایاں تھا۔

میں ذاتی تجربہ کی بنا پر عرض کرتا ہوں اور بیرونی و سامپوری وکلاء کو اس بارہ میں مجھ سے اتفاق ہے کہ کوئی تنخواہ وارج جس صورت سے مقدمات فیصل کرتا اس طرح پر سرکار نے فیصلے صادر کئے۔ بحث کے دوران میں صبر و تحمل قابل حیرت ہوتا تھا۔ واقعات و قانون میں گرفت زبردست ہوتی تھی اور جذبات انصاف پسندی اور ترمیم انتہا درجے نمایاں تھے غرض کہ دو سال کا

پڑا ہوا کام چند ہفتوں میں ختم کر دیا۔ اور میں نے تو یہ دیکھا کہ کامیاب و ناکامیاب دونوں فریق مطمئن معلوم ہوتے تھے۔ سرکار کا یہ انہماک عظیم المثال ہے۔ اور دیگر والیان ملک کے لیے لائق تقلید ہے۔

پولیس | ہر جگہ پولیس عموماً رشوت ستانی کے لیے بدنام ہے۔ لیکن رام پور کی پولیس میں یہ عیب کم ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ پولیس فسران کی کثرت ہے اور انسپکٹر و ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ و انسپکٹر جنرل اور منسٹر انچارج اور خود والی ملک سب ایک جگہ پر موجود ہیں۔ شہر کے اندر تو رشوت ستانی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے تقریباً منفقود ہے۔ مگر مفصلات و دیہات میں بھی مقابلہ کمتر واقعات رشوت ہوتے ہیں۔

ہنر ہائینس اور سرپرستی تعلیم | مسلمانان ہند کی سب سے بڑی درس گاہ جس پر مسلمانوں کو ناز و فخر ہے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ہے اس کے چانسلر ہنراکر الٹیڈ ہائینس حضور نظام

ہیں جو انتظامی امور میں کمتر دخل دیتے ہیں۔ اصل ذمہ دار پرووائس چانسلر سر آغا خاں تھے جن کے بجائے ہنر ہائینس نواب صاحب رامپور کا انتخاب بر اتفاق رائے کیا گیا ہے۔ گویا مسلمانان ہند نے اپنی تعلیمی کشتی کی باخداہی ہنر ہائینس کے حوالہ کی۔ ہنر ہائینس نے ہندو یونیورسٹی بنارس کو ایک لاکھ روپیہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو ایک لاکھ ایک سو روپیہ عطا فرما کر

سہ ماہیہ رام پور از انعام عام، شمار
۱۰۵
اپنی تعلیمی دلچسپی کا اعلیٰ ثبوت دیا ہے۔ علمی تفوق کی بڑی سے بڑی دیگر بات جو

ہندوستان میں کسی کو نصیب ہو سکتی ہیں سرکار کو حاصل ہیں۔ یعنی ڈاکٹر
آف لا: (حکیم قانون)، اور ڈاکٹر آف لٹریچر (حکیم علوم ادبیہ)

عربی و فارسی کی انتہائی تعلیم رام پور میں اب بھی اسی شان کے ساتھ
جاری ہے جیسے زمانہ سابق میں تھی۔ بنگال، صوبہ سرحد، افغانستان،
و دیگر ممالک و مختلف اطراف ہند کے طلباء کثرت سے رام پور میں تعلیم حاصل
کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوپر دیسی طلباء بغیر کسی مرزہ کے دولت علم حاصل کر رہے ہیں۔

اسٹیٹ ہائی اسکول موجود ہے جس کے ہیڈ ماسٹر ایک انگریز تھے اور پھر
ایک انگریز کے تعلیم یافتہ تھے سائنس اور آرٹس دونوں کی تعلیم ہوتی ہے۔

ایک اسکول کو نامانی تھمکر سرکار نے انگریزی کا دوسرا اسکول

از نام رضا ہائی اسکول حال میں جاری فرمایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اہل رام پور
کی ہر صوبہ کی تمنا پوری ہوئی اور اب رام پور میں کالج قائم ہو رہا ہے جس میں
حسب دستور ریاست بغیر فیس کے مفت تعلیم دی جائیگی۔

زمانہ تعلیم کی طرف ہر بائیس اور ہر بائیس دونوں نے توجہ فرمائی ہے
گورنمنٹ انگلش اسکول قائم ہو گیا ہے اور اعلیٰ پیمانہ پر چل رہا ہے۔

جملہ مدارس زمانہ میں سند یافتہ استانیات موجود ہیں اور گورنمنٹ انگلش

اسکول عنقریب ہائی اسکول ہونے والا ہے۔ ہر تحصیل کے صدر مقام پر ایک

زمانہ مدرسہ موجود ہے۔ ہر ہائینس بیگم صاحبہ خصوصیت کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم پر متوجہ ہیں۔ خسرو باغ کی عالیشان عمارات جو کئی بیگہ زمین کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور جن کے ارد گرد بہت بلند دیواریں پردہ داری کر رہی ہیں گزلس اسکول کے واسطے نام زد کر دی گئی ہیں اسی جولائی کے مہینے سر مدرسہ زمانہ وہاں پہنچ جائے گا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حجت مکان کے عہد حکومت میں مینا بازار کے زمانہ میلے ہوا کرتے تھے وہاں ہزاروں قوارے بھی موجود ہیں اور لڑکیوں کو تیراکی بھی سکھائی جاسکتی ہے۔ ورزشی کھیلوں کے لیے نہایت کشادہ قطعات ہیں اور بہ لحاظ آب و ہوا کے شہر کے کنارے پر یہ مقام منتخب ہے۔ انشا اللہ کچھ عرصہ بعد خسرو باغ کے اندر بڑا شان دار زمانہ بورڈنگ ہاؤس قائم ہوگا اور یہ مدرسہ یو۔ پی میں آپ اپنی نظیر ہوگا۔

ابھی مئی ۱۹۳۹ء کے آخر ہفتہ میں ہر ہائینس نواب **تعلیم بالغان** صاحب بہادر نے مسوری روانہ ہونے سے قبل ریاست کے ممتاز سرکاری و غیر سرکاری اشخاص کو قلعہ معلیٰ میں مدعو کیا اور اُن سہولتوں کا ذکر فرمایا جو فی الحال لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق رامپور میں پیدا ہو گئی ہیں لیکن تعلیم بالغان کے متعلق کوئی کوشش نہ ہونے پر اظہار افسوس فرمایا۔

سرکار کا ارشاد تھا کہ ”میری تمام رعایا کو بلا لحاظ قوم و مذہب کے تعلیم انجان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ہم میں سے جن لوگوں کو تعلیم کی برکات حاصل ہیں ان کو لازم ہے کہ غیر تعلیم یافتہ لوگوں کے کام آئیں۔ اگر ایسا ہو تو مجھے یقین ہے کہ زمانہ قلیل میں رام پور میں بہت کم آدمی ایسے ملیں گے جو کچھ پڑھے لکھے نہوں۔ تعلیم کی سعی عمل میری جملہ رعایا کی خود اختیاری کوشش اور اتحاد سے شروع ہونا چاہیے۔ آج سے میں خود اس کا آغاز کرتا ہوں اور اپنے پرائیویٹ ملازمان کو میں سبق دیا کروں گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ صاحبان جو یہاں موجود ہیں میری تقلید کریں گے“ ہر مائینس نے انسپکٹر جنرل پولیس اور ملٹری سکریٹری سے ارشاد فرمایا کہ اپنے فوجوں اور دستوں میں تعلیم کا انتظام شروع کر دیں اور امید ظاہر فرمائی کہ ایک سال کے عرصہ میں فوج اور پولیس میں کوئی ناخواندہ نہیں رہے گا۔ سرکار نے حکمہ جیل میں بھی حکم صادر فرمادیا ہے کہ جن قیدیوں کی میعاد سزا چھ ماہ سے زیادہ باقی ہے ان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

سرکار نے تربیت جسمانی پر بھی بہت زیادہ اصرار فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ہم میں سے جو لوگ انگریزی کھیل نہیں کھیل سکتے ہیں وہ کبڈی۔ بتوٹ۔ گشتی وغیرہ کی طرف متوجہ ہوں جو کبھی اس ملک میں مرغوب خاص و عام تھے۔ اور جن کی وجہ سے ہماری تندرستی حیرت انگیز

بہت تھی۔ ہزار ٹینس نے دو کیٹیاں مقرر فرمائیں جن میں سے ایک تعلیم بالغان کی نگرانی کرے گی اور دوسری تربیت جسمانی کی اشاعت کرے گی۔ دونوں کیٹییوں کو حکم فرمایا گیا ہے کہ وسط جون تک اپنی تجاویز خدمت ہمایوں میں پیش کریں۔

ریاست رامپور کے دور جدید کا
چیف منسٹر صاحب موجودہ | ذکر کرتے ہوئے مسٹر سپر
 بشیر حسین زیدی بی۔ اے کینٹ۔ با رابٹ لاکا تذکرہ لازمی ہے جو اگل
 چیف منسٹر ہیں۔

آپ میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں چند خامیاں بھی ہیں اور سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ آپ کبھی اپنے متعلق بدگمانیاں نہ کرانے کی کوشش نہیں کرتے اور ”عوام کو خوش کرنے“ کی فکر سے آزاد ہیں۔ میرا یقین ہے کہ اہل رام پور نے ابھی زیدی صاحب کو صحیح طور پر نہیں سمجھا ہے اور شاید زیدی صاحب نے بھی رام پور والوں کے متعلق ٹھیک رائے نہیں قائم کی ہے۔ باہمی غلط فہمی دفع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے زیدی صاحب کے حالات ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

مسٹر بشیر حسین زیدی کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد ہے۔ آپ کا وطن ضلع مظفر نگر ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم عربک اسکول دہلی میں ہوئی۔



آنریبل مسٹر سید بشیر حسین زیدی بی اے (کیٹب) بار-ایٹلا
چیف منسٹر رامپور اسٹیٹ

جہاں سے ۱۹۱۷ء میں آپ نے میٹرک پاس کیا اور ۱۹۱۹ء میں سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے بی۔ اے کیا۔ اور اسی سال انگلینڈ بغرض حصول تعلیم چلے گئے کیمبرج میں تعلیم حاصل کی اور بی۔ اے کی ڈگری لینے کے بعد لنکنس این سے بیرسٹری کی سند حاصل کی۔

زیدی صاحب کو قدرت نے ایسا دل و دماغ عطا کیا ہے کہ وہ کسی جگہ پر کسی صیفہ میں رکھے جائیں یقیناً ترقی کریں گے۔ طالب علمی کی حالت میں انہوں نے اپنی ہونہاری کے علامات ظاہر کر دیے تھے۔ دہلی کی سوشل سروس لیگ کی بنا اسی زمانہ میں آپ نے ڈالی تھی۔ یہ لیگ آج تک قائم ہے اور مدراس بشینہ و شفا خانوں اور غریب بچوں کے کھیل کو دکا انتظام کرتی ہے۔

۱۹۲۱ء میں جناب زیدی صاحب کیمبرج میں پڑھ رہے تھے جبکہ انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس مومنٹ نے اپنا نمائندہ منتخب کر کے آپ کو طلباء کی بین الاقوامی کانفرنس میں مقام ٹرنو ملک چیکو سلوکیا بھیجا اور آپ نے اس انتخاب کو صحیح ثابت کیا۔ اگلے سال ہالینڈ کی انجمن طلباء نے اپنی کانفرنس میں مقام بلٹ ہوون (ہالینڈ) لکچر دینے کے لیے زیدی صاحب کو منتخب کیا اور آپ نے ہندوستان کے متعلق صحیح نظریہ پیدا کرنے کی بابت تقریر کی کیمبرج کے قیام کے دوران میں آپ وہاں کے یونین کے نمایاں مقرر رہے اور ہر حیثیت سے وہاں کے طلباء میں سربرآوردہ تھے۔ صاحب زادہ

آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۲ء تک بحیثیت ممبرانہ
 کونسل انگلینڈ میں مقیم رہے۔ مختلف اجتماعات میں اس ہندوستانی طالب علم
 کو پیش پیش دیکھ کر ان کے متعلق تحقیق کیا اور رفتہ رفتہ ان کو اپنا بنا لیا صاحب
 صاحب کا قاعدہ تھا کہ علی گڑھ میں طلباء علم میں سے چند کو مخصوص کر کے
 اپنے یہاں بکثرت باریابی کا موقع دیتے تھے۔ گویا سیکڑوں طلباء میں سے
 چند ہو نہاں کو منتخب کر کے ٹریننگ دیا کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ یہی لوگ
 آئندہ ہماری قوم کے درخشندہ ستارے ہوں گے۔ انگلینڈ میں بھی صاحب
 صاحب نے یہی طریقہ غالباً قائم رکھا اور بشیر حسین صاحب ان کے انتخاب
 میں آگئے۔ صاحب زادہ صاحب نے زبیری صاحب کو علی گڑھ کا
 خدمت پر یہ اصرار مجبور کیا۔ ۱۹۲۳ء میں زبیری صاحب انگلینڈ کی تہ
 سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی زمانہ میں مسلم یونیورسٹی اسکول کے با
 ایک ہیڈ ماسٹر کی ضرورت تھی۔ سر اس مسعود نے طے فرمایا تھا کہ کہ
 انگریز کو جسے انگلش پبلک اسکولوں کا تجربہ رہ چکا ہو ہیڈ ماسٹر پر م
 کریں لیکن آخر کار مسٹر بشیر حسین زبیری یونیورسٹی اسکول علی گڑھ کے
 ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ یونیورسٹی اسکول کی ہیڈ ماسٹر معمول
 ہائی اسکولوں کی ہیڈ ماسٹر سے بہت زیادہ مشکل اور اہم ہوتی
 زبیری صاحب نے ۶-۷ سال تک یہہ فرائض بڑی خوش اسلوبی

سے ادا کئے اور قوم کی ایک نسل کی تربیت بوجہ حسن انجام دی بیٹھے
اصلیت اوس ”سابق مدرسے“ کی جس کا ذکر کسی مضمون مطبوعہ میں تھا۔

زیدی صاحب قومیت و مذہب سے بیگانہ نہیں ہیں بلکہ ایسے

جذبات کا فی حد تک اُن میں موجود ہیں۔ انگلیشٹ سے واپسی کا زمانہ

آپ نے وہ تجویز کیا جو حج کا موقعہ تھا۔ چنانچہ چند روز آپ نے فریضہ حج ادا

کرنے میں صرف کیئے اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو کر حجاز کا

سفر بھی کیا۔ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ زیدی صاحب حاجی بھی ہیں۔

۱۹۲۹ء میں زیدی صاحب بہرہی خواجہ غلام السیدین صاحب

وچند دیگر اساتذہ ایران و عراق میں کئی مہفتہ تک رہے اور زیارت عتبات

عالیہ سے بھی شرف اندوز ہوئے۔

زیدی صاحب کے تعلقات رام پور سے جناب

جنت مکان کے زمانہ سے تھے۔ سادات بارہ

سے نواب صاحب بہادر کی رشتہ داری کی

زیدی صاحب

رامپور میں!

وجہ سے زیدی صاحب رامپور سے غیر نہیں تھے۔ آپ کی آمد و رفت رامپور

میں رہتی تھی اور سرکار مرحوم آپ پر اس قدر عنایت فرماتے تھے کہ

بعض اوقات دو دو ماہ تک آپ سرکاری ہمان رہے۔ اسی زمانہ

ولی عہد بہادر (سرکار موجودہ) عنایت فرمانے لگے۔

تخت نشینی کے چند ہی روز بعد جولائی ۱۹۳۱ء میں سرکار نے زیدی صاحب کو اپنی خدمت کے واسطے منتخب فرمایا۔ چند ماہ آپ نے ہائی کورٹ کی ججی کے فرائض انجام دیے۔ بعدہ پرائیویٹ سکریٹری ہوئے اور زان بعد ہاؤس مولڈ منسٹر مقرر ہوئے۔ سر عبد الصمد خاں چیف منسٹر بوجہ خرابی صحت ۱۹۳۱ء سے ہر سال یورپ تشریف لے جانے لگے اور ان کی قائم مقامی زیدی صاحب کرتے تھے۔ اس طرح پر ریاست کے مختلف شعبوں سے زیدی صاحب کا حقہ واقف ہو گئے۔

آخر ۱۹۳۴ء میں سر عبد الصمد خاں ریٹائر ہوئے اور خان بہادر منسٹر مسعود الحسن چیف منسٹر قرار پائے لیکن ان کی صحت نے دو سال بعد جواب دے دیا۔ اور دسمبر ۱۹۳۶ء سے سرکار نے ان کو نیشنل عطا فرمائی اس وقت سے منسٹر زیدی چیف منسٹر ہیں۔

ریاست کا سب سے اہم صنیعہ یعنی پولیس ڈپارٹمنٹ چیف صاحب کے حوالہ ہے اسٹیشن کوئٹہ کے صدر آپ ہیں اور اسی

چیف منسٹر صاحب کے اختیارات

طرح مجلس واضح قوانین کی صدارت بھی ان کے ذمہ ہے اور کوئٹہ اہل خاندان بھی آپ کے تحت میں ہے۔ ان ذمہ داریوں کے علاوہ بہت کچھ محکمہ جات مثلاً تعمیرات عامہ۔ بجلی۔ واٹر ورکس اور میسینوں کا رخانہ جات کے

آپ انچارج ہیں اور جو لوگ زیدی صاحب کو کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ صبح سے رات کے گیارہ بجے تک مشکل سے کچھ اوقات آپ کو اپنی ذاتی اور خانگی ضروریات کے لئے ملتے ہیں۔ آپ حقیقی دلچسپی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اور باوجود انتہائی مصروفیت کے شاذ و نادر ہی آپ کے مزاج میں چڑچڑاہٹ یا ناخوشی نظر آتا ہے۔ زیدی صاحب غیر معمولی ذہین و معاملہ فہم ہیں اور فراخ دل، ہمدرد، اور سلجھی ہوئی طبیعت رکھنے والے ہیں اور ریادت کے اکثر اوصاف آپ میں موجود ہیں۔

چیف صاحب کے خدمات
بیرون رام پور

مسٹر زیدی ۱۹۳۷ء میں تیسری راونڈ ٹیبل کانفرنس میں نمایندگان ہند میں شامل ہو کر لندن گئے تھے چیمبر

آف پرنس کی کارگزاریوں میں زیدی صاحب نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں۔ ۱۹۳۷ء کے آخر میں بمبئی میں والیان ریاست اور منسٹران کی جو کانفرنس ہوئی، اس میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ زیدی صاحب نے لیا۔ ۱۹۳۷ء سے تقریباً پچاس ریاستوں نے ایک جماعت از نام سنٹرل انڈیا اینڈ اڈر اسٹیٹس گروپ

Central India and other States Group

قائم کیا ہے۔ اس کی اسٹیڈنگ کمیٹی کے رکن رکن زیدی صاحب ہیں۔ ایجنٹ ڈوی گورنر جنرل اور نیز واسکرائے وغیرہ سے جو گفت و شنید ہوتی ہے

وہ زیدی صاحب کے توسل سے ہوتی ہے۔ اور نیز دیگر ریاستوں سے تعلقات قائم رکھنے اور ان کو ترقی دینے میں زیدی صاحب کی کوششیں قابلِ تکرار ہیں۔ آپ کے عہدِ چیف منسٹری میں رام پور میں دالیسان ملک اور منسٹران کے کئی اجتماع ہو چکے ہیں۔ سنٹرل انڈیا گروپ کی کانفرنس بھی رام پور میں ہوئی اور مئی ۱۹۳۶ء میں پندرہ ریاستوں کے جوڈیشل افسران کی مجلس مشاورت رام پور میں کئی دن تک ہوتی رہی۔ غرض کہ رام پور کے تعلقات دیگر ریاستوں سے محض سوشل رہا کرتے تھے۔ اب رام پور ایک حد تک بہت سی ریاستوں کی سرگردہی کرتے ہوئے ان کی اجتماعی زندگی میں نمایاں حصہ لے رہا ہے۔ اور یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ رام پور کو ان ریاستوں میں حق سربراہی ملے گی۔

مسٹر سید بشیر حسین زیدی حقیقتاً سرکار کی صحیح منشا کے موافق حکومت کر رہے ہیں اور جو اصلاحات سرکار کی منظور نظر ہوتی ہیں۔ ان کو بہت خوبی کے ساتھ انجام تک پہنچاتے ہیں۔ جدید اصلاحات کی تفصیل آئینِ مذاہن اور اق میں عرض کی گئی ہے۔ ان جملہ ترقیات میں مسٹر زیدی کی کارگزاری نمایاں رہی ہے۔ اور سرکار کے ارادوں کی تکمیل زیادہ تر آپ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

دیگر منسٹران | دیگر منسٹر صاحبان میں خصوصیت سے مسٹر آر۔ بی۔ سیلوئے آئی۔ سی۔ ایس۔ ریونیو اینڈ فائننس منسٹر قابلِ ذکر ہیں۔



آنریبل مسٹر آر۔ ایچ سیلووے۔ آئی۔ سی۔ ایس
فائیننس اینڈ ریورینیو منسٹر رامپور اسٹیٹ

آپ ہل بیت وغیرہ میں کلکٹر رہنے کے علاوہ - یو۔ پی بورڈ آف ایونیو کے سکریٹری رہ چکے ہیں۔ اس طرح پرمالیات کا کافی تجربہ آپ کو ہو ہر معاملے کی تہہ کو پہنچنا اور جزئیات پر حاوی ہونا آپ کے اصول میں داخل ہے۔ ریاست کے بجٹ کی تیاری میں خاص دلچسپی آپ کو رہتی ہو اور چند سال سے آپ ہی کی کوشش کی بدولت ریاست کو باوجود فصلوں کی خرابی کے ہر سال کچھ نہ کچھ پس انداز ہوتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ سے آپ کی خدمات مستعار لی گئی ہیں۔ اسی طرح صاحب زادہ عبدالخلیل خاں بہادر ہوم منسٹر۔ خان صاحب مسٹر ضمیر احمد ہاشمی ڈپٹی ریونیو منسٹر اور مسٹر امام احمد ڈائریکٹر ذرا بھی ملازمین برٹش گورنمنٹ ہیں اور رام پور میں بطور مستعار کام کر رہے ہیں۔ اور اپنے اپنے محکموں میں دلچسپی اور نام آوری کے ساتھ مصروف کار ہیں۔

دور جدید کی
صحیح صورت
 دور جدید کی صحیح صورت اُس وقت پہچانی جاسکتی ہے۔ جب کہ اُن اصلاحات کو اور خاص کر صنعت و حرفت کی اوس ترقی کو ملاحظہ کیا جائے جو رام پور نے ان چند سال میں کی ہے اس کا تذکرہ

میلحدہ باب میں کرنا میں نے مناسب سمجھا۔ باب ششم ملاحظہ طلب ہے۔

میونسپل بورڈ
 شہر رام پور میں بازار اور بازار کے قریب کی سڑکوں پر دوکانات اور دوکانیں ایک طرف کی اور سبز رنگ کی

بہت خوب صورت و دل کش ہیں۔ شہر کی صفائی و روشنی اور حفظ صحت کا انتظام پیشتر سرکاری ملازمین کیا کرتے تھے۔ اب میونسپل بورڈ قائم ہے اور ہر وارڈ سے نمبر مقرر ہیں۔ اور ممبران اپنا صدر مقرر کرتے ہیں۔ سارے شہر راہپور کی ہر قسم کی صفائی اور روشنی وغیرہ کا انتظام اس بورڈ کے ذریعہ ہوا کرتا ہے۔ علاوہ آمدنی چنگی وغیرہ کے سرکار سے وقتاً فوقتاً رقم کشیر بورڈ کو عطا کی جاتی ہیں اور سرکار کا منشاء ہے کہ شہر کی سب بڑی سڑکیں مٹی پتھر اور کوئٹا رے سے تیار شدہ ہو جائیں۔ اس غرض خاص کے لئے سال حال میں بھی سرکاری عطیہ کے پچاس ہزار روپیہ موجود ہیں۔ اور گزشتہ سرکاری سالگرہ کے زمانہ میں میونسپل بورڈ کے ایڈریس کے جواب میں ہربائینس نے بورڈ سے اصرار کے ساتھ دریافت فرمایا کہ سڑکوں کی درستی منشاء ہمایوں کے موافق کیوں نہیں جلد مکمل کی جاتی اور اس رستم عطا شدہ کا صحیح مصرف اب تک کیوں نہیں کیا گیا۔ شہر کی عام خوب صورتی کسی نووارد پر خاص اثر ڈالتی ہے تاہم محلوں کے اندر کی گلیاں زیادہ صفائی کی محتاج ہیں۔

ریاست کی وسعت ۸۹۶۵۴ مربع میل ہو
اور آبادی چار لاکھ چونتیس ہزار نو سو اونیس۔
نفوس ہے۔ جس کی تفصیل بلجانات شہر و
قصبات و دیہات کے حسب ذیل ہے۔

ریاست کی وسعت
اور مالی حالت

میزان	آبادی		تقسیمات	تعداد	تقسیمات
	مرد	زن			
۶۴۰۸۰	۳۲۵۳۶	۳۱۵۴۴	۲۵۵۴		شهر ریاض و کمون منت
۹۶۳۰۳	۴۴۴۶۸	۵۱۸۳۵	۱۴۳	۲۵۴	حضور تحصیل
۴۵۴۸۴	۲۱۰۱۴	۲۴۴۶۴	۲۰۵	۲۳۹	بلاس پور
۴۶۴۹۵	۳۴۹۵۶	۴۱۵۳۹	۱۶۶	۲۱۰	شاه آباد
۸۶۴۹۶	۴۹۴۹۸	۴۶۵۹۸	۱۵۵	۲۰۵	رنگ
۵۶۴۴۳	۲۴۱۸۰	۳۱۴۹۳	۱۴۹	۱۶۲	سوار
۲۴۱۸۸	۱۴۴۰۹	۳۴۴۶۹	۴۲	۱۰۴	طمانده
۴۶۴۹۰۹	۲۱۴۶۱۴	۲۵۰۲۵۵	۸۹۲۵۴	۱۱۴۴	میزان

ریاست کی مالی حالت | چند سال قبل ریاست کی مالی حالت قابل اطمینان نہیں تھی ہر زمیندار و کاشتکار پر

عام اقتصادی اثر سارے صوبہ بلکہ ہندوستان میں ہو رہا ہو رہا ہو رہا اس سے مستثنیٰ نہیں ہے لیکن حکومت رامپور نے رفتہ رفتہ ریاست کی مالی حالت صحیح کوئی اور سرکار نے گزشتہ چار سال میں غیر معمولی حسن انتظام کا ثبوت اس بارہ میں دیا ہے۔ مسٹر سیلووے خاص طور پر قابل مبارکباد ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ریاست کسی طرح کیسکی مفروض نہیں ہے کئی سال سے متواتر بحیثیت ہو رہی ہے۔ سال گزشتہ کی بحیثیت ایک لاکھ چھیالیس ہزار روپیہ ہے۔ سال حال کی آمدنی کا اندازہ باوجود ملک کی عام اقتصادی خرابی کے چون لاکھ چھٹھ ہزار ایک سو دس (۵۴۶۴۱۱۰) روپیہ اور تخمینی خرچ باون لاکھ اسی سو چھیالیس (۵۲۶۱۸۶) روپیہ ہو گیا اس سال۔ انشا اللہ مبلغ دو لاکھ دو ہزار نو سو چوبیس (۲۰۲۹۲۴) روپیہ بچت ہوگی۔ آمدنی اور خرچ کا توازن قائم رکھنے کے لیے فاضل مسٹر صاحب کے کئی کئی ہفتے صرف ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ ریاست کے پاس تقریباً پونے دو کروڑ کا سرمایہ مستقل محفوظ ہے جو گورنمنٹ سیکورٹیز اور کارخانوں میں لگا ہوا ہے۔ تقریباً ساڑھے چھ لاکھ روپیہ سال کی آمدنی اس سے ریاست کو ہوتی ہے اور مقام شکر ہے کہ اس سرمایہ میں ہر سال کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ہندوستان میں بہت کم ریاستیں ایسی ہیں جن کی مالی حالت اس قدر مستحکم ہو۔

مولوی عظیم نجم الغنی صاحب نے
اپنے ہم وطنوں کی عادات و خصا
کا ذکر اخبار الصنادید میں ایسے برے
الفاظ میں کیا ہے اور ان کو ایسے

اہل رامپور کی خصوصیات اور عام خوش حالی

کم زور کیر کڑ کا دکھایا ہے کہ ان الفاظ کا نقل کرنا بھی میں رام پور کی توہین و تحقیر
میرے تجربہ و مشاہدہ نے مجھے عظیم صاحب سے مختلف رائے قائم کرنے کا موقع دیا
اہل رام پور عموماً صاف دل صاف گو ہمدرد۔ خلوص پسند و جری ہوتے ہیں۔
ان کے ساتھ جو شخص نیک سلوک کرے اس کی قدر کرتے ہیں۔ پرانے لوگوں
میں وضع داری حد درجہ موجود ہے۔ مکاری و دغا بازی و ساز ساز عموماً
ان میں نہیں ہوتی۔ دوزخی و حیلہ سازی سے نہیں بلکہ خلوص و محبت سے آپ
جو کام ان سے لیں وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ ایک اور خاص بات ہے کہ رام پور کا
شرف مسلمان جھوٹی شان بھی بنانا نہیں چاہتا وہ اپنی مال میں لکڑی چیرنے اور
توت بازو سے پیسہ پیدا کرنے میں عار نہیں سمجھتا۔ اسی کے ساتھ رام پور میں تعلیم
کی کمی ہے۔ اور تعلیم کی زیادتی کے ساتھ رام پور بہت زیادہ ترقی کر گیا۔ مولانا محمد علی
مروم فرمایا کرتے تھے کہ رام پور پھر زمین ہے۔ اس کو اچھی طرح جوت کر تخم بریزی کی جائے
تو سب برزی حاصل ہوگی۔ بہت سے قدیمی روایات اور قابل قدر چلن رام پور میں موجود
ہیں۔ حکام رام پور سے میری التجا ہے کہ رام پوریوں کے مزاج کو ٹھیک طور پر سمجھیں

۱۲۰
 اور باہم دگر بدگمانی رفع کیجیے۔ نئی بھول کے چند نوجوانوں کے اطوار و نمائش سے
 آپ کو سارے رامپور کے متعلق رائے قائم کرنا نہیں چاہیئے۔ ہزار ہا بندگانِ خدا
 رام پور میں ایسے موجود ہیں جو سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور جن سے
 مل کر اور گفتگو کر کے حقیقتاً دل کو مسرت ہوتی ہے لیکن ان لوگوں کو نہ اربابِ حکومت
 کے دروازے کھٹکھٹانے کی ضرورت ہے اور نہ پوسٹ بٹاری اور گننام خطوں سے
 ان کو واسطہ ہے۔ ان میں ایسے صاحبان ہیں جن پر مختلف اوصاف کے لحاظ سے
 رام پور فخر کر سکتا ہے اور ان کی قدر کرنا حکومت کا فرض ہے۔

مخالفینِ حکومت نے ایک عام خیال پیدا کر دیا ہے کہ رامپوری مفلس ہیں، نادار
 ہیں، ان کی ضروریات پوری نہیں ہوتی ہیں۔ نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو یہ خیال
 غلط ہے۔ شہر رام پور میں عام خوشحالی کسی معمولی برٹش انڈین ضلع سے زیادہ ہو
 اول تو قلعہ معلی کے اندر اور باہر سرکار میں اور اہل خاندان میں ادنیٰ طبقہ کے
 مرد اور عورتیں کثرت کے ساتھ ملازم ہیں۔ پھر سرکاری فوج میں، دفاتر
 میں، کارخانوں اور مختلف ادارات میں ہزاروں آدمی ملازم ہیں۔ کسی
 ضلع کو پیش نظر رکھ لیجیے، اس کثرت سے وہاں کے باشندے آپ کو مرکاز
 ملازمت میں نہیں دکھائی دیں گے۔ چھوٹی اور بڑی ملازمتوں سے ریاست کے
 اندر اور ریاست کے باہر ہزار ہا انسانوں کے پیٹ پیس رہے ہیں میں نے
 کوشش کی کہ صحیح اعداد و میرا سکیں مگر میں مجبور رہا۔ لیکن اس میں کوئی

ٹھک نہیں کہ ملازمت کے صیغہ میں رام پور قرب وجوار کے مشہوروں سے کہیں آگے ہے۔ بلکہ یہ کتنا مناسب نہ ہوگا کہ ملازمت کی زیادتی نے رام پور کو دوسرے شعبوں سے مستغنی بنا دیا ہے۔

تجارت میں بھی رام پور پروس کے مشہوروں سے کم تر نہیں ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں عموماً جو کاروبار روہیل کھنڈ میں ہر گرجاں وہ رام پور میں بھی ہیں اور دوکان داری اور ٹھیکہ داری میں رام پوری لوگ خوب روپیہ پیدا کر رہے ہیں۔

زمین داری خاص ریاست رام پور میں کم ہے۔ تاہم علاقہ جدید کی زمینداریوں کے علاوہ اضلاع بریلی و مراد آباد و بدایوں میں اہل رام پور کی بڑی بڑی زمینداریاں ہیں۔

اہل رام پور کی خوش لباسی و تندرستی و خوش طبعی خود دلیل واضح اُن کی خوش حالی کی ہے۔ بریلی یا مراد آباد میں مسلمانوں کے کسی محلہ میں پہنچ جائے اور اندرونی حالات کی تحقیق کیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ افلاں کسے کہتے ہیں۔ وہ صاحبان جو نواب صاحب و قاضی صاحب و مولوی صاحب کہے جاتے ہیں۔ بعض اوقات کپڑوں کا ایک جوڑے سے زیادہ نہیں رکھتے۔ اونچے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا۔ رام پور میں افلاس اس حد تک ہرگز نہیں ہے۔ رام پور کی مالی حالت کا اندازہ کرتے وقت ہمیں یہ ہرگز نظر نہ

نہیں کرنا چاہئے کہ آج کل دنیا میں ہر جگہ اقتصادی مصیبتوں کا سامنا ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں کئی سال سے دولت کی کمی ہو رہی ہے۔ گزشتہ چند سال سے فصلیں خراب ہو رہی ہیں اور غلہ کی پیداوار کم ہونے سے ہمارے صوبہ میں پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔ کمی پیداوار کا اثر تجارت و صنعت و حرفت پر پڑتا ہے۔ یقیناً رام پور ان حالات سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ لیکن ٹریش حکومت اپنی رعایا کی مالی ذمتوں کو رفع کرنے کی تدابیر اس قدر نہیں کرتی ہے۔ جتنی کہ رام پور میں آج کل ہو رہی ہیں۔ ان کی تفصیل باب مشتم میں میں نے عرض کی ہے۔ رام پور کی جدید اصلاحات اور مختلف صنعتوں کے کارخانے ہیں امیدوار ہے ہیں کہ چند سال کے بعد اہل رام پور کی خوش حالی میں بہت زیادہ اضافہ ہوگا۔



باب پنجم

رعایا کی شکایات حکومت راجپور سے

جہاں تک ہو سکا میں نے ریاست کے صحیح حالات بلا مبالغہ بیان کیے ہیں اور جو قابل اعتراض بات خیال میں آگئی اس کو نظر انداز نہیں کیا۔ لیکن باب ہذا میں خصوصیت کے ساتھ اُن امور کو عرض کروں گا جو موجب شکایت ہوئے۔ اس امر واقعہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ رعایائے راجپور میں حکومت کے خلاف ایک پارٹی ہے اور کچھ عرصہ سے اُس پارٹی کے اندر تفریق ہو کر دو فریق قائم ہو گئے ہیں جو ایک دوسرے کی نیت پر حملہ کرتے ہیں اور باہم دگر خو د غرضی کا الزام لگاتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے جناب جنت مکان کے عہد میں وائی ملک یا حکام کے خلاف کوئی شخص ایک حرف بھی زبان سے نہیں نکال سکتا تھا۔ لیکن عہد حاضرہ میں آزادی تحریر و تقریر خوب چل ہوئی اور لوگوں نے حکومت کو دل کھول کر گالیاں دیں، رسالہ جات شائع کئے اور وقتاً فوقتاً پوسٹر چپاں کئے حتیٰ کہ ۱۹۳۲ء میں ایک مرتبہ خان بہادر مٹر مسعود الحسن کی چیف منسٹری کے زمانہ میں اور دوسری

مرتبہ ۱۹۳۳ء میں بلوہ ہوا۔

اس بچپنی کے وجوہ پر غور کرنا، اصل شکایات کو معلوم کرنا اور ان کا علاج سونپنا ہمارا فرض ہے۔ مخالفین کی روش کو غلط فہم معاملات کو خلیف نہیں بنایا جائیگا میری تاجپیرائے میں ابتداء دلی ظاہر کرنے میں اہل رام پور حتیٰ بجانب تھے لیکن ان شکایات کو وقت پر رفع نہیں کیا گیا اور مادہ پختہ رہا جس کی وجہ سے ظاہر طور اعلان مخالفت ہوا۔ بہر حال ان حالات و اسباب کو عرض کیا جاتا ہے۔

نواب سرسید رضا علی خاں بہادر کا زمانہ ولیعہدی
محض تھل و تفریح میں نہیں گذرا۔ آپ ذمہ داری کے
ساتھ فرائض مفوضہ انجام دیتے تھے اور بااوقات
لوگوں کو شکایت پیدا ہوتی تھی آپ کی مندرائی کے

بعد چند مقررین نواب جنت مکان کے مراتب میں کچھ کی واقع ہوئی اور ان کو مزید تکدیر پیدا
ہوا۔ ادھر سرکار کی بہ کیفیت رہی کہ آپ تصنیف و زمانہ سازگی بری رہ کر کام میں مصروف
رہے۔ کام کرنے کی دھن ان کو ہمیشہ سے تھی اور یہی خصوصیت ان کے مزاج کی بڑی
ذی اختیار رہیں ہونے کے بعد ان کے ذوقِ عمل نے ترقی کی اور چند باتیں ایسی
ظہور میں آئیں جن سے عوام کو شکایت ہونا لازمی تھا۔ ان کو نمبر وار
عرض کرتا ہوں۔

۱۔ سرکار کی حکومت شروع ہوتے ہی ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء میں کثیر التعداد

معافیات و جاگیرات و پیشین ضبط ہو گئیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حقوق کی ضبطی کا اثر ان اشخاص پر پڑا جو رام پور میں بس اقدار تھے۔ کیونکہ جاگیریں اور پیشین عوام الناس کی نہیں ہو کر تھیں۔ اور اثر بھی کیسا ہی مالی اثر۔

گر جاں طلبی مضالفتہ نیست
در زرب طلبی سخن در نیست

ان ضبطیوں سے اہل رامپور کے ایک طبقہ میں سرکار کی مخالفت کی آگ بھڑک گئی اور طرح طرح کی چیمگوئیاں ہونے لگیں۔ اس تمام کارروائی کو ہڑہائیس کی ذاتی طمع اور سوز و تدبیر سے منسوب کیا گیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کمیٹی منسٹران کی متفقہ سفارش پر ضبطی کی کارروائی شروع ہوئی تھی۔ منسٹر صاحبان نے اور بالخصوص مسٹر بانڈے نے اپنی قانونی موٹہنگائی سے یہ مکتہ واضح فرمایا کہ معافی و پیش کسی رئیس کی حیات تک اثر رکھتی ہے لہذا جنت مکان کی وفات کے بعد اون کی عطا کردہ جاگیرات و معافیات و پیشوں کی میعاد ختم ہو گئی اور یہی حالت عطیات و ایان سابق کی بتائی گئی۔ سرکار کو قاعدہ کے موافق اپنے وزیر کے متخذہ فیصلہ کو مان لینا چاہیئے تھا۔ چنانچہ ضبطیاں عمل میں آئیں حقیقتاً یہ غلطی ان مشیروں کی تھی اور جب سرکار نے ان احکام کی غلطی کو محسوس کیا تو سلسلہ امر میں وہ تمام مضبوط حقوق واپس دیے گئے۔ تاہم بد مزگی پیدا ہو چکی تھی اور باقی بھی رہی۔

۲۔ ہزارائیس نے ابتدائے حکومت میں صداہا ملازمین ریاست کو سلسلہ تخفیف ایک لحنت موقوف کر دیا۔ جنت مکان کے عہد میں بہت سے لوگ پرورش ملازم رہتے تھے۔ اور بعض ایسے تھے کہ ملازمت کی امید میں یا کسی مرقی وجہ سے مہینوں اور برسوں سربکاری ہمان تھے۔ اور رفتہ رفتہ ہماں داری کی خوراک کے عوض میں زلفہ ہمان خانہ سربکاری سے لیا کرتے تھے۔ سربکار موجود ہونے جن لوگوں کو بیکار کجھا برخاست کر دیا۔ ان میں زیادہ تر کم تنخواہ والے ملازم تھے۔ اور بہت سے ایسے تھے کہ جن کو موقوفی کے بعد کوئی ذبیہ بسر اوقات کا نہیں رہا۔ ان برخاست شدگان کی تعداد ڈھائی تین ہزار بھی جاتی ہے۔ احکام موقوفی نے ایک طوفان عظیم برپا کر دیا۔ اور سارے شہر میں بد دل و بے اطمینانی طاری ہو گئی۔ ایک موقوف شدہ کے ساتھ ہمہ گریہ و ماتم کرنے والے تھے اور جو لوگ ملازمتوں پر قائم رہے وہ بھی اپنی حالت کو محذو شس سمجھنے لگے۔ غرض کہ یہ دوسری بردست شکایت عوام کو سربکار سے ہوئی اور حکومت سے مخالفت کا تخم بودیا گیا۔ حکومت کی طرف سے جو اباجھا جاتا ہے کہ چونکہ غلہ کی ارضانی اور عام اقتصادی انقلاب نے آمدنی میں کمی کردی تھی لہذا مصارف میں کمی کرنا لازم سمجھا گیا۔

۳۔ دام پور میں ملازمت سربکاری کے ساتھ ساتھ اور علیحدہ بھی ایک

بڑا ذریعہ آمدنی متاجری تھی۔ یعنی جو دیہات سرکار کے انتظام میں براہ راست
 ہیں اور جن میں زمیندارہ نہیں ہے اُن کا ٹھیکہ میاں و معین اور جمع منفرہ
 پر رام پور کے مغزین کو دے دیا جاتا تھا۔ اکثر متاجرین پیشہ درہوتے تھے
 یعنی وہ محض یہی کام کرتے تھے اور اس میں سیکڑوں اور ہزاروں روپیہ
 پیدا کرتے تھے۔ لیکن ان پیشہوروں کے علاوہ بکثرت عہدہ دار، اور
 حضور رس بھی متاجری کرتے تھے۔ ایک شخص جو سو روپیہ کا ملازم ہوتا پانچ سو
 روپیہ مرید متاجری سے پیدا کرتا۔ بڑے بڑے ذمہ دار حکام
 خود ٹھیکے لیتے تھے۔ سرکار کے رشتہ دار اور خاندانی بھی متاجری میں
 تھے اور وثیقوں سے بدرجہا زیادہ آمدنی ان صاحبان کو ٹھیکوں سے تھی
 حقیقت یہ ہے کہ رامپور کے طبقہ اعلیٰ کی حیثیت متاجری سے قائم تھی۔
 اور ہر متاجر کے ساتھ اس سلسلہ میں درجنوں وابستگان کے پیٹ پلتے
 تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ذی اقتدار متاجرین رعایا پر سختیاں بھی
 کرتے تھے۔ اور ناجائز نفع بھی حاصل کرتے تھے۔ لیکن متاجری کا سلسلہ رامپور
 میں قدیم تھا۔ اور ہزار ہا آدمیوں کی قوت ب سری کا وسیلہ یہ تھا۔

۱۷۹۴ء میں یک لخت کثیر انتہاء دیہات خام کر لیے گئے اور صدھا
 اشخاص کو بے روزی کر دیا گیا۔ یہ مار سب سے زیادہ ناقابل برداشت تھی
 اس کی تاب اہل رامپور نہ لاسکے۔

مشاہد عام طور پر یہ معلوم نہیں ہے کہ مستاجری کے خلاف جو کارروائی شروع ہوئی وہ سید عبدالصمد خاں بہادر چیف منسٹر خاں بہادر سید ابوبکر صاحب دیوبند منسٹر اور خان بہادر منشی محمد حسن خاں فنانس منسٹر کی صفحہ عرضداشت پر ہوئی۔ ایسے تجربہ کار و ذمہ دار وزراء کی منتقلی تحریک کو منظور نہ فرمانا بھی سیکرٹری کے لیے موزوں نہ تھا۔

منسٹر ان ذمہ دار نے شکست مستاجری کی تجویز اس طرح پیش کی۔ سیکرٹری عہدہ داروں اور اہل خاندان کو مستاجری سے محروم کر دیا جائے اور اُس کے وجود یوں بتائے جاتے ہیں : "۱۹۲۹ء تک ملک میں غلہ کی گرانی رہی لہذا کاشتکار ہر قسم کی سختی جھیل سکتا تھا۔ ۱۹۳۰ء سے غلہ کے نرخ میں ارزانی ہو گئی اور کاشتکار کے ہاتھ میں پیسہ مطابق کم آنے لگا۔ وہ مستاجرین جن کو اپنی عہدہ داری یا رشتہ داری پر نماز ہوتا تھا کاشتکاروں کو بہت پریشان کرتے تھے۔ انہوں نے طرح طرح کے خود خواستہ لٹیکس کاشتکاروں پر قائم کر رکھے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی کاشتکار اپنے لڑکے یا لڑکی کی شادی بغیر مستاجر کو نذرانہ دیئے ہوئے نہیں کر سکتا تھا۔ عموماً مستاجر کو اضافہ لگان کا حق حاصل تھا مگر کاشتکاروں کو موروثی یا قانونی حقوق حاصل نہیں تھے۔ اگر باب حکومت چاہتے تھے کہ عہدہ داروں اور اہل خاندان کا تعلق مستاجری قائم نہ رہے۔ اور ان لوگوں کی قابل اعتراض

مثالیں دوسروں کے لئے نمونہ بنیں۔“ یہ سب کچھ صحیح لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب ایک معاہدہ معین کے لیے آپ گانوں کسی کے حوالہ کر چکے تو قبل انقضائے مدت مقررہ یہ ایک اشارہ چشم کس قانون و انصاف میں آپ اس معاہدہ کو نسخ کر سکتے ہیں۔ پھر ایک معمولی مکان یا دوکان خالی کرانے کے لیے قانون لازم قرار دیتا ہے کہ پیشتر سے اطلاع دی جائے۔ آپ صد ہا دیہات پر فی الفور قبضہ کیسے لے رہے ہیں۔ علاوہ بریں کوئی معاوضہ کسی نوع کا ان ٹھیکہ داروں کو نہیں دیا گیا۔ جن کی روزی کو سلب کر لیا گیا۔ میری رائے میں یہہ شدید سیاسی غلطی ارکان حکومت کی تھی اور جیسا کہ ہونا چاہیے تھا اسے راپور والوں کے دل دکھ گئے۔ اگر یہی کارروائی۔ رفتہ رفتہ ہر معاہدہ کی میعاد کے اختتام کے ساتھ کی جاتی تو قابل اعتراض نہیں ہوتی۔

ان تین بڑی وجوہ کے ساتھ چند چھوٹی شکایات جو زیادہ تر ذاتی و انفرادی حیثیت رکھتی تھیں شامل ہو گئیں اور رام پور میں جہاں کہ والی ملک کو واقعی نخل اللہ سمجھا جاتا تھا ایک مستقل سیاسی پارٹی قائم ہو گئی۔ جو علانیہ حکومت سے اختلاف کرنے لگی اور پوسٹر بازی اور مفلٹ نویسی رام پور کا معمولی مشغلہ ہو گیا۔ یہ اختلاف بہت سی ناگوار و ناروا صورتوں میں ظاہر ہوا اور دبا دیا گیا۔ میں نے ان حالات کا غور کے ساتھ اور دل سوزی سے مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سیاسی

اختلاف کرنے والے بھی ہر پائینس کی قدر و محبت دل میں رکھتے ہیں اور آپ کے خلوص کے قائل ہیں۔ رام پور کا یہ سہ اختلاف بہت آسانی سے دور ہو سکتا ہے۔

رام پوری سیاسیات میں جہاں جہاں خود غرض لوگ نظر آئیں اُن کو درمیان سے ہٹا دیجئے اور مختلف فیہ مسائل بہت کم رہ جاتے ہیں۔ جن کا حل نہایت آسان ہے۔

وجہ مذکورہ بالا سے سیکرٹوں رام پوری
دل شکستہ ہو گئے۔ ان شکایت کرنے
والوں کو دو طرف سے مدد ملی یا یوں کہیے

شورش میں ترقی کے وجوہ

کہ ان حالات سے دو گروہوں نے فائدہ اٹھایا۔ ایک وہ جو زمانہ جنت مکان میں عروج پر تھے۔ لیکن اب ان کے اثرات میں کمی ہو گئی تھی۔ ان لوگوں میں سے اکثر درپردہ اور بعض علانیہ شورش میں شریک ہوئے۔ دوسرے ان اشخاص نے فائدہ حاصل کیا جو دیگر ذاتی اغراض میں مد نظر رکھتے تھے اور اس سخریک میں شامل ہو کر اپنی ذاتی وجاہت و اہمیت ہر پائینس کو جتنا چاہتے تھے اور بن کا اصل مقصود اپنی ذاتی منفعت تھی غرض کہ تین قسم کی مختلف الاغراض جماعتیں حکومت کی مخالفت میں متحد ہو گئیں۔ اور پھر یہ کہ ان کی رہبری کے لئے ایک دولت مند و

وہی حشیت شخص مل گیا جس کو جہاں تک میری تحقیقات ہے، اپنی کوئی ذاتی غرض بجز اس کے نہ تھی کہ وہ اپنے وطن میں ممتاز اور اہل وطن کا محبوب رہنما ہو جائے۔ ادھر ارباب حکومت نے اپنی روش غیر معمولی طور پر نرم کر دی۔ اگر اب تدریس میں ٹھیک طور پر علاج کر لیا جاتا تو ہرگز یہ سیلاب بڑھتا نہیں یہ بدولی عرف مسلمانان شہر کے طبقہ اوسط تک محدود تھی۔ لیکن حکومت نے کچھ عرصہ تک ان باتوں کو لائق اعتناء نہ سمجھا اور جب احساس ہوا تو منسٹر صاحبان نے ادعا حریت پسندی کے خلاف عمل اختیار کرنے سے اپنی ذلت محسوس کی۔ اگر ابتدا میں مناسب تدابیر سے یہ آگ دبا دی جاتی تو نہ شورش کا دائرہ پھیلتا اور نہ قانون کی حرمت کرنے والوں اور سرکار کے خدائیوں کو بلوائی اور باغی سمجھنے کا موقع پیدا ہوتا۔ لیکن برتاؤ وہ کیا گیا جس کے رام پور والے عادی نہیں تھے۔

اس طرح پر شورش بڑھتی گئی اور بھر جال ہو کر کچھ عرصہ میں حکومت کے خلاف ایک محاذ قائم ہو گیا۔ توجا و بیجا تمام الزامات حکومت پر عائد کیے جانے لگے۔ بہت سی وہ باتیں جن کو لکھنے والے خود غلط سمجھتے تھے حکومت کے سر تنہو پی گئیں۔ اور اکثر جو شیالے نوجوانوں نے ریاست ورہس کی ہر اچھی اور بری بات کو شبہ اور عیب جوئی کی نظر سے دیکھا

شروع کیا اور بغیر غور و فکر کے حکومت کو گالیاں دینا اہل رام پور کی

فیشن میں داخل ہو گیا۔ یہ حالت اُس وقت تک قائم رہی جب تک معمولی قانونی گرفت نہیں برتی گئی۔ اس کتاب کی طباعت کے دوران میں ۱۹۳۹ء کا بلوہ ہوا کی تفصیل صفحہ ۱۲۶ کے بعد ملے گی۔

انفرادی شکایت ہر شہر و قصبہ حتیٰ کہ ہر خاندان میں متقابلہ منتظمین کے ہوا کرتی

شکایات کی تفصیل

ہیں اور اُن پر کوئی خاص توجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ان تحریرات کو جو کتابی یا اشتہاری صورت میں ریاست کے خلاف شائع ہوتی رہتی ہیں غور سے مطالعہ کیا اور اعتراضات و شکایات کو نمبر وار قائم کر کے اُن کی حقیقی کیفیت کچھ عرض کر دوں گا۔

اصلی کیفیت

اعتراض

(۱) خاص بلع پبلش پر بہتر لاکھ روپے اگرچہ اس رقم کے تعین میں مبالغہ صرف کیا گیا۔

کیا گیا ہے لیکن اس اعتراض کو انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ صرف یقیناً حد سے متجاوز ہے۔ لیکن یہ آغاز حکومت موجودہ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور ہر شہر کوئی نہ کوئی عمارت اپنے مذاق کے

موافق قابل یادگار تیار کرتا ہے

اس مادہ کا تعریفاً پچاس پونے
روز صرف ہے۔ مگر سوائے اس کے
ستھ میں چند ماہ تک اس قسم
کا انتظام رہا۔ اب سال بھر میں محدود
چند دن سے زائد نہیں ہوتا۔ اور وہ
بھی کسی نہایت متنازعہ مہان کی آمد
کے موقع پر۔

ہر ہائینس غیر معمولی سیاحت کے
کبھی عادی نہیں ہوئے۔ البتہ یورپ
وغیرہ کا ایک دورہ کیا جو لازمی تھا۔
اور اب صرف گرمی کے چند ماہ مسوری
قیام فرماتے ہیں۔ اس میں بھی ہر
جزوی خرچ میں مشلاً قیام گاہ اور
تعداد ہر اہمیان میں بہت کفایت شعار
برقی جاتی ہے اور مصارف ذات خاص
سے ادا کئے جاتے ہیں سفر کے معاملہ میں

(۲) مبلغ آٹھ سو روپیہ روپیہ
پیس کو موسم گرما میں سڑ بنانے
کے لیے اور موسم سرما میں گرم
رکھنے کے لیے خرچ کیا جاتا ہے۔

(۳) مفروضیاحت پر خرچ کشیر

کفایت شعاری کی جدوجہد کی کہ بعض اوقات
اوقات بجائے اسپیشل ٹرین کے صرف
سرکاری گاڑیاں معمولی ریلوے
ٹرین میں ٹھکا دی جاتی ہیں۔

سال ہائے حال میں کوئی مثال شکل سر
طے گی کہ کوئی جدید وظیفہ مقرر کیا گیا ہو
یا کسی میں اضافہ ہوا ہو۔ اسال خصوصیت
سے ایسے جدید وظائف بند کر دیئے گئے
ابتداءئے حکومت میں ضرور بعض
واقعات ہوئے۔

پانچ سال گزشتہ کے متعلق یہ قطعاً
غلط ہے بجٹ کی پابندی سختی سے کی
جاتی ہے۔ ان کی تفصیلی بحث کی جا چکی
ورنہ ہر سال بجٹ نہیں ہو سکتی تھی۔
صفحات ۱۲۹ لغایت ۱۲۹ قابل ملاحظہ ہیں۔
ضبط شدہ جائدادیں سب واپس
ہو گئیں۔

(۴) سرکار کے رشتہ داروں اور
مخصوص اشخاص کے وظائف میں
زیادتی۔

(۵) مصارف بلا لحاظ بجٹ کے
ہوتے ہیں۔

{ (۶) جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔
(۷) متاجری کا خاتمہ
(۸) موقوفی ملازمان

یہ اعتراض بھی موجودہ انتظام میں
 وارد نہیں ہوتا کئی سال سے ملازمتوں
 میں درجہ بندی کر دی گئی ہے اور وہ
 پرانا طریقہ کہ ہر شخص کی تنخواہ ذاتی
 ملاکاظ عہدہ کے ہومتر وک کر دیا گیا
 ہے۔ عہدوں کو استقلال دیا گیا ہے
 گریڈ مقرر ہو گئے ہیں۔ پیش رائج کر دی
 گئی ہے اور ملازمین کا پراویڈنٹ فنڈ
 قائم فرما دیا گیا ہے۔

(۹) ملازمین ریاست کی تنخواہوں میں
 نامناسب کمی اور ناموزوں اضافہ

(۱۰) محصولات درآمد و برآمدات عام
 کرنا۔
 رامپور میں درآمد و برآمد اشیاء پر
 قطعاً کوئی محصول نہیں حالانکہ اس سے
 بعض معمولی ریاستیں چار یا پنج لاکھ
 روپیہ سال حاصل کرتی ہیں۔ مثلاً سنٹرل
 انڈیا ایجنسی کی ریاستیں۔ رامپور میں
 صرف میونسپلٹی کی طرف سے معمولی چنگی
 مقرر ہے لیکن اس سے ریاست کا کوئی

تعلق نہیں۔

بہت شکایت بھی کثرتاً مفقود ہے اور اگر
کبھی تھی تو ابتدائی زمانہ میں ہوگی۔

اب بحسٹریٹ صاحبان اور ہائی کورٹ
ججان ہرگز پولیس کا رعب و اثر نہیں مانتے
ہیں۔

(۱۱) عدل گستری میں پولیس کا اثر۔

موجودہ دور اصلاح میں یہ الزام
سرکار غلط ہے۔ سرکار کسی
قسم کی مداخلت حکام عدالت کے۔

فیصلوں میں نہیں فرماتے ہیں۔ بلکہ اس
سے بڑھ کر یہ کہ اپنی عدالت کے فیصلوں
میں بھی کسی کی سفارش پر عمل نہیں فرماتے

اس سلسلہ میں ایک واقعہ میرے علم
میں ہے جو قابل گزارش ہے۔ ایک
ملزم سرکاری مصاحب تھے۔ مجوز ذی
ان کو قید کا حکم صادر کرتے ہوئے۔
بہ لحاظ اون کی حیثیت مصاحبی کے

(۱۲) مقدمات عدالتی میں سرکار

کی ذاتی خواہشات کا دخل

قید سخت کے بجائے قید محض کا حکم دیا
 سرکار نے اس پر سخت باز پرس
 فرمائی اور عملاً اظہارِ ناخوشی
 فرمایا معافی شاہانہ کا استعمال سرکار
 کے رحم پر موقوف ہے۔

(۱۳) جو ڈیشیری کا یعنی حکام عدالت کا
 ذی لیاقت نہو۔

ایمان داری سے نظر ڈالی جائے تو
 یہ اعتراض آج کل واہ نہیں۔
 ہوتا ہے۔ ہائی کورٹ کے تینوں جج
 صاحبان بیرسٹر ہیں اور مجسٹریٹ صاحبان
 میں چیف مجسٹریٹ انگریزی کے تجربہ کار
 ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ مولوی فیاض علی خاں
 مجسٹریٹ درجہ اول نہایت تجربہ کار
 اور قابل و معتبر مجسٹریٹ ہیں۔ جو
 کارگزاری میں ریاست کے دیگر
 ہم پلہ مجسٹریٹوں سے کہیں بہتر ہیں
 بقیہ مجسٹریٹ بی۔ اے ایل ایل بی ہیں

سول جج صاحب حالانکہ ڈگری یافتہ
 نہیں ہیں مگر ریاست کے ممتاز و نامور
 وکیل تھے اور ان کی پُرانی قطع کی تعلیم
 اور وسیع تجربہ ایسا ہے کہ جب مدید
 ڈگری یافتہ لوگوں سے بہتر کام کرتے
 ہیں۔ ایڈیشنل سول جج بھی بی۔ اے
 ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔

(۱۴) فوج اور جیل میں ناروا برتاؤ

فوج انگریزی افسر کے ماتحت ہے۔
 اور بہترین حالت میں ہے۔ لفظی
 اعتراف کر دینا آسان ہے مگر
 حقیقت یہ ہے کہ رام پور کی
 فوج بالکل انگریزی فوج کا مقابلہ
 کرتی ہے۔ جیل جب سے کرنل
 قریشی کی ماتحتی میں آیا ہے
 نہایت قابل اطمینان حالت میں ہے
 اور کوئی بے قاعدگی کسی قسم کی
 نہیں ہوتی۔

۱۵۔ برٹش انڈیا سے ملازمین اور
افسران ریاست میں لیے جاتے ہیں

جب ریاست میں اصلاحات کئے
جائیں گے تو تجسس بیکار اور تعلیم یافتہ
اشخاص کو ملازم رکھنا کسی طرح
قابل اعتراض نہیں۔ یہہ میں بھی مانتا
ہوں کہ بعض اوقات برٹش گورنمنٹ
کے ملازمین کو تنخواہیں زیادہ دینا
پڑتی ہیں وہ ایک حد تک مستغنی سے
رہتے ہیں اور ان پر سرکار کا دباؤ
اوتار نہیں رہتا جیسا کہ براہِ راست
اپنے ملازمین پر ہوتا ہے۔ تاہم ان
میں سے اکثر نہایت خوب کام
کر رہے ہیں

اس بارہ میں میں مفصل بحث

کر چکا ہوں۔ رام پور میں یہہ
مذہبی امتیاز نہیں ہونا چاہیئے
تاہم ضمیمہ سے ظاہر ہوگا کہ شیعوں کو
ملازمت میں جتنا حصہ ملنا چاہیئے

(۱۶) شیعوں کا تقرر

وہ نہیں مل رہا ہے۔

خان بہادر سید ابو محمد صاحب۔

خان بہادر سید محمد عباس زیدی و

سید ناصر حسین صاحب ناطق و

سید محمول احمد صاحب کے واپس

جانے کے بعد اعلیٰ عہدوں میں شیعوں

کی کمی قابل لحاظ ہے۔

ہر ہائینس اپنے کسی عزیز کے ساتھ

ایسا سلوک نہیں فرما رہے ہیں جو

اخلاقاً یا قانوناً قابل گرفت

ہو۔ معمولاً کسی عزیز کی اندرونی

شکایات کا علاج آسان نہیں

ہوتا۔ مبراں روایان کے

بھائی بہن بسا اوقات غیر مطمئن

رہتے ہیں۔ معتصرین ایسی کھلی ہوئی

مشالوں کو بھول جاتے ہیں جیسے

کہ ہر ہائینس نواب سید حامد علی خاں

(۱۷) سرکار کے بعض تشریہ

رشتہ داروں کے ساتھ ناروا

سلوک۔

بہادر کے اکلوتے بھائی اُن کی زندگی

بھرنہدوستان نہیں آئے۔

صاحب زادہ حیدر علی خاں صاحب

نے مستقل سکونت ضلع بدایوں میں

اور صاحب زادہ کاظم علی خاں صاحب

نے مستقل سکونت بریلی میں اختیار

کر لی۔ اور رئیس سے علحدہ رہے۔

ذاتی تعلقات کو ریاستی انتظام سے

مخلوط نہیں کرنا چاہیئے۔

اس ضمن میں مکمل بحث ابتدا میں

کر چکا ہوں صفحہ ۴۴ ملاحظہ ہو۔

عہد سابق میں کسی قسم کے حقوق

رعایا کو حکومت میں حاصل نہیں تھے۔

آج میونسپل بورڈ بھی ہے اور پبلک

کونسل بھی ہے اور کونسل کو عنقریب

کے قریب اختیارات ملیں گے۔

شہر ”روم“ ایک دن میں

(۱۸) رعایا کی شرکت حکومت میں

اور ذمہ داریاں حکومت پر

نہیں بنا تھا

غرض کہ جتنے اعتراضات میرے ذہن میں آسکے اور سب کو میں نے جمع کر لیا اور اُن کی حقیقت ظاہر کر دی۔ رام پور بھی آخر اسی دنیا میں ہی آپ اوس کو معمولی معائب سے بھی پاک و صاف اور جملہ ہم حیثیت مقامات سے بہت بالا ترکیوں دیکھنا چاہتے ہیں۔ رام پور کی عام زندگی دوسری جگہوں سے اچھی ہے اور ریاست کا انتظام بہت سی ریاستوں سے بہتر ہے۔ اور ہماری کانگریسی حکومتوں سے جو جان و مال کی حفاظت نہیں کر سکتیں بدرجہا عمدہ تر ہے۔ اور دن بدن بہتر ہونے کی امید ہے۔ جیسا کہ باب ششم میں معلوم ہوگا سرکار اور منسٹروں سے تعاون کر کے اہل رام پور اپنے وطن کو دنیوی جنت بنا سکتے ہیں۔ طالبان حقوق کے خیال میں جو امور لائق اصلاح ہیں اُن کے لیے وہ روش اختیار کی جائے جو رام پور کو جیتی فائدہ پہنچائے میں نے اس کتاب کے آخری حصے میں حکومت سے بھی کچھ گزارشات کی ہیں شاید وہ لائق توجہ ہوں۔

واقعہ سب کپڑ چھریل سنگھ اور شورش ۱۹۳۹ء

نواب جنت مکان کے عہد تک راجپور میں جماعتی شورش معدوم تھی لیکن دور جدید میں جس قدر زیادہ آزادی تقریر و تحریر عام کو حاصل ہوئی اسی قدر شدت سے مطالبات کیے گئے اور مختلف جیلے تلاش کر کے حکومت سے ناراضگی کا اظہار وسیع پیمانہ پر کیا گیا۔ ۱۹۳۷ء اور ۱۹۳۸ء میں بلوے ہوئے اور اس میں شک نہیں کہ ان دونوں موقعوں پر حکومت نے قتل و سے اتنا کام نہیں لیا جتنا کہ حکمت عملی اور دلجوئی کو روا رکھا گیا لیکن ۱۹۳۹ء کا بلوہ نوعیت اور نتائج کے لحاظ سے مختلف ہے۔

واقعہ یوں شروع ہوا کہ خانقاہ صاحبہ سے متصل محلہ شترخانہ میں ایک مسجد ہے۔ بعض مسلمانان محلہ نے شکایت کی کہ مسجد کے حجرہ میں جبرم خلافت وضع فطری کا انتخاب ہوا۔ سردار جھریل سنگھ سب انسپکٹر انچارج تھانہ نقیش کی غرض سے مسجد میں گئے اور جوتہ پہنے ہوئے داخل ہوئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ صحن میں جوتہ پہن کر چلتے پھرتے رہے اور باوجود امام مسجد کی ممانعت کے باز نہیں آئے۔ سب انسپکٹر کا قول ہے کہ کنارے کنارے گئے تھے اور منع کرنے پر منغل ہو گئے۔ بہر حال بات

بڑھ گئی اور سب انسپکٹر کی فوری برخاستگی کا مطالبہ مسلمانوں نے کیا
 پولیس کے حکام نے معاملہ کو اس قابل نہیں سمجھا کہ زیادہ بازپرس
 کی جائے لیکن حکام بالانے سب انسپکٹر کو شہر سے باہر تبدیل کر دیا۔
 سرکار اس وقت منصوری تشریف فرما تھے واقعات کی اطلاع ہونے
 پر سرکار نے سب انسپکٹر کے درجہ میں بھی تنزل فرما دیا اور آخر کار
 وہ رخصت لے کر ریاست سے باہر چلا گیا لیکن شہر کے مسلمانوں
 میں بد دلی بڑھتی گئی اور رام پور کے سیاسی حضرات نے اپنے مفاد
 کو پیش نظر رکھ کر اس معاملہ میں خاص دلچسپی لی۔ واقعہ سے آٹھویں دن
 جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد اس مسئلہ پر تقریریں ہوئیں اور
 ہفتہ بھر سے جو آگ سلگ رہی تھی اُس کے شعلے بھڑکنے لگے۔ سب انسپکٹر
 کی فوری برخاستگی پر اصرار کیا گیا ورنہ کالی جھنڈیوں کے جلوس
 نکالنے اور ہر تال کرنے کی دھمکی دی گئی۔ جب تک عدالتی طور پر
 ثابت نہ ہو جائے کہ سب انسپکٹر نے عمداً مسلمانوں کی دل آزاری
 کی غرض سے یہ حرکت کی اُس وقت تک حکومت رام پور سب انسپکٹر
 کو موقوف کرنا خلافت قاعدہ اور خلافت انصاف کہتی تھی دونوں طرف
 سے پوری ضد کے ساتھ اصرار رہا اور حکومت نے احکام امتناعی متعلق
 جلوس و تقریر وغیرہ جاری کیے لیکن اُن کی خلافت دہرزی کر کے جلسے

کیئے گئے اور جلوس نکالے گئے اور نہایت مکمل ہر تال ہوئی یہاں تک کہ ہنود نے بھی مسلمانوں کی ہم آہنگی کی۔ گو کہ خفیہ طور پر ہنود کے ڈپٹیشن حکام کے پاس پہنچتے تھے کہ ہم خوف و مجبوری کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں اگر ہماری دوکانیں بلا خطرہ کھلوا دی جائیں تو ہم تیار ہیں۔ مگر شورش کرنے والوں کی ہمدردی زبان سے اور روپیہ سے ہنود کو رہے تھے۔ ہر تال کئی دن تک جاری رہی۔ شہر کے کنارہ پر ایک خانقاہ میں سیکڑوں شورش کنندگان مجتمع تھے اور نعرے لگاتے تھے جلوس بھی نکلتے تھے اور ان پر لاشی چارج بھی ہوتا تھا۔ ایک دو دفعہ فوج کی طلبی کی ضرورت ہوئی۔ اور سپکاب کو شکایت ہے کہ گھوڑا چارج کیا گیا۔ عوام تو سلامت روی سے متجاوز ہو جاتے ہیں لیکن اس موقع پر رام پور سپکاب کے اہل دماغ نے تدبیر سے کام نہیں لیا۔ انکو چاہیئے تھا کہ خوبصورتی کے ساتھ معاملہ کو سلجھاتے لیکن ہدایہ کہ پرانے سیاسی مطالبات کا اعادہ اور بھی زور و شور سے کیا گیا۔ اس ابتدائی غلطی کے بعد جب لیڈروں نے عوام کو اپنے قابو میں رکھنا چاہا تو کسی نے ان کی انی نہیں۔ انجام یہ ہوا کہ وہ صاحبان خود عامۃ الناس کی ہاں ہیں ہاں ملانے لگے اور جیل کی عمارتیں رام پور کے شریف سیدوں اور بچانوں سے بھرنے لگیں۔

ان حالات سے متاثر ہو کر مراد آباد اور بریلی سے بعض ہمدرد رام پور پہنچے اور ہماری صوبہ سلم لیگ کے صدر نواب محمد اسماعیل خاں صاحب رامپور میں اور راجہ صاحب محمود آباد بریلی میں تشریف لائے اور تحقیق حالات کی اور گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش کی جو زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوئی۔ تشویش شروع ہونے کے وقت سرکار اور چیف منسٹر صاحب رام پور تشریف نہیں رکھتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر اُلٹس پر جو منصوبہ سے فوراً تشریف لے آئے تھے ان واقعات کا خاص اثر تھا وہ چاہتے تھے کہ قانون و ضابطہ و حکم قائم رکھتے ہوئے جس قدر مراعات فرما سکیں فرما دیں۔ راقم الحروف کی کوشش سے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سبک کے نمائندوں کو انتہائی آزادی کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع خاص بارغ پولیس کے اندر سرکار کے حضور میں مل گیا اور تین گھنٹہ سے زیادہ وہ صاحبان عرض معروض و تبادلہ خیالات کرتے رہے لیکن جس بااعزاز طریقہ پر معاملات حل ہو رہے تھے ان صاحبان نے منظور نہیں کیے اور جو کچھ یہ لیڈر صاحبان منظور کر بھی لیتے اُس پر عوام آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ رام پور میں فی الحال کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی رائے کا عام مخلوق متبع کرے۔ آخر کار یہ ہوا کہ لیڈروں کو بھی سزائیں ہوئیں اور چند روز جیل میں رہ کر بااستثنا

دوکس کے ہر شخص نے تحریری معافی چاہی اور سال بھر کی نیک چلنی کے چمکے دے کر جیل سے باہر آ گئے!!

اس سلسلہ کے بلوہ اور اس کے انجام نے واضح کر دیا کہ شخصی حکومت کی تشدد کی پالیسی رام پور میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں جو وہ جہد کی صحیح طریقوں سے یہ لوگ زیادہ آشنا نہیں ہیں اس سلسلہ میں ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے ذمہ دار لوگوں سے معلوم ہوا اور نیز واقعات نے منکشف کر دیا کہ سرکار کے نمک خوار اور باقاعدہ ملازمین ریاست بھی بعض ایسے تھے کہ بلوائیوں کی مالی و اخلاقی ہمدستی کرتے تھے۔ یہ حرکت سخت حیرت انگیز و تشویشناک و قابل گرفت ہے اگر حکومت اس قدر جلد حالات پر قابو نہ پالیتی تو گھر کا بھیدی لٹکاؤٹھائے کی مثال صادق آتی۔ ہر حکومت کے لیے بیرونی دشمنوں کا مقابلہ اتنا مشکل نہیں جتنا اندرونی مخالفین کا ہوتا ہے۔

دفا دار رام پور یوں کا فرض | رام پور میں قلیل التعداد گروہ لیا
ہو جو حکومت کی ہر بات کو بری نظر

سے دیکھتا ہے۔ کچھ وہ لوگ ہیں جو معقول پسند ہیں اور اصلاحات خرید چاہتے ہیں اور زیادہ تر باشندگان شہر حکومت کے قدردان اور بے ضرر زندگی بسر کرنے والے ہیں۔

۱۳۲
 رامپوریوں سے میری استدعا ہے کہ اپنے وطن کی حقیقی خدمت
 اور فرماں روا سے سچی وفاداری کے جذبات کو زیادہ نمایاں کریں۔ ایک
 باقاعدہ منظم جماعت قائم ہونا چاہیے جو سیاسیات کے سلسلہ میں اہل ہند
 کو صحیح مسلک پر چلائے اور ترضیع و قوت اور ترضیع قوت سے ان کو باز رکھے
 مرغی کا پیٹ چیر کر اکٹھے انڈے نکلانے کی کوشش حماقت ہوتی ہے ایک
 انڈا روزانہ پر اکتفا کرنا غلطی ہے۔

باب ششم

رام پور کا درختاں مستقبل

رام پور کا مستقبل بحالات موجودہ نہایت امید افزا ہے۔ اقتصادی حالات کے لحاظ سے رام پور ایک دور انقلاب میں ہے اور یہ انقلاب زیادہ تر اس صنعتی و حرفتی ترقی کی وجہ سے ہو رہا ہے جو گزشتہ چار پانچ سال میں رام پور کو نصیب ہوئی۔ ہر مائنس کو اس ترقی میں یہاں تک انہماک ہے کہ اگر ضرورت ہوئی تو کارخانوں کی ترقی کی خاطر سرکار اپنے ذاتی مصارف و آسائش میں کمی فرما دیں گے۔ ارشاد ہمایوں ہوا ہے کہ ہم خود ذاتی تنگی گوارا کریں گے لیکن صنعتی و حرفتی ترقی کی رفتار کو دھما نہیں ہونے دیں گے یا مسٹر آر ایچ سیلووے ریونیو منسٹر نے اپنی بجٹ اسپچ سال حال میں بجاطور پر فرمایا تھا کہ ”سارے ہندوستان میں ریاست رام پور کے برابر کوئی اور رقبہ ارضی آپ کو نہیں مل سکتا جہاں کہ ایک ایک سال کے اندر اتنی ترقی

ہوئی ہو جیسی کہ ہمارے یہاں ہے یہ ترقی کسی فوری جوش کا نتیجہ نہیں ہے۔
بلکہ مقبول تحقیقات کے بعد سرکار نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اس
بیکاری کے زمانہ میں صنعتی و حرفتی ترقی ہی ایسی شے ہے جس سے جملہ رعایاء
رام پور بام عروج پر پہنچ سکتی ہے۔

دور موجودہ سے قبل	موجودہ فرماں روا کی تخت نشینی سے
رام پور کی حالت بلحاظ	پیشتر رام پور میں نہ کوئی صنعتی ادارہ
صنعت و حرفت	تھا اور نہ کوئی کارخانہ اور نہ گھریلو
	صنعتوں میں کسی قسم کی بہت افزائی
	کی جاتی تھی۔

۱۹۳۱-۳۲ء میں ریاست کی جو حالت بلحاظ صنعت و حرفت کے تھی
اس کی باضابطہ طریقہ پر ایک ذمہ دار ماہر کے ذریعے سرکار نے تحقیقات
کرائی اور آئندہ ترقی کے واسطے تجاویز معلوم کیں اور ۱۹۳۵-۳۶ء سے عملی کام
صنعتی ترقیات کا شروع ہو گیا۔

مسٹر محمد حضور کی سرو
مسٹر محمد حضور عالم بی۔ ایس۔ سی
ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔

ایٹ۔ آر۔ ایس۔ اے۔ (لندن) صنعت و حرفت کے ایک فاس
شعبہ میں انجینیئر و جرمنی میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور کان پور میں

ذاتی کاروبار کرنے کے بعد یو۔ پی گورنمنٹ میں لیدر انسپکٹری کے عہدہ پر ان کا تقرر ہوا۔

ریاست رام پور کی انڈسٹریل سروے پرمیٹر حضور عالم کو ۱۹۳۶ء میں متعین کیا گیا۔ انہوں نے مکمل تحقیقات کرنے کے بعد جو رپورٹ سرکار میں پیش کی تھی وہ بہت مفصل ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

تجارت و صنعت و حرفت کی ترقی پر ریاست کو بوجھ ذیل بیشتر توجہ مبذول فرمانا چاہیے

(۱) چونکہ زراعت کا انحصار غیر یقینی اور بے اختیاری حالات موسم وغیرہ پر ہوتا ہے اور زراعت سے صنعت بھی ایک حد تک محدود ہے اس لیے اس سے زیادہ وسیع و مغنہ میدان ریاست کی اقتصادی ترقی کے واسطے بہتیا ہونا چاہیئے اور وہ صنعت و اعتبار صنعت و حرفت و تجارت میں موجود ہے۔

(۲) زرعی پیداوار کی قیمتوں میں جو تدریجی تنزل ہو رہا ہے اس کا اثر ریاست کی مالیات پر یقیناً پڑ کر رہے گا۔ لہذا اس نقصان کی تلافی کی غرض سے دیگر وسائل آمدنی کو اختیار کر لینا ضروری ہے۔

(۳) دیسی صنعتوں کی ترقی کے وسیع امکانات ریاست رام پور میں یوں

بھی ہیں۔ کہ جن خام پیداواروں سے ان صنعتوں کو فروغ ہو سکتا ہے۔ وہ ریاست میں دستیاب ہوتے ہیں۔ اور نیز صنایع اور فردو یہاں بکثرت موجود ہیں۔

(۴) سارے ہندوستان میں ویسی مصنوعات کی طلب روز بروز بڑھتی جاتی ہے

(۵) گورنمنٹ کی تجارتی پالیسی، صنعتی کارخانوں کی ہمت افزائی کر رہی ہے
(۶) بیکاری کے سبب کوئی الفور قابو میں نہ لے لیا گیا اور جدید و سما
اقتصادی کاروبار کے نہ پیدا کر دیئے گئے تو اندیشہ ہے کہ رعایا کی بہبود میں
شدید خطرہ واقع ہو جائیگا۔ اور خدا نہ کرے کہ ریاست کے استحکام پر اس کا
اثر پڑے۔

گھریلو صنعتیں یعنی کپڑے، انڈسٹریز خصوصیت سے بطریق ذیل ترقی دیے جانے
کی مستحق ہیں:-

۱) جیسا کہ ۱۹۱۷ء کے انڈین انڈسٹریل کمیشن نے تجویز کیا، ہندوستان
کی اکثر گھریلو صنعتیں اب بھی کامیابی کے ساتھ منظم صنعتوں سے مقابلہ کر سکتی
ہیں۔ اس لیے کہ اول الذکر میں خچر کم ہوتا ہی اور صنعت کو فوری معاوضہ کی
امید لگی ہوتی ہے۔

(۲) ہندوستان کے اقتصادی اور تمدنی حالات کے لیے گھریلو صنعتیں
موزوں ہیں۔ کیونکہ ان میں نہ بڑے بڑے سرمایہ جات کی ضرورت ہے
اور نہ کثیر التعداد مزدوروں اور مشینوں کو اکٹھا کرنا پڑتا ہے۔

(۳) ان صنعتوں سے کاریگروں کے بال بچے تک مصروف کار رہتے
ہیں حتیٰ کہ جو عورتیں پردہ نشین ہیں۔ وہ بھی باکار ہو جاتی ہیں۔

(۴) کاشتکاروں کے سال میں دو زمانے عموماً بیکاری کے گزرا
کرتے ہیں۔ ان کے لیے مزید واعنائی مشغولی گھریلو صنعتوں سے ہو سکتی ہے
(۵) ہمارے دیسی صنّاع آسانی سے فیکٹریوں میں کام کرنے کو تیار نہیں
ہوتے۔ اگر ان صنعتوں کو زندہ رکھنا ہے تو ان صنّاعوں کی کاٹیج انڈسٹریز
میں سرکاری مدد کے بغیر چارہ نہیں۔

(۶) جاپان کے حالات بہت کچھ ہندوستان کے حالات سے مطابقت
پسندیدہ ہیں۔ جاپان نے اپنی گھریلو صنعتوں کو ترقی دیکر حیرت انگیز منفعت حاصل کر لی
دیسی ریاستوں میں حیدرآباد اور ٹراونکور نے تخصیصی کامیابی اس سلسلہ
میں حاصل کی ہے۔

سرکاری مدد حسب ذیل طریقوں میں دی جاسکتی ہے۔

(۱) بڑش اندیہ میں جو صنعتی مدارس موجود ہیں ان میں رام پور کے

نوجوانوں کو تعلیم کی غرض سے بھیجا جائے اور کچھ عرصہ بعد ریاست میں اس قسم کے اسکول کھولے جائیں۔

(۲) رام پوری صناعوں کو بہتر اوزار ہتیا کئے جائیں اور اچھا مال پیدا کرنے کے جدید طریقے بتائے جائیں۔

(۳) جاہل و ناخواندہ صناع اس وجہ سے زیادہ نقصان اٹھاتے ہیں کہ ان کو اپنا مال فروخت کرنے اور اپنی صنعتی ضروریات کی خریداری کرنے کے لیے موزوں بازاروں کا پتہ نہیں لگتا۔ ان کو مناسب مقامات سے واقف کیا جائے جہاں کہ وہ خرید و فروخت کرنے میں خسارہ نہ برداشت کریں اور عام تجارتی حالات سے جو خاص ان کی صنعتوں سے متعلق ہوں ان کو واقف کیا جائے۔

(۴) جہاں کہیں ممکن ہو سکے ایسے انتظامات ریاست کی طرف سے کر دیے جائیں کہ ان صنعتوں کے لیے جن جن اشیاء کی ضرورت ہے ان کی خریداری کے واسطے اوزیر تیار شدہ مال کی فروخت کے لیے مشترکہ انتظامات چلائیں ہو سکیں کئے جائیں۔

(۵) ضرورت مند صناعوں کو کو اپریٹو یعنی امداد باہمی کے طریقہ پر ضروری سرٹا ہتیا کیا جائے۔

(۶) جو صنعتیں رام پور میں مخصوص ہیں ان کے متعلق مزید تحقیقات سے

اطمینان کر لیا جائے کہ وہ کہاں تک خاص ریاست کی امداد کی مستحق ہیں۔
ان کے محفوظ رکھنے کے واسطے ان کی ہم جنس بیرونی اشیاء کی درآمد شدہ
محصولات کے ذریعہ سے روک دی جائے

(۲) صنعت و حرفت کا محکمہ الگ قائم کیا جائے تاکہ موجودہ صنعتوں کا
تعمیم قائم ہو سکے اور جدید صنعتیں مناسب طرز پر شروع کی جائیں۔

ذیل کی صنعتیں ایسی ہیں جن کا مناسب طریقہ سے

(Cottage system) پر انتظام کیا گیا تو اہل رام پور
کے لئے ترقی کا میدان پیدا کر دیں گی

(۱) پارچہ بانی خصوصاً وہ پارچہ بانی جس کو اب تک ملوں اور کارخانوں
نے اختیار نہیں کیا ہے۔ اس میں دستکارانہ جدت کا میدان موجود ہے
(۲) دھاتوں کے کام خصوصاً لوہے کے کام جن میں روزمرہ کی ضروریات
کی چیزیں شامل ہیں۔ مثلاً چاقو، پیچی، سروتے، کرپان، گپتی وغیرہ۔

(۳) مٹی اور مٹی چینی کے کام۔ جیسے کہ رام پور میں اب تک ہو رہے
ہیں۔ اس سے بہتر تیار کرائے جائیں مثلاً چاء کے سیٹ اور گیلے اور گلدان
وغیرہ۔

(۴) چمڑا۔ گلے اور بھینس کے چمڑے سے بھاری چیزیں اور پھیر اور بکری کے چمڑے سے روزمرہ کی ضروریات کی چھوٹی چھوٹی چیزیں تیار ہو سکتی ہیں ریاست میں بکثرت کھالیں مل سکتی ہیں اور بول اور دیگر اشیاء جو چمڑا پکانے کے لئے ضروری ہیں بہ افراط موجود ہیں۔

(۵) جوتے اور چمڑے کا سامان۔ جبکہ چمڑا ریاست کے اندر کافی مقدار میں مہیا ہو سکتا ہے تو چمڑے کی اشیاء کی تجارت یہاں سب سے زیادہ نفع بخش پیشہ بنائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں اب بھی ہیرہ چیزیں خانگی طور پر زیادہ تر بنائی جاتی ہیں۔

(۶) شکر۔ جن مقامات پر ریاست کے اندر گنا زیادہ پیدا ہوتا ہو وہاں چھوٹے چھوٹے کارخانے قائم کر کے پرائیویٹ آدمیوں کو ترقی کے مواقع دیئے جاسکتے ہیں۔

(۷) فرنیچر۔ خصوصاً وہ ہلکے سامان جو بائس اور بید اور لکڑی سے تیار ہو سکتے ہیں۔

(۸) مرغی کی تجارت
(۹) ریشم کے کپڑوں کی پرورش
اور ریشم کی تیاری

یہ کام دیہاتی رقبوں میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

(۱۰) کاریگری کے وہ جملہ کام جو بمقابلہ مشین کے ہاتھ سے بہ آسانی

تیار ہو سکے ہوں“

یہ خلاصہ ہے اس رپورٹ کا جو مسٹر حضور عالم نے ستمبر ۱۹۳۲ء میں سرکار کے حضور میں پیش کی تھی اور خدا کا شکر ہے کہ اس وقت سے اب تک ان میں سے اکثر صنعتوں کو ریاست نے ترقی دینے کا خاطر خواہ انتظام کر لیا ہے اور بعض دیگر صنعتوں کے کاروبار شروع کر دیے ہیں جن کی تفصیل سطور آئندہ میں معلوم ہوگی۔

انڈسٹریل بورڈ اور
کلینج انڈسٹریز
ہنزائیس کی گورنمنٹ نے باقاعدہ پروگرام
صنعتی ترقی کا دور و شور سے شروع
کر دیا ہے صنعتی و حرفتی اصلاحات کے سلسلہ
میں جو ادارہ سب سے اول قابل ذکر

ہے وہ بورڈ آف انڈسٹریز ہے۔ اس بورڈ کے ذریعہ مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے کاروبار یعنی گھریلو صنعتیں ایک سلسلے میں منسلک کی گئی ہیں۔ ایک اشرفیگراں و متمتع مقرر ہیں جو باہمت اور ہونہار راہپوریوں کی سہکار کی طرف سے بعض مشرانہ کے ماتحت روپیہ تقسیم کرتے ہیں تاکہ خاص خاص صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔ اب تک سڑک سازی چاقو سازی۔ کھیس کی بنائی۔ فردوں اور چھینٹوں کی چھپائی۔ مرغیوں کی دامنیت۔ جوتہ سازی۔ زین سازی۔ وری بانی۔ مراد آبادی ظروف۔

بھرت اور چاندی کی قلعی۔ موٹر ڈرائیوری۔ مرمت موٹر۔ فرنیچر سازی۔ رنگ سازی وغیرہ میں ریاست کی طرف سے مدد دی جا چکی ہے۔ جس کام کے کرنے کی اہل راہپور ہمت کرتے ہیں ریاست مالی امداد سے ان کی ہمت افزائی کرتی ہے۔ درجنوں رام پورپوں کو مصروف کار بنادیا ہے اور اب تانٹیس ہزار روپیہ تقسیم کیا جا چکا ہے۔

سال حال میں ایک لاکھ ۵ ہزار روپیہ اس میں رکھا گیا ہے لیکن یقین ہے کہ اعداد اس سے زیادہ رقم کی دی جائیگی۔

شکر کے کارخانے | ریاست رام پور کی ارہنی خصوصیت کے ساتھ گنے کی کاشت کے واسطے

موزوں ہے۔ لیکن گنا پرانی قسم کا زیادہ تر پیدا ہوتا تھا اور اس کا مصروف وہی راب اور گڑ بنانا تھا۔ پانچ سال سے سرکار نے اس طرف توجہ فرمائی اور سرکار کے نام نامی سے منسوب کر کے ایک کارخانہ رضا شکر فیکٹری قائم کیا گیا۔ اس کارخانہ نے خاطر خواہ ترقی کی۔ تب دوسری فیکٹری الزام بلند شکر فیکٹری قائم کی گئی۔

یہ دونوں فیکٹریاں نہایت کامیابی سے چل رہی ہیں اور منافع کثیر ریاست کو ہو رہا ہے۔ مشہور کاروباری فرم۔ گوون کمپنی کی شرکت اصل بات کی ضامن ہے کہ فیکٹریاں استحکام کے ساتھ قائم رہیں گی۔

کل ریاست کاٹن ان فیکٹریوں میں آتا ہے اور اس سے بہترین قسم کی شکر تیار ہوتی ہے اس طرح پوکاشتکار کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور ریاست کی حاصلات میں بین اضافہ ہے۔ علاوہ بریں ایک ہزار تین سو چھیالیس نفوس ان فیکٹریوں کی ملازمت کی وجہ سے مصروف کار رہتی ہیں۔

رضنا ٹیکسٹائلز | روہیلکھنڈ میں کپاس کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں کی روٹی کا مصرف

زیادہ تر انگلینڈ میں اور کسی قدر کان پور میں اور کچھ گھاٹ با وغیرہ ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑے تیار کرنے میں ہوتا رہا ہے۔ روٹی کی پیداوار سے صحیح طور پر فائدہ حاصل کرنے کے لیے ریاست رام پور نے ساڑھے بائیس لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے کپڑے کا کارخانہ قائم کیا ہے۔ اس نواح میں یہ خود اپنی مثال ہوگا۔ سرجوالا پرشاد سری واستو سابق منسٹریو۔ پی گورنمنٹ جوکانپور کے مشہور کاروباری شخص ہیں اور جوکانپور اور بریلی میں کامیابی کے ساتھ کئی کارخانے چلا رہے ہیں۔ اس کمپنی کے شریک اور منیجر گن اکبر ہیں۔ کل سرمایہ کا ایک ثلث ریاست نے لگایا ہے۔

کارخانہ کی عمارت ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل مشاندہ اور صورت میں تعمیر ہو رہی ہے اور جب یہ کپڑے کی فیکٹری چلنے لگے گی تو دوسرا ملازمین اس کے ذریعہ سے بسر اوقات کیا کریں گے۔

۱۹ فروری ۱۹۳۹ء کو رضا ٹیکٹا ٹرلز مل کا سنگ بنیاد سرکار نے
نصب فرمایا اوس موقع پر جو ڈریس سر جے۔ پی۔ سر یو استوانے سرکار کی خدمت
میں پیش کیا تھا اوس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

”رضا ٹیکٹا ٹرلز لمیٹڈ بطور باقاعدہ کمپنی کے سرکار کی سرپرستی میں قائم
کی گئی ہے۔ اور ریاست رامپور کی صنعتی و حرفتی کارروائیوں کے طویل سلسلے میں
”نازہ ترین اضافہ ہے۔ رولی اور سوت کے سامان کی قرب و جوار میں بہت
طلب ہے۔ اوس کی تیاری جدید ترین مشینری کے ذریعہ سے بہم کمپنی کر گیا
ہماری کمپنی کی خوش قسمتی ہے کہ سرکار نے عظیم الشان مراعات عطا فرمائی ہیں
لیکن ان مراعات سے بھی زیادہ قابل قدر وہ ہمت افزا توجہ اور انہماک
ذاتی ہے جس کا ہم کو یقین کامل ہو۔ پہلک کو جو اعتبار اس سعی میں ہے اس
کے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ لوگوں نے حصوں کی خریداری میں کس قدر
عام دلچسپی ظاہر کی ہے۔ صرف دس دن کے عرصہ میں بارہ سو درختیں
ہر گوشہ ملک سے آپکی ہیں۔ اور بیٹی اور کلکتہ کے بازار پر اے حصص۔
(شیر مارکیٹ) میں بہت خوش آئند طریقہ پر ہماری کمپنی کو قبول کیا گیا ہو۔
”سرکار والا اپنی ریاست کی صنعتی ترقی میں جو دلچسپی لے رہے
ہیں وہ اس قدر تاباں و نمایاں ہے کہ مجھے اس کی وضاحت کی ضرورت
نہیں۔ پانچ سال کے قلیل عرصے میں کئی صنعتوں کے کارخانے کامیابی کے

ساتھ قائم سوچکے ہیں۔ سرکار نے اپنی رعایا کے اخلاقی، مادی، معاشرتی، تمدنی، یہودی کی جو تدابیر اختیار کی ہیں۔ اون میں سے ایک ایک کو شمار کرنا میرا کام نہیں ہے۔ سرکار کو اپنی رعایا کی خوش حالی اور اسی حد تک ملحوظ و محبوب ہے۔ جیسے کسی باپ کو اپنے بچوں کی ہوتی ہے۔ اور سرکار نے بالنتو اثر وہ پالیسی اختیار کی ہے جس سے آپ کی محبت و قدر رعایا کے دلوں میں جا گزیں ہو گئی ہے۔

”انتظام ریاست کے لحاظ سے رام پور اسٹیٹ کسی ریاست سے پیچھے نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ اصلاح میں جو سرکار نے نافذ فرمائی ہیں سرکار کی خوش انتظامی اور ترقی سلطنت کی بہتیں دلیلیں ہیں۔ بیکاری کو دور کرنا اور کاشتکاروں کی حالت سدھارنا بہ دو مسائل اہم ہیں جن پر حکومت رام پور نے منجملہ دیگر مسائل کے اپنی توجہ کامیابی کے ساتھ مرکوز کی ہے۔ ریاست کی ترقی و بہبود کی پالیسی کے سلسلہ میں سرکار نے نہروں اور ٹیوب ویلوں سے آب پاشی کے طریقے مستحکم کر دیئے۔ اور بہت ترقیاً مزارعین کے لیے نعمت ثابت ہوں گے۔ اب کوشش کی جا رہی ہے کہ اعلیٰ قسم کی روٹی ریاست میں پیدا کی جائے۔ جو کاشتکاروں کے لیے نئی دولت کا ذریعہ پیدا کرے۔ اسی روٹی سے

یہ نہی پانچ بانی کی مل فائدہ اٹھائیگی اور کاشتکاروں کی جبینیں بھر دیں گی۔
ریاست کے مسئلہ بیگاری کا حل بھی ایک حد تک اسی ٹیکسٹائلز مل سے
ہوگا جو سرکار کی رعایا میں سے تقریباً دو ہزار کی قوت مبری کا سامان کریں
ہماری مل کا سالانہ صرف مزدوری پانچ چھ لاکھ روپیہ ہوگا۔“

اس ایڈریس کے جواب میں سرکار عالی نے ارشاد فرمایا کہ
جیسا آپ نے اپنے ایڈریس میں بیان کیا ہے میری مسلسل کوشش رہی ہے
کہ ریاست کی صنعتی و حرفتی ترقی کو وسیع کروں۔ میں خصوصیت کے ساتھ
ان صنعتوں میں ہمت افزائی کرنا چاہتا ہوں جن سے نہ صرف میری رعایا
باشندگان شہر رام پور کو باکار بنانے کے راستے کشادہ ہو جائیں
بلکہ جن سے میری زراعت پیشہ رعایا کی پیداوار کے مصرف کے بہتر
ذریعے بھی مہیا ہوں۔

اسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے رضا شوگر فیکٹری اور
بلند شوگر فیکٹری کو قائم کرایا اور اسی طرح کی ہمت افزائی میں آپ کی بھی
کمر باندھوں۔“

ان تقریروں کے تقریباً دو ماہ بعد جب کہ ٹیکسٹائلز کمپنی کے حصے
فروخت ہو چکے تھے کمپنی کا اجلاس رام پور میں ہوا اور سر جو الاپشاد
سربراہ استوائے کارکنان کمپنی کو اس کامیابی پر مبارکباد دی جو حصول کی

فروخت میں حاصل ہوئی۔ اور اس کامیابی کا ذمہ دار اس قدر ممتاز
 کو قرار دیا جو روپیہ لگانے والوں کی نگاہ میں اور خصوصاً کلکتہ و بمبئی کے
 اہل انحصار (المصلحین) میں رام پور اسٹیٹ کی ہے۔ آپ نے
 فرمایا کہ رام پور کو تھوڑے سے عرصہ میں یہہ فخر حاصل ہو گیا کہ عظیم الشان
 صنعتی کارخانے یہاں موجود ہیں۔ دو شوگر فیکٹریاں۔ ایک کاٹن مل
 ایک دیاسلانی کا کارخانہ اور ایک پھلوں کی کمپنی قائم ہو چکی ہے۔
 اور دونوں ایک تیل کے کارخانے کی اور ایک چمڑے کے کارخانے
 کی مکمل ہو کر منظور ہو گئی ہیں۔

سرجر والا پرشاد نے فرمایا کہ رام پور نے صنعتی ترقی میں جو
 عظیم الشان تیز رفتاری کر دکھائی ہے اس کی قطعی وجہ محض نواب صاحب
 کی عملی پالیسی ہے جس میں ان کے قابل و ذرا شریک کار رہتے ہیں۔ رام پور
 صنعتی کاروبار کا مرکز بن رہا ہے اور (بیرونی) اہل دول رام پور کی
 صنعتوں میں اپنا روپیہ لگانے کو تیار ہیں اس کا باعث زیادہ تر وہ استحکام
 و اطمینان ہے جو ریاست مہیا کر رہی ہے اور زمانہ حاضرہ میں جب کہ
 اقتصادی دقیق ہر طرف نمایاں ہیں فرمانروائے ریاست کے لیے یہ
 حالات کم قابلِ تعریف نہیں ہیں۔

الفاظ مذکورہ بالا اس ذمہ دار ہستی کی زبان سے نکلے ہیں جو ہمارے صوفی

میں سب سے بڑے کاروباری اشخاص میں ہیں اور جن کو صنعت و
 حرفت میں دور بین نگاہ حاصل ہے۔ یو۔ پی کے منسٹر رہ چکے ہیں
 زبردست سیاست دان بھی ہیں۔ ریاست رامپور کی۔ اقتصاد
 و صنعتی و حرفتی کیفیت کا اندازہ سرجوالا پرشاد سرویاستوا
 سے زیادہ کون کر سکتا ہے۔ باشندگان رامپور کے لیے یہ بات قابل
 فخر ہے کہ ان کی ریاست کی ساکھ تجارتی حلقوں میں ایسی شان دار
 ہو گئی ہے یہ واقعہ اور بھی موجب اطمینان ہے کہ کارخانہ پارچہ بانی کے
 حصے خرید کرنے کے خواہشمند اس کثرت سے تھے کہ سب حصے فروخت
 ہو گئے اور بہت سے لوگ باقی رہ گئے۔ اب وہ ریاست کی دوسری
 کمپنیوں میں روپیہ لگائینگے۔

سری سالگرہ کے موقع پر دیگر مراعات کے ساتھ اس کا بھی
 اعلان فرمایا گیا۔ کہ رضا ٹیکسٹائلز کے سلسلہ میں رام پور کے دو سو نو جواں
 کو ٹرننگ کے لیے باہر کی لہوں میں ریاست کے صرفہ سے بھیجنے کا انتظام
 کیا گیا ہے اور واپسی پر ان کو کارخانہ میں ملازمت دیے جانے کا انتظام
 ہوگا

رام پور میں ایک اور بڑی صنعت شروع
 کا رخانہ دیاسلانی | ہو رہی ہے۔ دیاسلانی ایک روزمرہ

کی ضرورت کی چیز ہے جس میں ہر امیر و غریب کا پیسہ متواتر خرچ ہوتا رہتا ہے
 لیکن پیشتر ہندوستان بھر میں دیا سلائیوں کا روئے سوئڈن سے
 آتی تھیں اور لکھو کھارو پیسہ اون ملکوں کو ہندوستان سے جاتا تھا۔ پھر
 جاپان نے اس صنعت و تجارت سے برسوں فائدہ اٹھایا۔ چند سال سے
 ہندوستان میں دیا سلائی کی صنعت شروع ہوئی۔ اور روسیل کھنڈ
 کی نسبت لوگوں کو معلوم ہوا کہ چراغ تلے اندھیرا تھا جن دغخوں کی لکڑی سے
 دیا سلائی تیار ہوتی ہے وہ روسیل کھنڈ میں اور روسیل کھنڈ کے قریب کے
 جنگلوں میں افراط سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ بریلی میں رائے بہادر سردا
 سندرسنگھ نے دیا سلائی کا کارخانہ سب سے اول قائم کیا اور اب
 اُس کی ملکیت دوسروں کو پہنچ گئی تاہم بریلی کی مشہور میچ فیکٹری دودو
 تک ضروریات پوری کرتی ہے۔ سرکار رام پور نے اس موقع کا احساس
 کیا اور ایک کارخانہ دیا سلائی قائم کئے جانے کا فیصلہ فرمایا۔ ابتدائی مراحل
 طے ہو چکے ہیں اور کارخانہ کی بنا پڑ گئی ہے انشا اللہ یہ کارخانہ بھی کئی سو
 ہندگانِ خدا کی روزی کا سامان کریگا۔

رام پور آئل مل | ہزار ہا من تخمِ سرسوں - تل - لائی - دواں وغیرہ سوچے
 اور اضلاع متصلہ میں پیدا ہوتا ہے لیکن اس حصہ
 ملک میں وہی پرانی قطع کے کوٹھوتیل کھانے کا ذریعہ ہمیشہ سے رہے ہیں

۱۶۰
حکومت رامپور تیل نکالنے کا کارخانہ قائم کر رہی ہے جو غنقریب کام شروع کرنے والا ہے۔

انڈوں کی جانچ کا کارخانہ | سرکار کی طرف سے ایک کارخانہ

رام پور میں قائم ہو گیا ہے۔ جس میں انڈوں کی جانچ ہوتی ہے اور اون کے مختلف مدارج قائم ہوتے ہیں بعد ازاں نینتال۔ رانی کھیت الموڑہ و منصوری وغیرہ بھیجے جاتے ہیں۔ اور رام پور کا غریب طبقہ اس سے مستفید ہو رہا ہے۔ پولٹری کا کاجھکی صاحبان نے ریاست کی مدد سے پرائیویٹ طور پر شروع کر دیا ہے۔

فروٹ کیننگ کمپنی | مختلف اقسام کے پھل خصوصاً آم اور ناشپاتی وغیرہ رام پور کی خاص پیداوار

ہیں۔ ان کے واسطے ہندوستان سے باہر بازار مہیا کرنے کے لیے ایک کمپنی برائے تحفظ اثمار قائم کی گئی ہے جدید ترکیب سے پھلوں کو ڈبوں میں بند کر کے اون کو مختلف مقامات پر ہندوستان میں اور نیز دیگر ولایتوں میں بھیجا جائے گا۔

چمڑے کا کارخانہ | ریاست رام پور کو گنے کی کاشت کی وجہ سے شکر سازی کے خاص مواقع حاصل تھے۔

اور دو شکر فیکٹریاں حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ چل رہی ہیں۔

کپاس کی غمدہ پیداوار کی وجہ سے رامپور میں پارچہ بانی کامیدان وسیع ہے۔ اس سے بھی ریاست نے فائدہ اٹھالیا۔ تیسرا کام چمڑے کا بھی اسی ہی کامیابی کے امکانات پیش کر رہا ہے۔

چمڑے کی صنعت کو شمالی ہند سے عموماً اور روہیل کھنڈ سے خصوصاً جو مناسبت ہے وہ عام طور پر لوگوں کے علم میں نہیں ہے اس میں شک نہیں کہ یہ خطہ ملک ہندوستان کا منتخب علاقہ ہے جس علاقہ میں زمین کی زرخیزی کی وجہ سے جانوروں کی کثرت ہو اور چمڑا سازی کے لیے جن نباتاتی اجزاء مثل بھول وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے بکثرت میسر ہوں، وہاں اس صنعت کی ترقی کے خاص مواقع ہوتے ہیں۔ رامپور میں بہہ حالات موجود ہیں۔ پھر اس علاقہ کو ایک مزید خصوصیت حاصل ہے۔ اس کا ایک حصہ دوآبہ میں شامل ہے اور دوسری طرف جنگل اور ترائی موجود ہے۔ اور ریلوی کی شاہ راہ پر واقع ہونے کی وجہ سے دور دراز مقامات تک مال بھیجا جاسکتا ہے۔ سب سے بڑی بات جو رامپور میں چمڑے کے کاروبار کو ترقی کا بھروسہ دلاتی ہے یہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال ہی میں رامپور کو بھی بہ لحاظ اس کی پیداوار کے چمڑے کا مرکز قرار دے دیا ہے۔ گورنمنٹی مبصرین نے رامپور میں بھی وہ خوبیاں

اور ہولتیں تحقیق کر لی ہیں جو کانپور وغیرہ میں موجود ہیں۔ اب انشاء اللہ کانپور کی مثل رامپور میں چمڑے کی منڈی قائم ہو جانے کی توقع ہے ان خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر مینس کی گورنمنٹ نے رامپور میں ایک ٹینری قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اور ایک صاحب کو جو ہندوستان و انگلستان و جرمنی وغیرہ میں چمڑے کی صنعت و تجارت کا کافی تجربہ رکھتے ہیں ذمہ دار بنادیا ہے ابتدائی مراحل طے ہو گئے ہیں اور غنقریب اس کمپنی کے حصے بھی اس شد و سے فروخت ہوں گے جیسے کہ ٹیکسٹائلز کے حصے ہاتھوں ہاتھ لیے گئے اس کا رخانہ میں بھی سیکرٹوں آدمی مصروف کار ہو جائینگے۔ اور کاشتکار وغیرہ کاشتکار و عام رعایا و سرکار کا عظیم الشان فائدہ اس صنعت و تجارت سے ہوگا۔

حالات مذکورہ بالا کے ملاحظہ سے قارئین کرام کو واضح ہوگا کہ بقول ہر جے پی۔ سرپو استو کے رامپور ایک صنعتی مرکز بن رہا ہے۔ چند سال میں رامپور چھوٹا کانپور ہونے والا ہے۔ اور مسٹر آر۔ ایچ سیلووے روہنہ منسٹر کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ ملک بھر میں اتنی وسعت کے کسی رقبہ میں اتنے زمانے میں ایسی صنعتی ترقی نہیں ہوئی ہے۔ اہل رامپور کو فخر و مباہات کا موقع ہے کہ اُن کے وطن میں یہ حیرت انگیز ترقیاں

ہو رہی ہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ وہی پارینہ مشکائیں متواتر دہرائی جائیں۔ بجائے غیب جوئی اور نکتہ چینی کے حکومت کے ساتھ اتحاد عمل کر کے ترقی کا سامان کرنا چاہیے۔

سال ماقبل تک ایک کروڑ باون لاکھ
ستتر ہزار چھ سو ستر (۶۰۰۶۷۲۵۱)
روپیہ سرکار کا گورنمنٹ سیکریٹری اور کارخانوں

سرکاری رقم کا رخانوں میں

میں لگا ہوا تھا۔ اس سال یہ رقم بڑھا کر ایک کروڑ پچیس لاکھ تیرہ ہزار
پانچ سو ستر (۵۰۰۵۵۱۳۷) کر دی گئی ہے

اب کوشش ہو رہی ہے کہ ریاست کا یہ سر بايستقل ریاست کی صنعتی ترقی کے کام میں
لایا جائے۔ ہندوستان میں بہت کم ریاستیں ہیں جن کے پاس اس قدر سرمایہ محفوظ ہے۔
حکومت رام پور اس روپیہ سے ریاست کی صنعتی ترقی کو کہیں سے کہیں پہنچا سکتی ہے۔
رامپور میں صنعتی ترقی کے دو بنیادی اصول رکھے گئے ہیں :-

۱۔ بیکار لوگوں کو باکار بنانا۔

۲۔ ریاست کی خام پیداوار کو ریاست ہی کے کارخانوں میں استعمال کر کے اس کی
قیمت کو بڑھانا اور اس کے لیے قریبی منڈی پیدا کرنا۔

صنعتی ترقی کے علاوہ زراعتی ترقی بھی ریاست رامپور میں
محکمہ زراعت | امید افزا ہے۔

ریاست رامپور میں حالانکہ نہریں موجود ہیں۔ تاہم جو مقامات نہروں سے دور ہیں وہاں آب پاشی بہت دشوار تھی۔ سرکار نے تین سال سے ٹیوب ویل کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ تیس عدد ٹیوب ویل تیار ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں اور سال رواں میں سترہ عدد مزید ٹیوب ویل مناسب موقعوں پر تعمیر ہوں گے۔ جن میں ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار تین سو پینسٹھ (۱۶۸۳۶۵) روپیہ صرف ہوگا۔ اس طرح پرکل تعداد ٹیوب ویل کی سر درست چالیس ہو جاوے گی اور سرکار کا خیال ہے کہ اس میں بندریج اضافہ ہوتا رہیگا۔ فرمان سرکاری صادر ہوا ہے کہ بنجر شگافی کی غرض سے ٹیوب ویل اور نہروں سے بھی آب پاشی مفت کی جائے۔ کوئی محصول معمولی یا غیر معمولی نہیں لیا جائیگا۔

سال حال میں سرکار نے انچائس ہزار (۴۹۰۰۰) روپیہ معمولی تقاوی میں بذریعہ تحکمہ مال کے

دیہاتی ترقی میں مصارف سرکاری

کاشتکاروں کو عطا فرمایا ہے۔ مزید برآں ڈائریکٹر صاحب زراعت کے ذریعہ سے ایک لاکھ سترہ ہزار (۱۶۰۰۰) روپیہ تقاوی دی گئی جو اور مبلغ ساٹھ ہزار روپیہ (۶۰۰۰) ترقی تمدن دیہی (ویلج آپ لٹ) میں صرف کیا گیا ہے۔ ترتیب کاغذات دیہی (ریکارڈ اپریشن) میں

۱۶ سال اکیس ہزار (۳۱،۰۰۰) روپیہ خرچ کے لیے رکھا ہے۔ اور
سٹرکوں کی ترقی میں پچانوے ہزار (۹۵،۰۰۰) روپیہ اور کلٹچ انڈسٹری
کے لیے ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ (۱،۰۵،۰۰۰) نامزد ہوا ہے۔

مسٹر امام احمد سابق ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت روہیل کھنڈ کئی سال
سے ریاست کے مشیر زراعت تھے اور اب ۱۹۳۹ء میں ڈائریکٹر زراعت
رام پور میں مقرر ہو گئے ہیں۔ یہ انتھاک کوشش کرنے والے لوگوں میں
ہیں۔ چنانچہ رام پور کے محکمہ زراعت کو بجد ترقی دے رہے ہیں۔ کپاس
کی پیداوار بہترین قسم کی آپ نے پیدا کرنا شروع کر دی ہے اور ترقی یافتہ
تخم نیشکر کاشتکاروں کو ہیا کر رہے ہیں۔ سال حال میں ڈیڑھ لاکھ
من گنے کا بیج تقسیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر اجناس کے تخم بھی سرکاری
جانب سے تقسیم کئے جا رہے ہیں۔

زراعت کے سلسلہ میں پونڈیا فارم بھی قابل ذکر ہے جو شہر کے
قریب قائم کیا گیا ہے اور شہری بے روزگاروں کے لیے زراعتی سہولتیں پیدا
کی گئی ہیں اور شاہد ہمایوں ہوائی اڈا کہ "ہماری شہری رعایا کے بیروزگاروں
کے لیے جہنیں زراعت سے دلچسپی ہو سنا موقع پر ایک خاص بلاک قائم
کیا جائے صاحب ڈائریکٹر بہادر زراعت کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ ایسے
لوگوں کی جو اس بلاک میں کاشتکاری کریں ہر قسم کی زراعتی امداد کریں۔"

اور سرکار کا خیال ہے کہ اس سے بھی زیادہ مواقع نوجوانانِ رامپور کو زراعت کی طرف متوجہ کرنے کے مہیا کریں گے۔

معافی لگان خشک سالی اور کمی پیداوار کی وجہ سے ہر جگہ معافی لگان اور معافی مال گزاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری

یو۔ پی گورنمنٹ نے اس معافی کا عجیب و غریب طریقہ کار رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے طبقہ زمینداران میں سخت ناراضگی و مایوسی پیدا ہو گئی ہے۔ مثال کے طور پر میں اپنے ایک موضع کی حالت عرض کرتا ہوں۔ اس موضع میں ربیع ۱۳۳۹ء کی آمدنی لگان تقریباً گیارہ سو پچاس (۱۱۵۰) روپیہ تھی ہماری گورنمنٹ نے تقریباً آٹھ سو پچاس (۸۵۰) روپیہ لگان میں معاف فرما دیا۔ مال گزاری اس فصل کی چار سو میں (۴۲۰) روپیہ تھی جس میں نصف معاف کر دی گئی تو اب تین سو روپیہ لگان قابل وصول رہا اور اس میں دو سو دس روپیہ مال گزاری ادا کرنا چاہیے۔ بقیہ تیسے (۹۰) روپیہ بشرطیکہ سب وصول ہو جائیں زمیندار کو ملیں گے۔ اس سے کہیں زیادہ کارندہ کی تنخواہ و مصارف تحصیل وصول میں عورت ہو چکے ہوں گے! گو یا زمیندار کی آمدنی بالکل ختم کر کے کاشتکار کے ساتھ رعایت کی گئی۔ یہی حالت یو۔ پی کے تمام اضلاع میں معافی لگان کی ہے یعنی زمینداروں کو نقصان شدید پہنچا کر اور گورنمنٹ کا نقصان خفیف

کر کے معافی لگان کی جاتی ہے۔ سرکار رامپور سے معافی لگان براہ راست
 کا شکر کاروں کو عطا ہوتی ہے یعنی علاقہ قدیم میں کل معافی کا اثر سرکاری
 آمدنی پر پڑتا ہے اور علاقہ جدید میں تناسب معافی لگان و مال گزاری یوپی
 سے مختلف ہے اور زمینداروں کو نقصان رسا نہیں ہے۔ امسال
 معافی لگان اور مال گزاری چار لاکھ (۴,۰۰,۰۰۰) روپیہ ہوتی ہے اور ان
 دو سال میں کل رقم یافتنی سرکار بابت لگان و مال گزاری جو رعایا کو
 معاف فرمائی گئی ہے اٹھارہ لاکھ ~~سٹھ~~ ہزار آٹھ سو سات روپیہ
 (۸۰۷,۶۷۸) ہے۔

آب پاشی کی بقایا بھی ~~۲۲~~ ۳۲ لکھ کی پندرہ ہزار اکیس
 (۱۵,۰۸۱) معاف ہو چکی ہے۔

رامپور میں یہ بات بالکل عجیب و غریب ہے
اکیس سالہ کہ سرکار کی طرف سے ان مواضع میں
 جہاں براہ راست وصول لگان کا حق سرکار کو ہے۔ حقوق زمینداری
 عطا کیے جائیں لیکن ۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء کے رد بکار اجلاس ہمایوں میں
 جہاں بہت سے جدید مراعات و اصلاحات کا اعلان فرمایا گیا ہے۔ اس
 امر کو واضح کر دیا گیا کہ ۱۔

مابعد ملت و اقبال پر نظر رعایا نوازی حکم دیتے ہیں

کہ اسکیم نئی سالہ کے تحت چالیس مواعضات
کا انتظام کیا جائے تاکہ ان مواعضات میں
ہماری رعایا کے موزوں و مستحق افراد حقوق
زمینداری حاصل کر سکیں۔

شرح مالگذاری جو بیشتر ۸۰ - ۲۰ رکھی گئی تھی
اب ۵۵ - ۴۵ کر دی گئی ہے۔

آتش زدگی | سرکاری عطایا کسی خاص وقت یا خاص گروہ
تک محدود نہیں ہیں بلکہ رعایا کی ہر ضرورت
کے وقت مدد کی جاتی ہے۔ ورنہ ۱۹۳۷ء کی تاریخ رامپور کے لیے
منحوس تھی کہ اس دن مسٹن گنج میں جو غلہ کا بازار ہے ایک نخت آگ
لگ گئی۔ غلہ، گاڑیاں، سامان، دوکانات۔ بہت کچھ نذر آتش ہو گئے
رامپور کی مقامی کوششیں کافی نہ سمجھ کر بریلی اور مراد آباد سے
فائر بریگیڈ طلب کئے گئے اور مسٹر آنند سروپ وال اپنا بریگیڈ
بریلی سے لیکر رامپور پہنچے اور آگ بجھانے میں کامیاب ہوئے
سرکار بہ نفس نفیس معہ منسٹر صاحبان کے موقعہ پر تشریف فرما رہے
اور بعد خاتمہ آتش سرکار عالی نے حسب ذیل مدد مصیبت زدگان
کی فرمائی۔

۶۹
۱۔ جس قدر رستم سرکاری متعلق گینگ کے ٹھیکہ کے واجب تھی معاف فرمادی گئی۔ ۱ اور دوکان داروں کے جملہ کرائے معاف کر دیے گئے۔
۲۔ بجلی کے بلوں کے واجبات تا ایدم بالکل معاف فرما دیے گئے
۳۔ نقصان زدہ لوگوں کو۔ مشین والوں کو۔ آرٹہتیوں کو۔
بیوپاریوں کو اور پٹری والوں کو رقم کثیر بلا سود کے پرورش عطا فرمائی گئیں۔

۴۔ کاشتکاران اور دیہاتی لوگ جن کے مال کا نقصان ہوا تھا۔
ان کے متعلق صیغہ مال سے مراعات کی رپورٹ طلب فرمائی گئی۔
تقریباً پچاس ہزار روپیہ کا نقصان اہل تجارت کا اس آتش زدگی
سے اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس رقم میں سے حصہ کثیر ریاست برداشت
فرمائے گی۔

کیا برٹش گورنمنٹ یا زائدہ حال کی صوبائی حکومت عامہ میں کوئی ایک
مثال بھی اس ہمدردی اور رعایا نوازی کی مل سکتی ہے ؟ یہ ہے وہ حکومت
کا صحیح جذبہ جو محض رعایا پروری پر مبنی ہے۔

رعایا کے قرضوں کی ادائیگی | قرضداروں کی بھی مختلف صورتیں
ہوتی ہیں۔ ایک طبقہ قرضداروں کا

وہ ہے جسے خالص ادباری کہنا چاہیے جن کو اپنے روپیہ سے دشمنی ہوتی ہے۔

اور ان کا قرض دہندہ جتنی زنجیروں میں اُن کو باندھنا چاہے وہ بخوشی
 گوارا کرتے ہیں۔ رام پور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔ یہاں اہل خاندان
 سرکاری کے ماہانہ وثیقے مقرر ہیں ران وثیقوں کو ہیہ "صاحبزادگان"
 گروکر کے مہاجن سے روپیہ قرض لینے ہیں۔ ایک صاحب زادہ نے،
 ایک ہزار روپیہ قرض لیا اور تیس ہزار روپیہ کا پرامیسری نوٹ تحریر کر دیا۔
 یہ دبا اہل خاندان میں عام ہو گئی تھی کہ کم رقم لیکر زیادہ کا پرامیسری
 نوٹ یہ کفالت وثیقہ تحریر کر دیتے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں سرکار نے
 احکام صادر فرمائے۔ کہ اہل خاندان کو مہاجن لوگ قرض نہ دیا کریں اور
 اگر ضرورت واقعی ہو تو سرکاری خزانہ سے قرض دیا جائیگا۔ اور
 اُس وقت تک کے قرضے ادا کر دیے گئے۔ اس طرح سے خاندان والوں
 کو ہمیشہ کے لیے سود خواروں کے چنگل سے نجات دلوا دی

یہ امداد تو اپنے خاندان کی تھی عام رعایا کو بھی قرضہ سے
 سبکدوشی اس طریقہ سے دلوائی جاتی ہے کہ پٹھانوں کے معزز خاندان کے ایک
 فرد قرضہ کے بارے میں اس قدر بے سوائے ہوئے تھے کہ غمگین اُن کی تمام جائیداد
 بیلام ہو کر انسان کے پاس پہنچ جاتی ان کو سرکار کے حضور میں
 تقریب بھی حاصل نہیں تھا۔ لیکن وہ سرکاری عہدہ دار تھے اور چیف
 منسٹر صاحب کو ان کی مفروضی و پریشانی کا حال معلوم تھا۔ چیف صاحب نے

سرکار سے عرض فرمایا اور حکم ہمایوں صادر ہوا کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپیہ خزانہ سرکاری سے خان صاحب موصوف کو عطا کیے جائیں اور باقاعدہ دستاویز بہ استغراق جائیداد ان سے تحریک کر والیا جائے۔ اور وہی جائیداد ان صاحب کی طرف سے وقف علی الاولاد کر دی جائے تاکہ آئندہ جائیداد نباہ نہ کی جا سکے۔

بہرہ تحقیق دل سوزی دم درد دی جو کسی غیر گورنمنٹ سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ فوج اور پولیس کے ملازمان کے لیے ہزار ہا روپیہ کے فنڈ قائم کر دیے گئے ہیں جن سے ان کے قرضہ ملتا ہے اور مہاجن قرض نہیں دی سکتا۔ علاوہ بریں ملازمان ریاست خزانہ سرکاری جائیداد فرو ریختے لیے قرضے دے سکتے ہیں مثلاً تعمیر مکان خرید سواری۔ حج بیت اللہ و زیارات غنایات۔

پارک وغیرہ | شہر رام پور بہ لحاظ خوب صورتی و رونق کے نہایت عمدہ ہے لیکن اس میں کوئی پارک نہیں تھا۔

۱۹۳۷ء میں بجلی گھر کے پاس ایک پُر سطعت و خوش منظر پارک قائم کیا گیا ہے۔ جس میں ہفتہ میں ایک روز سرکاری بنیڈ تختا رہتا ہے میٹن گنج جس کی ہولناک آتشزدگی کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ شہر کے سب سے زیادہ آباد حصہ میں واقع ہے اور غلہ کی گاڑیوں کی آمد و رفت سے یہاں دقت کا سامنا رہتا ہے۔ سرکار کا خیال غالی ہے کہ گنج کو کسی دوسری جگہ پر منتقل کیا جائے۔ اس خالی جگہ پر بھی شاید پارک قائم ہو جائے جس کے

تین طرف دوکانات کا سلسلہ ہوگا اور ایک سمت صدر سڑک ہوگی
 یہ لکھنؤ کے امین آباد کا نمونہ ہو جائے گا اور اس کے مقابل بھی اس طرز کا
 بازار قائم کیا جاسکتا ہے۔ ان نئے بازاروں اور پارکوں سے شہر کی
 خوبصورتی دوبالا ہو جائے گی۔ یہی صورت نصر اللہ خاں کے بازار میں
 بھی ایک موقع پر ہو سکتی ہے۔ سرکار کے اور چیف صاحب کے ذہن
 میں شہر کی خوبصورتی کے بہت سے ذریعے موجود ہیں۔

محکمہ طبی

سال حال میں جدید طبی سہولتیں ہم پہنچانے کے لیے اکیس
 ہزار (۳۱۰۰۰) روپیہ منظور فرمایا گیا ہے۔ اور شفاخانہ صدر
 میں بہترین آلات طبی ایکس رے وغیرہ کا سامان جو بڑے بڑے ہسپتالوں
 میں ہوتا ہے موجود ہے۔ ڈاکٹر قریشی صاحب کی طبی قابلیت سے رامپور
 کو بڑا فیض پہنچ رہا ہے اور شفاخانہ بجد ترقی کر رہا ہے۔

کتاب خانہ

دس ہزار (۱۰۰۰۰) قلمی نسخے اس کتاب خانہ میں موجود ہیں
 اور کثیر التعداد ایرانی شاہکار خوشنویسی اور تصاویر
 کے قرینے کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔ مطبوعہ کتابیں ہر مضمون کی اور
 مختلف زبانوں میں کتاب خانہ کے اندر ہیں۔ مشمالی ہند میں پہنچانہ
 خاص شہرت رکھتا ہے اور سرکار نے حال میں اساتذہ کے کلام کے
 متعلق تصانیف کا سلسلہ بھی کتاب خانہ سے متعلق فرمایا ہے اور بعض یادگار

باب ہفتم میری گزارش

یہاں تک میرا روئے سخن زیادہ تر اہل رام پور سے اور خصوصاً اُس طبقہ سے تھا جو خواہ مخواہ حکومت سے مخالفت کو اپنا مشغلہ بنائے ہوئے ہے اب مجھے حکومت سے چند باتیں عرض کرنا ہیں۔ سب سے پہلی بات قابلِ گزارش یہ ہے کہ حکام اور محکومین کے درمیان جو مغایرت موجود ہے اور جس میں بہت کچھ کمی ہوتی جاتی ہے۔ وہ بالکل معدوم ہو جانا چاہئے۔ یہ اُسی وقت ہو گا جب باہمی رواداری اور حقیقی ہمدردی کا بزناؤ کیا جائے۔

رام پوریوں کے قلوب | رام پور میں پُر خلوص اور وفادار لوگ کثرت سے
موجود ہیں، باوجود ذہانی اور تحریری اختلاف ظاہر
میں نہرِ مہینس کی محبت | کرنے کے اہل رام پور کے دلوں میں نہرِ مہینس

نواب صاحب بہادر کی محبت موجود ہے۔ ان کو شکایت ہے تو صرف حکام کی طرف سے ہے جو زیادہ تر غیر واقعی ہے۔ رام پور کے طبقہ اوسط کے فیشن میں داخل ہو گیا ہے کہ حکام کی نکتہ چینی کیا کریں۔ خواہ وہ خان بہادر محمد حسن خان صاحب ہوں یا صاحب زادہ عبد الجلیل خان صاحب۔ مسٹر محمود خاں یا مسٹر محمد اسلم خان صاحب۔ جن کے خالص رام پوری ہونے میں شبہ نہیں۔ ضرورت ہے کہ اہل رام پور سے حکام تبادلہ خیال کرتے رہیں اور ان کی توقعات کو صحیح پیمانہ پر قائم کر لیں۔ حد سے گزری ہوئی توقع سے مایوسی کی شدت زیادہ ہو جاتی ہے۔ ادھر حکام کو اپنے وعدوں پر پوری طرح قائم رہنا چاہیے اور کسی کو مبالغہ آمیز امیدیں نہ دلائی جائیں۔

رام پور میں بسا اوقات یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ جو لوگ حکومت کے سچے خیر خواہ مگر خاموشی پسند ہیں وہ نقصان میں رہتے ہیں اور ان کی خدمات کی قدر نہیں

وفاداران ریاست سے
بے اعتنائی اور مخالفین
کی ہمت افزائی

کی جاتی۔ برخلاف اس کے جو شخص مخالف ریاست کو اپنا ذریعہ نمود بناتا ہے وہ تھوڑے عرصہ میں مطالب براری کر لیتا ہے۔ بہ طریق کار

قابل ترمیم ہے۔ ہر گورنمنٹ کا ہمیشہ اصول رہتا ہے کہ اپنے خیر طلبوں کی جماعت میں اضافہ کرے اور مخالفت سے مرعوب نہ ہو ورنہ مخالفین کی قدر افزائی کے معنی مخالفت کی دعوت دینے اور اپنی کوتاہی تسلیم کر نیکیے ہوں گے۔ اور موافقت کی ہمت شکنی ہوگی۔

ریاست میں کام کی تقسیم کچھ اس طرح پر کی گئی ہے کہ بعض صاحبان حد سے زیادہ دماغ و وقت صرف کرتے ہیں اور

اہل کاران ریاست میں
کام کا عدم توازن

بعض کے پاس معمولی طور پر مصروف رہنے کے قابل کام نہیں ہے شاید بعض محکمے غیر ضروری بھی ہیں۔

چیف منسٹر صاحب کو جن لوگوں نے کام کرتے دیکھا ہے وہ شہاد دے سکتے ہیں کہ مشکل سے سات آٹھ گھنٹہ ان کو اپنی ذاتی آسائش کے لئے ملتے ہیں۔

چیف منسٹر کی فرائض ہی کیا کہ تھے کہ ہاؤس ہو لڈ منسٹر کے خدمات بھی ان کے سپرد فرما دیے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد پبلک ورکس منسٹر کے فرائض بھی ان سے متعلق ہو گئے۔ جس کا انجام یہ ہے کہ جن کاموں کو وہ جن اوقات پر کرنا چاہتے ہیں ان سے مجبور رہتے ہیں

یہی کیفیت۔ بعض دیگر منسٹران و حکام و اہل کاران کی ہے۔ چھوٹی چھوٹی جگہوں پر اکثر ملازمین ایسے ہیں جو دس بجے دن سے شام کے چھ بجے تک کام میں گھرے رہتے ہیں اور اس طرح پر ہیہ بے چارے اپنی خودکشی کے اسباب ہٹا کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف بعض عہدہ دار اس قدر غیر ضروری ہیں کہ ان کے فرائض آسانی کے ساتھ دوسروں کے سپرد کئے جا سکتے ہیں۔ غرض کہ کہیں پر کام گھٹانے کی اور کہیں پر کام بڑھانے کی ضرورت ہے۔

متاجری کا اجراء | متاجری کے متعلق میں مفصل بحث

کہ شکست متاجری میں حکومت حق بجانب تھی۔ سرکار نے سال گزشتہ و حال میں چند دیہات انڈسٹریل ڈیپارٹمنٹ کے علاقوں میں۔ لیکن اس عطیہ سے رام پور کے تشنہ لوگ سیراب نہیں ہوئے۔ حالانکہ پیشتر جمع میں دس روپیہ فی صد چھوڑا جاتا تھا اور اب پندرہ روپیہ فی صد کی کمی فرمائی جا رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ کثرت کے ساتھ متاجری کی طرف عود کیا جائے۔ خام تحصیل کا موجودہ طریقہ سرکاری آمدنی کے لیے بھی مفید نہیں ثابت ہوا اور رعایا پر جو سختیاں متاجرین کے ملازمین کیا کرتے تھے اتنی نہیں لیکن ان کے قریب قریب عمال

ریاست بھی کر رہے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ متاجری کے قواعد غور و فکر کے ساتھ ایسے مرتب کئے جائیں کہ رعایا پر بے جا سختی کا انداز ہو جائے اور سرکاری آمدنی کا بھی نقصان نہ ہو اور اہل رام پور کا آبائی پیشہ بھی ان کے ہاتھ سے نہ جائے۔ میری حقیر رائے میں میعاد متاجری میں اضافہ کرنے سے فائدہ ہو گا۔ زمیندار کے بند و بست کی میعاد تیس سالہ ہوتی ہے متاجری میں پندرہ سال کے لیے دیہات دسے دیے جائیں تاکہ متاجر سرکار کو رقم زمین ادا کرنے کا معقول مدت تک ذمہ دار رہے اور اپنا تعلق دیہہ پانچھکے گاؤں کی ترقی میں دل سے مصروف رہے۔

<p>رام پور میونسپلٹی نو زائیدہ ہے ابھی اس کے سامنے بہت سے کام پڑے ہیں۔ شہر کی گلیوں اور کوچوں کی حالت بعض مقامات پر قابلِ شرم ہے۔ بازاروں اور سڑکوں کو دیکھنے سے شہر جیسا خوب صورت اور صحت بخش معلوم ہوتا ہے اس کے خلاف چھوٹے راستوں کی حالت ہے۔ میونسپلٹی کا سرمایہ کافی ہے اور سرکاری عطیہ بھی اس مد میں موجود ہے۔ کوئی کوجہ نہیں کہ</p>	<p>شہر کی گلیوں اور کوچوں کی درستی</p>
--	--

پر قابلِ شرم ہے۔ بازاروں اور سڑکوں کو دیکھنے سے شہر جیسا خوب صورت اور صحت بخش معلوم ہوتا ہے اس کے خلاف چھوٹے راستوں کی حالت ہے۔ میونسپلٹی کا سرمایہ کافی ہے اور سرکاری عطیہ بھی اس مد میں موجود ہے۔ کوئی کوجہ نہیں کہ

جس رفتار سے ریاست کے دیگر شعبہ جات میں ترقی ہو رہی ہے
میونسپلٹی اس سے پیچھے نہ جائے۔

ڈریج | خاص خاص سڑکوں کو چھوڑ کر اندروں شہر
نالیوں کا ڈھال اور اون کا سلسلہ ڈریج نامکمل ہو

اس میں شک نہیں کہ صحیح ڈریج قائم کرنے کے لیے کئی لاکھ
روپیہ کی ضرورت ہوگی لیکن اس کا اثر باشندوں کی تندرستی
اور بہبود پر پڑے گا۔ کام کا آغاز کر دیا جائے اور بذریعہ دس سال میں مکمل کر دیا جائے

ہنر ہائینس اور حکام اعلیٰ
کے سوشل تعلقات رعایا سے
میں نے حتی الامکان صاف
گوئی سے کام لیا ہے میں
یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا
کہ موجودہ حکام رامپور

میں خواہ وہ رامپوری ہوں یا غیر رامپوری حکومت کی شان اور
اجنبیت کی جو پہلے سے زیادہ معلوم ہوتی ہے رامپور وہ جگہ ہے
جہاں باوجود انتہائی استبداد کے حکام اور رعایا کے مابین وہ
صورت کبھی نہیں پیدا ہوئی جو انگریز حاکم اور ہندوستانی رعایا
میں ہوتی ہے۔ اہل رامپور کی یہ شکایت میں نے عام طور پر سنی کہ
ہمیں عرض و معروض کرنے کے مواقع ٹھیک طور پر نہیں ملتے ہیں

مصرف حکام کے لیے یہ مناسب ہے کہ ملاقات کے لیے زیادہ وقت نہیں اور بجائے فرداً فرداً ملاقات کرنے کے بہت سے لوگوں سے ایک وقت میں ملاقات کریں اور ان میں سے جس خاص شخص کو علیحدگی میں کوئی بات کرنا ہو تو اس سے علیحدہ گفتگو کر لیں تاکہ وقت بھی زیادہ صرف نہ ہو اور گفت بے شنیہ کا موقع اچھی طرح مل جائے۔

پروپیگنڈا | پروپیگنڈا یا اشاعت اغراض ہمیشہ سے ایک خاص شے رہا ہے لیکن زمانہ حال میں اس نے ایک فنی حیثیت حاصل کر لی ہر ملٹر اور رسولینی نے پروپیگنڈے کو ہتھ پر پہنچا دیا ہے۔ ملٹر اپنی قوم کو جس بات کا یقین دلانا چاہتا ہے اُس کے اعلان کے عجیب و غریب طریقے اختیار کرتا ہے۔ ڈاکٹر پال جو زف گو بیس جو نہایت تجربہ کار اور دفا دار خادم ملٹر کا تھا اور آغاز جنگ تک مستعد رہا اُس کے متعلق صرف پروپیگنڈے کا محکمہ تھا اور دنیا اُس کو ماسٹراف پروپیگنڈا کہتی ہے۔ ملٹر ڈاکٹر گو بیس کے کان میں کہہ دیتا تھا کہ آج انگریزوں کے خلاف جذبات پیدا ہو جائیں اور ایک ہفتہ کے بعد سائے جرمنی میں نفیض و عداوت کے جذبات نمایاں ہو جاتے تھے۔ اور بالکل بے بنیاد الزامات ٹھیکہ ڈکڑھوئے جاتے تھے۔

ملٹر اپنی قوم کو خلاف واقعہ یقین دلانا چاہتا تھا کہ اسپین میں جو

باب ششم

اصلاحات جدید

یہ کتاب مکمل چوکی تھی اور بعض اجاب کی خدمت میں غیر مجرب نسخے میں نے پیش بھی کر دیئے۔ اسی اثنا میں حضور نواب صاحب بہادر کا فوان نور خہ یکم جنوری سن ۱۲۹۴ء شائع ہوا جو حقیقتاً اہل راجپور کے واسطے اور ہم پرپیوں کے لئے بھی باعث مسرت و موجب فخر ہے۔ راجہ پور کے جوان عمر و جواں نخت حکمران نے بڑی دریا دلی کے ساتھ اپنی محبوب رعایا کو شریک حکومت فرمانے میں قدم بڑھایا ہے۔

راجپور جہاں ریس کا حکم بمنزلہ قانون سمجھا جاتا تھا اور انتظام ریاست میں رعایا کی مداخلت نہ تھی۔ ۱۰ سال قبل ناقابل معافی جرم تصور کیا جاتا تھا وہاں قانون سازی کا حق پبلک کے نمائندوں کو حاصل ہونا اور اکثریت رائے سے فیصلہ کیا جانا معرکہ الآراء بات ہے۔

رام پور میں کونسل کا نو سار چنڈ سال ^{۱۸۶۲} سے قائم ہے لیکن اس میں
 صرف ۱۴ ممبر ہوتے تھے جن میں ۲ میونسپلٹی شہر سے اور تین رقبہ دیہی
 سے حکومت نامزد کرتی تھی بقیہ ۱۰ سرکاری عہدہ دار ہوتے تھے گویا
 بمجلہ ۴ کے صرف ۲ کس قائم مقام سبک کے کہے جاسکتے تھے اور ان
 کے اختیارات بہت محدود تھے۔ اب فرمان جدید کی رو سے مجلس مقننہ
 ۲۴ ممبران پر مشتمل ہوگی۔ بمجلہ ان کے اکثریت رائے سے منتخب ہونگے
 اور بقیہ ۷ میں سے ۵ غیر سرکاری ممبر مخصوص افادات کے نمائندے
 سرکار نامزد فرمائینگے اور صرف ۲ ملازمین سرکار ہوں گے یعنی صرف
 کثرت ارکان سبک کی رہے گی۔ پھر اس مجلس کے حدود اختیار میں کافی
 وسعت کو دی گئی۔ یعنی ریاست کے اور رعایا کے لیے ہر قسم کے قوانین
 وضع کرنا، مفاد عامہ یا اہمیت عامہ کے مسائل پر ریزولوشن پیش کرنا،
 ریاست کے سالانہ بجٹ پر بحث کرنا اور تخمینہ جات پر قراردادیں
 پیش کرنا مجلس کے فرائض میں داخل ہوگا۔ علاوہ بریں بھن خاص مسائل
 کی پیشی سرکار سے اجازت حاصل کرنے کے بعد کی جاسکتی ہے۔ ہر مجلس کی عمر
 پانچ سال رکھی گئی ہے۔

ایک غیر معمولی اشاعت سینیٹ گزٹ میں مجلس مقننہ کا دستور ایسی
 تفصیلی قواعد کے ساتھ ہوا ہے اور اسی کے ساتھ ”فرمان مبارک“ کی شراکت

ہائیوں مذکور ہیں۔ اس دستور و فرمان پر ملک کے اخبارات میں رائے زنی کی گئی اور عموماً تعریف کی نظر سے ان اصلاحات کو دیکھا گیا۔ میں فرمانِ جبار کو یہاں پر نقل کرتا ہوں جس سے حضورِ نواب صاحب کی قلبی کیفیت و نیت کا پتہ چلے گا۔ اور دستورِ اسامی کا خلاصہ بھی معلوم ہو گا۔ نیز روزنامہ پابونیر لکھنؤ مورخہ ۴ جنوری ۱۹۴۲ء کے تبصرہ کا ترجمہ شائع کرتا ہوں جس سے معلوم ہو گا کہ ہنرمائی نس کے اس عطیہ کو ملک کیسی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

راپور کے طرز حکومت میں یقیناً یہ نمایاں اصلاح ہے اور رائی و رعایا کے اشتراکِ عمل کی قابلِ قدر کوشش ہے۔ ونا میں اعتراض کر رہے والوں کی کثرت ہے ہر اچھے سے اچھے کام پر بھی نکتہ چینی کر دی جاتی ہے لیکن راپور کی جدید اصلاحات کو جو صاحبِ ناقدری کی نگاہ سے دیکھیں اُن سے میں عرض کر دوں گا کہ رام پور کو راپور سمجھ کر اندازہ کیجئے انگلینڈ و امریکہ کے طرز حکومت کو پیشِ نظر رکھیے راپور میں رائے عامہ کا احساسِ اول مرتبہ ہنرمائی نس نواب سرسید رضا علی خاں بہادر نے ہی فرمایا جبکہ میونسپل بورڈ قائم کی اور ٹاؤن ایریا کیٹیاں قائم فرمائیں اور اب اسی اصول کو توسیع دے کر اور دیہات و مضافات تک میں رائج فرما کر رعایا کی رائے عامہ کو غیر معمولی اہمیت دی جا رہی ہے۔ بل راپور کو سکھایا جا رہا ہے کہ امورِ سلطنت میں کس طرح شرکت کا رک لی جاتی ہے اور اپنے

بھائیوں کے حقوق کی نگہداشت کیونکر ہوتی ہے۔ ہندوستان کی اکثر دیسی ریاستیں ان اصلاحات سے سبق لے سکتی ہیں اور ایک مسئلہ میں تو ہند برطانوی بھی رامپوری دستور اساسی کی تقلید کرے تو بڑی کشمکش سے نجات مل جائے۔ رامپوری دستور میں مذہب کی بنیاد پر فرقہ وارانہ نیابت نہیں رکھی ہے اور ارضی رقبوں کے ساتھ ساتھ مخصوص افادات کو حلقہ ہائے انتخاب قرار دیا گیا ہے۔ فرقہ وارانہ نیابتوں نے جو تلخی برپا کر دی ہے اسے محفوظ رہنے کی یہی صورت ہو سکتی تھی۔ اہل رامپور کو ان حقوق کی دل سے قدر کرنی چاہیئے اور ہر ایجنٹ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

اقتباس از رامپور سٹیٹ غیر معمولی گزٹ مطبوعہ بمبئی ۱۹۰۷ء

فرمان مبارک

ذات باری کا ہزار ہزار شکر ادا کہ جب سے اس ریاست کی عنان حکومت اس نے ہمیں تفویض فرمائی ہے اسی وقت سے ہماری انتہائی تمنا کی بنا پر ہماری عز و رعایا کی خوشحالی، مالی و تعلیمی ترقیات میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اور ہماری دلی خواہش بھی یہی تھی کہ اہل رامپور ہمارے ظلِ علمیت میں خوش آئند منازل طے کر کے اپنے محبوب وطن کو تہذیب و تمدن کا

قابل فخر نمونہ بنائیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے اپنی حکومت کے نصب العین
 و راہ عمل کی تشکیل کی ہے۔ گزشتہ چند سال میں راجپور نے جتنی ترقی کی ہے
 وہ اس بات کا نمایاں ثبوت ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کا فضل ہماری
 سعی میں ہر قدم پر مثالِ حال رہا ہے۔

اپنی وفا پرست رعایا کی یہودی کے جذبات کے ساتھ ہی ساتھ
 ہماری یہ بھی خواہش رہی ہے کہ ال راجپور کو ایسی تربیت دہنی پہنچانی
 جائے کہ اُن کے تصورات سیاسی میں ارتقائے صحیح پیدا ہو۔ جس سے
 وہ غور و فکر، عاقبت اندیشی، فرض شناسی، احساس ذمہ داری اور صوابت
 رائے کو کام میں لاکر ایک بہتر اور زیادہ فائدہ دار راجپور کی تعمیر میں ہمارے
 ہمدست و ہمدستان بن سکیں۔

یہ ریاست ایک امانت ہے جو ہمیں بحیثیت امین اپنے اجداد
 کرام سے ورثہ میں دست بدست حاصل ہوتی ہے۔ اس کی خدمات ہمارا
 وہ فریضہ ہے جس میں ہماری رعایا کا ایک ایک فرد شریک ہے۔

ہمیشہ سے ہم اپنی ریاست کو ایک منتخب و بہتر خاندان سمجھتے رہے ہیں۔
 جس کا سرپرست و بزرگ خدانے ہم کو مقرر فرمایا ہے اور اس کے ارادے
 رعایا کے افراد ہیں۔ اسی احساس کے ماتحت ہم نے رعایا کی سیاسی تعلیم کا آغاز
 کیا۔ اور وہ تدریجاً اختیار کریں جن سے افراد رعایا میں معاملہ فہمی، حسن مذاہرے

اور نچتہ کاری پیدا ہو۔

ہم نے اپنے آغاز عہد میں رہپور میونسپل بورڈ کی تشکیل جدید کی اور ۱۹۳۷ء میں منتخب ممبران کی تعداد اور بورڈ کے اختیارات میں اضافہ و نیز غیر سرکاری و منتخب صدر کا تقرر منظور کرتے ہوئے متعلقہ انتظامات کو رعایا کے سپرد کر دیا۔ نیز ہم نے ریاست کے مختلف قصبات کے لیٹاؤں پر ایک کمیٹیوں کا قیام منظور کیا۔

پہلے ہی سے ہمارا منشاء تھا کہ اس ریاست کی مستحکم بنیاد آئین و قانون پر ہو۔ اس لیے ہم نے اپنی مسند نشینی کے چند ہی دن بعد ۱۹۳۷ء میں عدالت عالیہ ہائی کورٹ اور بعد چوڈیشل کمیٹی کی اور آخر ۱۹۳۷ء میں اسٹیٹ کونسل کی تاسیس کی جو ہمارے وزیر اعلیٰ ہوں اور جو ہمارے زیر نگرانی ریاست کے انتظامی امور کی انجام دہی کرتی ہے۔ و نیز ۱۹۳۷ء میں ایک کمیٹی واضح قوانین قایم کی ۱۹۳۷ء میں ہم نے اس کمیٹی کے اہم فرامین کو مجلس وضع قوانین کے سپرد کر دیا۔ جس میں پہلی مرتبہ ہماری رعایا کے منتخب اور نامزد کردہ نمائندے شریک کیے گئے تاکہ انھیں قوانین کی تشکیل و تربیت میں اظہار رائے کا موقع حاصل ہو۔ ہمیں اس امر کے اظہار میں دلی مسرت ہے کہ حکومت اور رعایا کے درمیان اشتراک عمل کی یہ تمام کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں۔

۴۷
 رعایا کے نمائندگان نے جس طرح اپنے فرائض کو انجام دیا اور سرکاری وغیرہ سرکاری
 ممبروں کے تعلقات میں اشتراک عمل ہم آہنگی اور احترام باہمی قائم رہا وہ
 راپور کے لیے ایک فالی نیک ہے اور ہمارے لیے باعث طمانیت۔ اس
 مشاہدے کے زیر اثر ہم نے سال گزشتہ اپنی سال گرہ کے موقع پر اعلان کیا
 تھا کہ ہم مجلسِ دانش قواین کی تشکیل جدید کریں گے۔ چنانچہ ہمارے حسبِ حکم
 مجلسِ مقننہ کا جدید دستور اسی تیار کیا گیا ہے۔ جو تحت میں مندرج ہے
 نیز دستور اسی مجلسِ مقننہ ریاست راپور کے تحت میں جو تعریضات قواعد
 متعلق انضباط و طریق کار رفاہی انتخابِ ممبران، اعمال فاسد و عذر داریاں
 انتخاب وضع کیے گئے ہیں وہ منسلک فرمان ہذا ہیں۔

اب تک مجلس ۴۴ ممبران پر مشتمل تھی جن میں سے تین غیر سرکاری
 شہر راپور کے نمائندے تھے جن کو ممبرانِ میونسپل بورڈ منتخب کرتے تھے
 تین غیر سرکاری ممبر بطور نمائندگان علاقہ ریاست ہم خود نامزد کرتے تھے
 اور باقی آٹھ ممبران سرکاری تھے جو ہماری جانب سے نامزد تھے۔
 مجلس جدید علاوہ صدر کے پچیس ممبران پر مشتمل ہوگی جن میں سے شترہ
 غیر سرکاری ممبران مختلف حلقوں سے منتخب ہوں گے۔ پانچ غیر سرکاری
 ممبران چند مخصوص مفادات کی نمائندگی کے لیے ہماری طرف سے نامزد کیے
 جائیں گے۔ اور باقی بارہ ہمارے نامزد کردہ سرکاری ممبران ہوں گے۔ اس سے

ظاہر ہوگا کہ موجودہ صورت کے مقابلہ میں جب چودہ ممبران میں سے چھ غیر سرکاری ممبران تھے اور چھ میں سے صرف تین منتخب تھے۔ جدید مجلس میں چونتیس ممبران میں سے بائیس ممبران غیر سرکاری ہوں گے جن میں سے سترہ منتخب ہوں گے۔

ہم نے دستور جدید کو حدود ارضی کے بجائے زیادہ تر افادی بنیاد پر قائم کیا ہے تاکہ ایک طرف تو رعایا کے تمام نمائندوں کا انتخاب محض فرقہ وارانہ حد بندیوں کے مہول پر عمل میں نہ آئے۔ اور دوسرے مجلس میں ریاست کے ہر شعبہ زندگی اور مفاد معاشی کی نمائندگی ہو سکے اس طرح نہ صرف مختلف مفادات کے مابین اور ان میں اور حکومت میں زیادہ متبہی اشتراک پیدا ہوگا بلکہ ہماری رعایا کے غریب طبقات کا مفاد بھی پورا ہو سکے گا۔

ان ریاست میں جس طبقہ کو سب سے زیادہ معاشی اہمیت حاصل ہے وہ طبقہ زراعت پیشہ گان کا ہے۔ دستور جدید میں زنانشتیں اس طبقہ کے لیے مخصوص کی گئی ہیں جن میں سے سات زنانشتیں کاشتکاران کے لیے ہوں گی۔

کاشتکاران ریاست کے نظام معاشی کا سنگ بنیاد ہیں اور انھیں رام پور کی تالیخ میں پہلی مرتبہ حکومت کے ساتھ براہ راست اشتراک عمل کا موقع ملے گا۔ ان سات میں سے تین مسلم کاشتکاروں کے نمائندے ہوں گے جو مسلم کاشتکاران کی رائے سے منتخب کیے جائیں گے۔ اور باقی چار غیر مسلم کاشتکاران کے

نمائندے ہوں گے جو غیر مسلم کاشتکاران کی رائے سے منتخب ہوں گے تین دیگر نشستوں میں سے ایک ایک نشست زمینداران، ٹھیکہ داران و دیہات اور جاگیرداران و معافی داران کے لیے مخصوص کی گئی ہو۔

راپور میونسپلٹی کے لیے مثل سابق تین نشستیں مقرر کی گئی ہیں۔ اس حلقہ کے نمائندوں کا انتخاب ممبران میونسپل بورڈ کی رائے سے اس طرح عمل میں آئے گا کہ تین نمائندوں میں سے ایک غیر مسلم اور دو مسلم ہوں گے۔

ہر قوم و ملک کے تعلیم یافتہ اشخاص ہی سے اُس کی اُمید ہائے ترقی وابستہ ہوتی ہیں اس لیے ہم نے ریاست راپور کے تعلیم یافتہ اشخاص کو ایک نمائندہ منتخب کرنے کا حق عطا کیا ہے۔ کارخانہ سازی میں وہ شخص جسے قانون کا علم و تجربہ خاص طور پر حاصل ہو مفید ثابت ہوگا۔ ایسے ہم نے رام پور کی مجلس وکلاء کے نمائندہ کے لیے مجلس مقننہ میں ایک نشست مخصوص کی ہے۔ راپور کے عہد حاضر کا نشان امتیازی اقتصادی اور حرفتی ترقی ہے اور قہرّم کے کارخانہ جات سے رعایا اور ریاست کو کثیر فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ نیز قہرّم کے کاروبار کو فروغ ہو رہا ہے اس لیے ہم نے تجارت پیشہ اشخاص اور کارخانہ جات کو بھی ایک ایک نمائندہ منتخب کرنے کا حق دیا ہے۔

متذکرہ بالا سترہ منتخب ممبران کے علاوہ ہم ضروری خیال کرتے ہیں

کہ چند مخصوص مفادات کی اہمیت کے پیش نظر ان کے نمائندوں کو کنیتِ مجلس کیلئے نامزد کریں۔

یہاں کی آبادی میں روسلیوں (افغانان) کو ابتداء سے ریاست سے ایک نمایاں حیثیت حاصل ہی ہو اور ہمارے بزرگوں نے اور پہلے بزرگوں نے اُن کا خاص خیال رکھا ہے اور ہم بھی اس بارہ میں اپنے بزرگوں کی روایات پر قائم رہنا چاہتے ہیں۔ اُن کی تاریخی حیثیت و اہمیت اور اپنے خاندان سے ان کی قدیمی و فاداری و خدمات کی بنا پر ہم روسلیوں کے دو نمائندے بطور ممبرانِ مجلس نامزد کریں گے۔ اس کے علاوہ ہم ریاست کے اہل حرفہ، مزدور پیشہ اشخاص اور پست ماندہ جماعتوں کے مفاد کو محفوظ رکھنے اور ان کی آئندہ برتری و بہتری کے لیے اُن میں سے ہر ایک کے واسطے ایک ایک نشست جو بذریعہ نامزدگی پر کی جائے گی مخصوص کرتے ہیں۔

ہم نے مجلس کو اختیار عطا کیا ہے کہ وہ ماتحتِ احکام فرمانِ ہذا و قواعد موضوعہ ماتحتِ فرمانِ ہذا ریاست اور ہماری رعایا کے لیے قوانین وضع کرے۔ نیز مفادِ عامہ یا اہمیتِ عامہ کے مسائل پر رزلویشن پیش کرے۔ اس کے علاوہ ریاست کا بجٹ ہر سال مجلسِ مقننہ میں برائے بحث پیش ہوگا اور مجلس کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہو

کہ تحفہ جات پر معینہ رز و لیوشن پیش کرے۔

حکومت اور نمائندگان رعایا کے درمیان زیادہ قریبی اشتراک قائم کرنے اور غیر سرکاری ممبران و عامل حکومت کو ان معاملات میں جن کا ہماری رعایا کے مفاد سے قریبی تعلق ہے ایک دوسرے کے نقطہ نگاہ سے واقف کرنے کے لیے نیز اس مقصد سے کہ غیر سرکاری ممبران اہم انتظامی محکمہ جات کے سلیوب کار سے واقف ہو جائیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ مختلف آئینی مشاورتی ادارے (بورڈز) قائم کیے جائیں جو سرکاری و غیر سرکاری ہر دو ممبران پر مشتمل ہوں گے۔ اور ایسے معاملات میں مشورہ دیا کریں گے جو ارکان حکومت مشاورتی اداروں کے روبرو پیش کریں ہمیں امید قوی ہے کہ نئے دستور کے ماتحت ریاست راجہ پور شاہراہ ترقی پر پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے کام لیں ہوگی اور مجلس میں رعایا کے مختلف مفادات کے نمائندوں کی موجودگی ہماری گورنمنٹ کے لیے رفیع کار اور باعث تقویت ثبات ہوگی۔ نیز اشتراک عمل کی جو روح اس طرح پیدا ہوگی اس سے وہ حقیقی اتحاد و یکجہی نمایاں ہو جائیگا جو دونوں کے متحدہ اغراض میں داخل ہو۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اس ریاست کے مختلف طبقات کے نمائندے اور ارکان حکومت اپنی اتحاد و اعتماد و احترام اور رواداری کام میں لائیں اور ان کے ساتھ مہذبیت میں پیش قدمی

اس ریاست کی خدمت بجا لائیں۔

(شرح دستخط ہمایوں)

اصلاحات جدید کے بعد کرنل فشر کی رائے

ریاست رامپور اور گورنمنٹ ہند کے مابین پیشتر کمشنر وکیل کھنڈ واسطہ رہتے تھے اور پولیٹیکل ایجنٹ تھے مگر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ

کے نفاذ کے بعد سے رامپور کی پولیٹیکل ایجنسی گوالیار سے متعلق ہوئی اور جب سے کرنل فشر ایجنٹ ٹو دی گورنمنٹل کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان چند سال میں آپ کو رام پور کے جملہ اندرونی و بیرونی مسائل میں دخل رہا ریاست کی مالی حالت اور رئیس و وزراء کی کارگزاری پر آپ کی گہری نظر رہی، مالیات پر آپ کو عبور رہا، اور ہر نازک موقع پر آپ خود رام پور تشریف لائے۔ آپ صرف رامپور ہی کے ایجنٹ نہیں تھے بلکہ چار پانچ دیگر ریاستیں بھی آپ سے متعلق ہیں اور آپ کو موازنہ کرنے کے مواقع ملتے رہے ہیں۔ اب آپ ترقی پرنسٹل انڈیا ایجنسی میں جا رہے ہیں رام پور کے نظم و نسق کی نسبت آپ کی واضح رائے پانویں مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۷ء نے نتائج کی ہے جس سے رامپور کی غیر معمولی ترقی اور حضور نواب صاحب کی بے نظیر حکمرانی کا زبردست ثبوت ملتا ہے آپ کے ارشاد کا ترجمہ ذیل میں ہے

”میں صدق قلب سے محسوس کرتا ہوں کہ ہنر ہائی نٹس نواب صاحب
میرے خاص دوست کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہنر ہائی نٹس کا وصف خصوصی نٹ
بھی نہیں ہو کہ وہ عمدہ فرماں روا ہیں بلکہ حکمرانی کے ساتھ پابندی دستور
بھی کرتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں رعایا کا حقیر ترین فرد بھی ویسی ہی
رسائی رکھ سکتا ہے جیسی کہ دُورِ اعمال سرکار میں باریابی سے
شرف اندوزی صرف حکامِ اعلیٰ ہی کا حق نہیں ہے بلکہ ہر شخص جسے نواب
صاحب کی خدمت میں حضور کی عزت حاصل ہوئی ہے آپ کے اخلاق
کا گرویدہ ہو گیا ہے۔ مجھے ذاتی علم ہے کہ رامپور کے ہر باشندے کے لیے
حضور کی ذات ایک دوست و ہمدرد کی مثل ہے۔ آپ کی حکومت
کی امتیازی شان یہ ہے کہ کاشتکاروں کے ساتھ آپ کے عہد میں وہ
عمل کیا گیا کہ چند ہی سال میں ان غریبوں کی حالت میں انقلاب نمایاں
ہو گیا۔ اعلیٰ ہذا القیاس شہری رقبہ میں صنعتی ترقی کی رفتار لائقِ احساس
ہے۔ کسی دیگر مساوی الحیثیت ریاست میں اس ترقی
کی نظیر نہیں آ سکتی۔“

ترجمہ تبصرہ

روزنامہ پاپونیر لکھنؤ

مورخہ ۳۴ جنوری ۱۹۴۷ء

ریاست رامپور کا جدید نظام ایک ایسی ریاست کیواسطے جو آٹھ برس پہلے تک حقیقتاً فردن دسٹے کی یادگار تھی، ایک ایسا اقدام ہے جو جمہوری حکومت (ڈیموکریسی) کے سلسلہ میں غیر معمولی جرأت کا مظاہر ہے۔ ہر مائی نس نے اپنے فرمان میں جن اصلاحات کا اعلان فرمایا ہے وہ ایک ایسا دستور اساسی قائم کرتی ہیں جس کی بنیاد بجائے ارضی حدود کے افاوی حقوق پر قائم کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس امر کو خصوصاً ملحوظ رکھا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ نیابت کم سے کم رہے اور مجلس مقننہ کی رہبری میں تمام اہم طبقوں کی معاہدت حاصل رہے۔ اور فی الواقع اس نظام کی یہی وہ خصوصیت ہے جو برطانوی ہند کے لیے عموماً جاذب توجہ ہو گئی کیونکہ فرقہ وارانہ جذبات ہی حقیقتاً سیاسی ترقی میں حائل ہوتے ہیں۔

کل ایوان میں منجملہ چونتیس نمبروں کے ۲۲ غیر سرکاری اراکین ہونگے

جن میں سے پانچ ممبر ریاست کے نامزد کردہ ہوں گے۔ اس طور پر عوام کے نمائندے جن کو کثیر حصہ آبادی کی تائید حاصل ہوگی، بمقابلہ سابقہ جماعت قانون ساز کے زیادہ با اختیار ہوں گے۔ ذراعت پیشہ لوگ جن پر ریاست کا دار و مدار ہے، نشستوں کے مستحق ہوں گے۔ اور ان میں سے سات نشستیں کامیونیکاروں کے لیے محفوظ ہونگی۔ یہ انتظام ان مخالفین کو ساکن کرنے کے لیے کافی ہے جو یہ اعتراض کرتے رہے ہیں کہ ریاست میں غریب طبقہ کو اپنی شکایات ظاہر کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

راپور کی صنعتی ترقی کے لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ صنعت و تجارت کے مفاد کا بھی کافی تحفظ ہو چنانچہ جدید قانون میں اس طبقہ کو بھی ڈولٹسٹین دی گئی ہیں۔ اور یہ توقع بے جا نہیں ہے کہ ان نمائندگان کے شمول سے ریاست کی خوش حالی و ترقی میں تعاون ہو گا یہ فرمان حقیقتاً اس ترقی پذیر ریاست کی راہ عمل میں دوسرا سنگ نشان ہے اور ہم اس موقع پر ریاست کے روشن خیال حکمران اور ان کے قابل قدر چیف منسٹر کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں جو انھیں حاصل ہوئی ہے۔

(۲۲ یونیورسری جنوری ۱۹۵۴ء)

باب نہم

خاتمہ کتاب

آغازِ ریاست سے آخر ماہ جنوری ۱۹۴۷ء تک کے واقعات و حالات میں نے ان صفحات میں جمع کر دیئے اور تین ضمیمہ جات ہم نشین ہیں جن میں سے ایک میں ریاست کے سب سے زیادہ بزرگ و باخبر پیشتر نے جو میرے دیرینہ محذوم ہیں بیرونی ملازمین کی فہرست مرتب فرمائی ہے اور دوسرے میں اُن ۲۹ اشیعوں کے نام ہیں جو منجملہ ۱۱۰ ہزار ملازمین کے ریاست میں مختلف خدمات انجام دیتے ہیں اور ان میں بھی زیادہ تر عہد سابقہ کے ہیں۔ ان ضمیموں سے دو غلط فہمیاں رفع ہوتی ہیں تیسرے ضمیمہ میں چند اکابر ملک و قوم کی رائیں موجود ہیں۔

اس امر کا فیصلہ ناظرین فرمائیں گے کہ میں نے کسی قسم کی بے جا طرفداری اور مبالغہ سے کام لیا ہے یا ایمان دہی کے ساتھ ناقدانہ نظر جملہ حالات پر ڈالی ہے، خلوص و ہمدردی سے اپنے خیالات ظاہر کیے ہیں

اور دلسوزی کے ساتھ توقعات قائم کی ہیں۔ سب کے علم میں ہے کہ آج کل ساری دنیا میں انقلاب ہو رہا ہے عنقریب تمام عالم کی تاریخ میں حیرت انگیز اضافہ اور اکثر ممالک کے جغرافیہ میں عظیم المناک تبدیلیاں ہونگی۔ رامپور بھی دور انقلاب سے گزر رہا ہے، ہمارے فرمان روا خود انقلاب میں پیش قدمی فرما رہے ہیں۔ اہل رامپور اپنی دانائی یا نادانی کا ثبوت دیں گے۔ اُن کے سامنے یہ مسئلہ فیصلہ طلب ہے کہ آیا ہر دوسرے تیسرے سال شور و شغب کر کے وہ غیروں کو ہنسے اور اپنوں کو ڈرے کا موقع دیا کریں۔ یا اپنے وطن کی حقیقی ترقی اور اپنے خاندانوں کی سچی خوشحالی کی فکر کریں۔ نواب صاحب بہادر کو جو توجہ اپنی رعایا کی فلاح اور ریاست کے عروج کے متعلق ہے وہ ہر فرمان روا کو نہیں ہوا کرتی۔ جس رفتار سے رام پور ترقی کر رہا ہے وہ قدر افزائی کے قابل ہے ایسی حالت میں سرکار کی ہمنوائی و ہمخیا لی سے ترقی کی رفتار تیز ہو سکتی ہو یا مخالفت و خصامت سے؟ رامپور میں دو محاذ قائم کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ راعی و رعایا کی یکدلی و یکجہتی سے رامپور کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ مواقع سے صحیح کام لینا اور آل اندیشی کو جذبات و فتنے سے مغلوب نہ ہونے دینا عقیل و فہیم لوگوں کا دستور ہے۔ رام پور کے بعض نادان دستوں کو اپنی روش میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور عوام کو صحیح

نرا وہ نگاہ سے حالات حاضرہ دیکھنے اور غور کرنے کی حاجت ہے۔
 خدا وہ دن لائے کہ رامپور میں رعایا و حکومت کے درمیان
 بے اعتمادی کا نشان بھی باقی نہ رہے اور اہل رامپور اپنے فرمان روا
 کے جذبات و اعمال کی پوری قدر کریں اور اتحاد عمل کے ساتھ رامپور
 کی علمی و اقتصادی و تمدنی ترقی میں سبکیاں مصروف کار رہیں

اور

رامپور کا مستقبل درختاں و تاباں ہو
 ملین

ضمیمہ نمبر (۱)

فہرست اشخاص بیرونی جنہوں نے ریاست رام پور میں
خدمات ممتاز انجام دیں
جسکو مولوی محمد ضیاء الحق صاحب پشتر حبس راہائی کورٹ
رام پور نے براہ کرم مرتب فرمایا

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی محمد سعادت اللہ صاحب بخشی الممالک	بدایوں	افسر افواج و مدار الملہام	نواب علی محمد خاں صاحب بہادر
قلندر خاں صاحب	پہلی بھیت	افسر فوج و دیگر خدمات سول	نواب فیض اللہ خاں صاحب بہادر
مولوی غلام جیلانی صاحب	افغانستان بعدہ دہلی	متعدد سول عہدے	نواب فیض اللہ خاں صاحب بہادر
بخشی سردار خاں صاحب	کابل	رسالہ دار فوج	نواب علی محمد خاں

نام	وطن	عہدہ	عہد
حیدر خاں صاحب	کابل	رسالہ ارفوج	صاحب بہا در نواب علی محمد خاں
مولانا غلام جیلانی صاحب	پہلی بھیت	افسر اعلیٰ مدرسہ عالیہ	صاحب بہا در نواب فیض اللہ خاں صاحب بہا در و نواب علی محمد خاں صاحب بہا در
قاضی غلام رسول صاحب	خلع بریلی	قاضی القضاات	نواب فیض اللہ خاں صاحب بہا در
مولوی عبدالعلی صاحب	فرنگی محل	افسر اعلیٰ تعلیمات	نواب فیض اللہ خاں صاحب بہا در
محسّر العلوم	لکھنؤ		صاحب بہا در
ملا حسن صاحب مصنف	فرنگی محل	مدرس	نواب فیض اللہ خاں
کتاب ملا حسن	لکھنؤ	مدرسہ عالیہ	صاحب بہا در
مولوی فضل حق صاحب	خیر آباد	حاکم صدر مرافضہ	نواب محمد سعید خاں
مولوی سید حیدر علی صاحب	رائے بریلی	طیب ذی خاص	صاحب بہا در نواب احمد علی خاں

نام	وطن	عہدہ	عہد
حکیم کفایت اللہ صاحب	امروہہ	طیب ہرکاری	صاحب بہادر نواب احمد علی خاں
سید شاہ محمد صاحب	آنولہ	رسالدار	صاحب بہادر نواب احمد علی خاں صاحب بہادر و نواب محمد علی خاں صاحب بہادر و نواب غلام محمد
سید اکبر شاہ صاحب	آنولہ	نائب رسالدار	خاں صاحب بہادر نواب محمد علی خاں صاحب بہادر و نواب غلام محمد خاں صاحب بہادر
سید پایندہ شاہ صاحب	آنولہ	دفعدار	ایضاً
فتح خاں خانساناں	اقغانستان	افسر فوج	نواب علی محمد خاں بہادر
مفتی سعد اللہ صاحب	مراد آباد	حاکم مراۃ و افسر اعلیٰ تعلیمات	نواب یوسف علی خاں بہادر و نواب کلب علی

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
شیخ وجہیم الزماں خاں صاحب	اودھ	وکیل مابین ریاست دوسرکار انگریزی	خاں صاحب بہادر نواب یوسف علی خاں بہادر و نواب کلب علی خاں بہادر
حکیم سعادت علی خاں صاحب	آنولہ	حاکم مال و فسر فرج مدار المہام	ایضاً
میر قربان علی صاحب بہادر سین	مراد آباد لکھنؤ	تحصیلدار منصرم ارباب نشاط	نواب محمد سعید خاں صاحب نواب یوسف علی خاں بہادر
میاں مقیم صاحب منشی و حوکیل سنگھ صاحب	شاہجہانپور "	کوٹوال شہر حاکم اعلیٰ صیغہ مال مدار المہام	نواب احمد علی خاں صاحب ایضاً
منشی نہال الدین صاحب	بریلی	دروغہ پرمٹ	نواب یوسف علی خاں بہادر و نواب کلب علی خاں صاحب بہادر

نام	وطن	عمره	عمر
مفتی شرف الدین صاحب	پنجاب	حاکم مراٹھہ	نواب یوسف علی خاں بہادر نواب کلب علی خاں بہادر
مولوی ظہور الحق صاحب	پنجاب	مفتی دیوانی	نواب یوسف علی خاں بہادر
غلام محمد خاں صاحب	سر دہندہ	جنرل فوج	ایضاً
دین محمد خاں صاحب	”	”	نواب یوسف علی خاں صاحب نواب کلب علی خاں صاحب بہادر
ملا غفران صاحب	افغانستان	مفتی	نواب احمد علی خاں صاحب بہادر و نواب احمد سعید خاں صاحب بہادر
شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی	خیر آباد	ڈائریکٹر تعلیمات شرقی	نواب خلد آشتیاں
مولوی سدید الدین صاحب	دہلی	حاکم مراٹھہ و افسر اعلیٰ تعلیمات	نواب خلد آشتیاں
حکیم علی حسین خاں صاحب	لکھنؤ	جلیب شاہی	نواب خلد آشتیاں

نام	وطن	عہدہ	عہد
حکیم ابراہیم خاں صاحب	لکھنؤ	طیب شاہی	نواب خلد آشتیاں
حکیم محمد حسن صاحب	"	طیب شفاخانہ	"
حکیم حسن رضا خاں صاحب	"	"	"
حکیم محمد مہدی صاحب	"	"	"
حکیم عبدالعلی صاحب	"	"	"
حکیم کریم علی صاحب	امروہہ	طیب شاہی	"
حکیم حکمت اللہ صاحب	"	"	"
منشی اسد علی خاں صاحب	پکوری تملہ	سب انسپکریوٹس	نواب عرش آشتیاں
شیخ فرید الزماں خاں صاحب	لکھنؤ	تحصیلدار	نواب خلد آشتیاں
			نواب عرش آشتیاں
			نواب جنت مکان
حکیم اختر علی خاں صاحب	آنولہ	رسالدار بادگیر	نواب خلد آشتیاں
ڈاکٹر شاما چند صاحب	کلکتہ	ڈاکٹر صہ ہسپتال	"
مولوی ثناء الدین صاحب	کاکوری	مفتی دیوانی	"
مولوی عبدالواجد صاحب	لکھنؤ	"	"

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
منشی امیر احمد صاحب بنیالی	لکھنؤ	منشی دیوانی و مصاحب خاص و اوتاد حضور پرنو	نواب خلد آشتیاں
منشی طالب حسن صاحب	"	منشی دیوانی و رجسٹر ارا صدر	"
منشی مظفر علی خاں صاحب	"	شاعر	"
منشی عبدالقادر خاں صاحب	دھوبان ضلع پیشاور	منشی دیوانی	نواب خلد آشتیاں و نواب عرش آشتیاں و نواب جنت مکان
مولوی محمد گل خاں صاحب	کابل	تحصیل دار حضور	عہدہ ہمایوں موجودہ و نواب خلد آشتیاں -
ملا حسن صاحب	کابل	مدرسہ عالیہ	نواب خلد آشتیاں
مولوی سیف الدین صاحب	"	"	"
مولوی سید محمد صاحب	"	"	"
میر قربان علی صاحب	مراد آباد	تحصیلدار	نواب جنت آرام گاہ

نام	وطن	عہد	عہد
میر مہربان علی صاحب	مراد آباد	سپرنٹنڈنٹ پولیس	نواب خلد آشتیاں و عرش آشتیاں و جنت مکان
میر حسن رضا صاحب	بریلی	تخصیلا در ملک	نواب خلد آشتیاں
جان صاحب	لکھنؤ	شاعر ریختی	نواب خلد آشتیاں
امبا پرشاد صاحب	”	داستان گو	”
آغا محمد حسین صاحب	”	مصاحب خاص	”
بلنہ خاں صاحب	”	رسالہ دار	”
حافظ مشتاق صاحب	دہلی	اردلی خاص	”
تھو علی خاں صاحب	لکھنؤ	قاری و مدرس	”
مولوی مسیح الدین صاحب	دہلی	اعلیٰ مدرسہ غوثیہ	”
بابو منگل سین بے درہ	دہلی	مُصَوِّر	”
		نقشہ کش	”

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
نور الاسلام صاحب	لکھنؤ	مصور	نواب خلد آشتیاں
مولوی شمس الاسلام صاحب	بدایوں	قاضی	”
مولوی ظہور الاسلام صاحب	”	تحصیلدار ملک	نواب عرش آشتیاں
مولوی ریاض الاسلام صاحب	”	تحصیلدار شاہ آباد	نواب جنت مکان -
منشی عبدالرحیم صاحب	دہلی	بخشی فوج	نواب خلد آشتیاں
خانساں علی بخش خاں	بخیب آباد	تحصیلدار حضور	نواب فردوس مکان
خانساں وزیر علی خاں	و مراد آباد	تحصیل	نواب خلد آشتیاں
میر مجاور علی صاحب	لکھنؤ	مصاحب خاص	نواب خلد آشتیاں
سید میرن جان صاحب	”	”	”
منشی احمد حسن خاں صاحب	”	مضاویہ سرار صد	”
عروج			

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی امیر اللہ صاحب	لکھنؤ	مصاحب و شاعر	نواب خلد آشتیاں
نواب مرزا خاں صاحب	دہلی	مہتمم اعظمی و شاعر	"
جلال صاحب	لکھنؤ	شاعر	"
قلق صاحب	"	"	"
مخزن الدولہ صاحب	"	مصاحب	"
منفتح الدولہ صاحب	"	"	"
آغا سبخر صاحب	شیراز	شاعر	نواب خلد آشتیاں و نواب جنت مکان
میر عطا حسین صاحب	لکھنؤ	خوشنویس شکست	نواب خلد آشتیاں
میر عیوض علی صاحب	"	خوشنویس منتعلیق	"
آغا بہار الدولہ صاحب	"	مصاحب	"
اوستاد فضل حسین	بریلی	پہلوان	"
خاں صاحب			

نام	وطن	عہدہ	عہد
میاں میقم صاحب	شاہچمان پور	کوٹوال	نواب احمد علی خاں صاحب بہادر
خان بہادر اللہ داد خاں صاحب	بریلی	جنرل فوج	نواب خاں آشاں
حکیم محمد اجمل خاں صاحب ڈاکٹر ڈسائی صاحب	دہلی مدرا اس	طیب خاص ڈاکٹر	نواب حنبت مکان "
مولوی فرخی صاحب	جہانگیر آباد	اوتاد حضور پرنو	"
صاحب زادہ عبد المجید خاں صاحب	نجیب آباد	ریونیو سکریٹری	"
بابو شامان چرن صاحب گھوش	بنگالی	اسٹنٹ انجینئر	"
منشی واحد علی خاں صاحب	ادوہ	نائب منشی	"
منشی شید اعلیٰ خاں صاحب	مراد آباد	پشیکار چیت سکریٹری	"
منشی راج بہادر صاحب	بریلی	دیوان صدر	"
بابو شام بہادر صاحب	"	نائب دیوان صدر	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
پنڈرت ڈوری لال صاحب	بریلی	بخشی فوج	نواب خبیت مکان
سید علی منظر صاحب	مرثیہ یا امرت	تحصیلدار	"
منشی منظر قیوم صاحب	مراد آبادی	نائب تحصیلدار	"
منشی سید رضا علی صاحب	کاکوری	پتشیکار ریونیو ممبر	"
		صاحب بہادر	"
بابورام پرشاد صاحب	بریلی	ہیڈ کلرک سکریٹریٹ	"
منشی جناب بہادر صاحب	"	انسپکٹر آبکاری	"
کرشن بہادر سری و استو	بہار	ہیڈ اکاؤنٹ	"
منشی قدرت اللہ صاحب	فخ آبادی	صیغہ شکر سازی	"
خان بہادر سید افسر حسین صاحب	الہ آباد	چیف مجسٹریٹ	"
منشی احمد حسن صاحب	کرت پور	"	"
مولوی سید علی رضا صاحب	سرسی	منصرم کارخانجات	"
مولوی سید حمید حسین صاحب	ایضاً	ایضاً	"
مولوی محمد نبی صاحب	بریلی	مجسٹریٹ	"
مولوی وسیم الدین	کاکوری	رجسٹرار صہ	"

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
بابو کیشو لال صاحب	اطراف مدراس	اسسٹنٹ مین	نواب جنت مکان
بابو جگن ناتھ صاحب	بریلی	"	"
مولوی سید تقی حسین صاحب	ضلع بجنور	منصرم و مصاب	"
مولوی سید عبدالعزیز صاحب	ضلع	اوتاد حضور پرنو	"
مولوی محمد طیب صاحب	سہارنپور	و مدرس عالم	"
مولوی طفرباب صاحب	افریقی	مدرس ادب	"
مولوی سید محمد صاحب	سادات بارہ	معلم	"
مولوی امجد حسین صاحب	لکھنؤ	معلم اتالیق حضور پرنو	"
منشی امراد سنگھ صاحب	مراد آبادی	ہیڈ ماسٹر	"
مولوی محمد نصیر صاحب	بریلی	سکنڈ ماسٹر	"
مولوی انصار حسین صاحب	بچھڑاؤں	مدرس یاضی	"
منشی کشن گوپال صاحب	کندر کی	عالم دین	"
مولوی مظفر علی خان صاحب	"	تھرڈ ماسٹر	"
مسٹر ایف۔ اے۔ صاحب	مراد آباد	اوتاد حضور پرنو	"
گرا من صاحب	یورپین	موٹر انجینئر	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
سید مہدی حسن صاحب	بارہ سادات	سب انسپکٹر	نواب جنت مکان
منشی سید سعادت علی خاں	"	"	"
منشی شمسود دیاں	بریلی	"	"
مولوی معشوق علی خاں	ضلع سیتاپور	منصرم باغات	"
سید غلام شبیر صاحب	الہ آباد	منصرم کارخانہ جٹا	"
		وفیل خانہ	
آغا لطف علی صاحب	ایران	منصرم نیلام	"
سید آل حسن صاحب	امروہہ	منصرم امام بارگاہ	"
ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب		ڈاکٹر ذوات خاص	"
سید محمود حسن صاحب	بارہ سادات	مہتمم بندوبست	"
پروفیسر احمد حسین صاحب		مصاحب	"
سید محمد صاحب خلف	امروہہ	"	"
سید نجم الحسن صاحب			
مجتہد العصر			
سید محمد باقر صاحب	مراد آباد	سپرٹنڈنٹ پرنسپل اخبار	"

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
صاحبزادہ عبدالکبیر	ٹونگ	مصاحب	نواب خست مکان
خاں صاحب			
مرزا آغا جان صاحب	لکھنؤ	مصاحب	"
مولوی سلیم الزماں خان صاحب	"	"	"
سید حسین صاحب	"	چوسراباز	"
محمد حسین صاحب	دہلی	مصاحب	"
صاحبزادہ نواب	باندہ	"	"
زماں خاں صاحب			
سید غلام علی صاحب	غالباً لکھنؤ	"	"
سید باقر علی صاحب	"	"	"
مرزا محمد طاہر صاحب	لکھنؤ	مرثیہ خواں	"
سید سجاد حسین صاحب	"	"	"
سید ولایت حسین صاحب	"	نثار	"
مرزا عبدالحمید صاحب	"	مرثیہ خواں	"
میر حسن علی صاحب	"	نثار	"

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
بابو	لاہور	اسٹنٹ انجینئر	نواب جنت مکان
منشی شبیر حسین صاحب		اسٹنٹ انجینئر	"
		بیرونیجات	"
بابو نراین داس صاحب		بیرونیجات	"
منشی عبدالحق صاحب		اورسیر	"
شاہ شکر اللہ صاحب	بریلی	اورسیر	"
بابو دی این ملک صاحب		انکڑک انجینئر	"
مسٹر دانش صاحب		انجینئر واروکر	"
منشی دوار کا پرشاد صاحب		سب انجینئر	"
عبدالحمید صاحب	الہ آباد	سب اورسیر	"
		صیغہ اشتہار	"
مسٹر ولسن صاحب		ہیڈ ماسٹر	"
میکش صاحب	نینی تال	کمپنی کمانڈر	"
شیام لال صاحب	"	جمعدار	"
صاحب زادہ سر	نجیب آباد	چیف سکریٹری	"
عبدالصمد خاں بہادر			

نام	وطن	عہد	عہدہ
مولوی سید مقبول احمد صاحب	ضلع دہلی	میر پور ڈاؤن	نواب جنت مکان
قاضی سلیم الحق صاحب	اطراف دہلی	آڈٹ	"
منشی احمد علی صاحب	اودھ	تحصیل راجستاندھ	"
شوق برادر منشی		مصاحب	"
وہد علی صاحب			
سید امیر حسن صاحب	بارہ سادات	مصاحب	"
مسز ایف		لیڈی ڈاکٹر	"
مولوی ظہور حسن صاحب	بارہ سادات	ڈاکٹر انجینئرنگ	"
نواب اسحاق خاں صاحب	جہانگیر آباد	مدار المہام	"
ڈپٹی علی حسین صاحب	اطراف کرتوہ	ریونیوس کرپری	"
نواب محمد علی خاں صاحب	جہانگیر آباد	ریونیوس کرپری	"
برادر نواب اسحاق صاحب			
خان بہادر مولوی زین العابدین	محلی شہر	جوڈیشل سکریٹری	"
صاحب جعفری زینی			

نام	وطن	عهد	عمر
مولوی عبدالغفور صاحب	ضلع میرٹھ	مدار الہام	نواب جنت مکان
منشی امیر حسین صاحب	"	اسٹنٹ	"
		مبشریٹ درجہ اول	
منشی منصب علی صاحب	"	تحصیل ارحضر	"
		تحصیل	
مولوی محمد نبی صاحب	بریلی	اسٹنٹ مجسٹریٹ	"
		درجہ اول	
منشی تصدق حسین صاحب	"	مہتمم بندوبست	"
آغا محمد حسین صاحب	لکھنؤ	اسٹنٹ	"
		مدار الہام	
سید تصدق حسین صاحب	الہ آباد	سب انسپکٹر پولیس	"
زیدی صاحب	بارہ سادات	سپرنٹنڈنٹ پولیس	"
مولوی ابن صاحب	لکھنؤ	مدرس مدر عالیہ	"
مولوی صاحب	"	مصاحب و مہتمم	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
حافظ اسرائیل صاحب	امروہوی	مقبرہ جناب عالیہ منصرم مقبرہ جناب عالیہ	نواب جنت مکان۔
منشی الدین	بریلوی	بخشی فوج	"
حکیم مصطفیٰ حسین صاحب	ضلع بخنور	متعلق ذات خاصہ	"
سید محمود حسن صاحب	بارہ سادات	ہتتم بندوبست	"
مولوی محمد بنی صاحب	بریلی	اسسٹنٹ مجسٹریٹ	"
مرزا کاظم حسین صاحب	بنارس	درجہ اول افسر اعلیٰ صیغہ دیوانہ	"
مسٹر فلپ صاحب بہادر	یورپین	د فوجداری ڈاکٹر تعلیم داؤد	"
فلپ صاحب بہادر	"	حضور پر نور کپتان فوج	"
شمس العلماء مولوی عبدالحق	خیر آباد	ڈاکٹر تعلیمات شریعہ	عہد نواب جنت مکان
صاحب خیر آبادی	"	و مفتی صدر مرافعہ	نواب غلام آشتیاں
		مرافعہ	

نام	وطن	عہدہ	عہد
حکیم احمد رضا خاں صاحب	لکھنؤ	منصرم صدر شفا خان	عہد نواب جنت مکان
حکیم حسین رضا خاں صاحب	”	یونانی طبیب ڈپوڑ صاحب	نواب خلد آشیاں
مولوی حفیظ اللہ صاحب	”	مدرس علی بدر عالیہ	”
مولوی حفیظ اللہ صاحب	جاوہرہ	منصرم عدالت حجتی	”
منشی غلام رسول صاحب	علیگرہ	پیشکار رجڈیشلی	”
منشی داؤد علی صاحب	اودھ	نائب میرمنشی	نواب جنت مکان
منشی محمود علی صاحب	لکھنؤ	پیشکار رجڈیشلی	”
مولوی سراج احمد صاحب	بچھر اوں	پیشکار مدارالمہامی	”
سید و احد علی صاحب	علیگرہ	نائب تحصیلدار	”
		وقانون گوئے و سرشتہ دار	
		فوجداری۔	
مولوی مشتوق علی صاحب	ضلع تیناپو	منصرم کازخات	”
منشی تصدق حسین صاحب	ضلع کانپو	قانون گو ملک	”

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی سید تصدق حسین صاحب	نجیب آباد	اور سیر	نواب جنت مکان
سید عطاء حسین صاحب	سہارنپور	"	"
منشی نجم اللہ صاحب	بجنور	مہتمم انہار	"
ڈاکٹر رشید الدین صاحب	قادیان	سول سرجن	"
قادیانی			
ڈاکٹر بی فوٹ صاحب بہادر	یورپین	سول سرجن	"
سید فدا حسین صاحب	مرسہ	اور سیر	"
مولوی علی رضا صاحب	لکھنؤ	مہتمم باورچی خانہ وپاندان خانہ وغیرہ	"
حکیم اثر حسین صاحب	مراد آباد	طیب	"
منشی عبدالقادر صاحب	دسوال ضلع	منفی دیوانی	نواب جنت مکان و
	پشاور		نواب خالد آشتیاں
مولوی محمد اصغر صاحب	ضلع لکھنؤ	نچ مرا فہ یعنی سول وسٹن نچ	نواب جنت مکان
قاضی علاء الدین صاحب	سکذره	پیشکار	"

نام	وطن	عہدہ	عہد
منشی یسین خاں صاحب	پورب	فوجداری پشیکار عدالت بیج	نواب حجت مکان
منشی سید احمد حسین صاحب	ضلع ستیا پور	پشیکار سرٹشہ تعزیم	"
منشی سید ممتاز علی صاحب	علی گڑھ	پشیکار صدر خیر پور	نواب عرش اشیاں وحجت مکان
منشی سید اشفاق صاحب	"	پولیس انسپکٹر حلقہ	نواب حجت مکان
سید نصیر الحسن صاحب	"	ہیڈ ماسٹر اسکول	"
محمد افضل خاں صاحب	جاوہرہ	کمانیر فوج بہتم شکار	"
محمد سعید خاں صاحب	"	جمعہ رفوج یا رسالہ دار	"
مولوی اکرام عالم صاحب	بدایونی	سکنڈ ماسٹر	"
مسٹر پرانند ایم اے	لکھنؤ	ہیڈ ماسٹر	"
مولوی اسد الحق صاحب	خیر آباد	مدرس اول	"

نام	وطن	عہدہ	عہدہ
مولوی فخر الدین صاحب	پنجاب	مدرسہ عالیہ	نواب جنت مکان
مولوی ابوسفیان صاحب	پوربی	مدرسہ عالیہ	نواب جنت مکان و
مولوی فرید الزماں خاں صاحب	لکھنؤ	مدرسہ عالیہ	نواب عرش ہشتیاں و
شیخ حمید الزماں خاں صاحب	،	تحقیق مدرسہ	نواب خلد آشتیاں -
اوشاد وزیر خاں صاحب	لمبی	رجسٹر اصدور	نواب جنت مکان بہادر
محمد حسین خاں صاحب	لکھنؤ	مہتمم ار باب نشاط واوشاد حضور پرنو	،
		مصاحب	،

ضمیمہ نمبر ۲

فہرست ملازمانِ شیعہ

سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۱	مشریفہ ظفر علی صاحب	پرائیویٹ سکرپٹری	۷۵	سلطان پور	ح	س
۲	محمد ریاض الحسن صاحب	انسپیکٹر	۷۵	ضلع مظفرنگر	س	س
۳	محمد ادریس صاحب	سب انسپیکٹر	۷۵	کنڈرکی	س	س
۴	محمد علی بیگ صاحب	کانسٹبل	۷۵	رامپور	س	س
۵	ناظر الحسن صاحب	اسٹنٹ	۷۵	امروہہ	س	س
۶	ناظم حسین	کورٹ انسپیکٹر	۷۵	کنڈرکی	س	س
۷	یاور حسین	ہیڈ کانسٹبل	۷۵	رامپور	س	س
۸	مسلم حسین	ہانگ	۷۵	ضلع مظفرنگر	ح	س

سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۹	زوار حسین	ہائیک	موسیٰ	منظر نگر	ح	
۱۰	فضل حسین	"	موسیٰ	رامپور		س
۱۱	منظر حسین	کانٹنٹس	للعیہ	"		س
۱۲	شبیر حسین	ہیڈ کانٹنٹس	عمہ	اور		س
۱۳	سجاد حسین	"	للعیہ	رامپور		س
۱۴	محمد تفضل	کانٹنٹس	موسیٰ	امروہہ	ح	
۱۵	مولوی سید ذوالفقار حسین صاحب	مہتمم تالیفات	موسیٰ	ضلع منظر نگر		س
۱۶	محمد سر ایل صاحب	حافظ کتب خانہ	عمہ	امروہہ		س
۱۷	محمد حسین	خوشنویس	للعیہ	رامپور		س
۱۸	محمد باقر	"	موسیٰ	"		س
۱۹	ہدی مرزا	"	موسیٰ	"		س
۲۰	محمد جعفر	کاتب	عمہ	"		س
۲۱	ساجد نذر	ورق گرداں	موسیٰ	امروہہ		س
۲۲	احمد علی بیگ	"	موسیٰ	رامپور		س

ردیف	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۲۳	کاظم حسین	ماسٹر	۱۷۰	ضلع مراد آباد		س
۲۴	وزیر احمد	"	۱۷۰	میرٹھ		س
۲۵	نصرت حسین	"	۱۷۰	پٹنہ		س
۲۶	خلیف احمد	"	۱۷۰	منظر گڑھ	ح	
۲۷	سید محمد	"	۱۷۰	کندر کی	ح	
۲۸	محمد حسن	روزنامہ نویس	۱۷۰			س
۲۹	عنایت علی خاں	الائمنٹ کلرک	۱۷۰	رامپور		
۳۰	مولوی بسیر محمد اہل	پروفیسر عربی	۱۷۰	ضلع غازی پور		س
	صاحب					
۳۱	فرخ مرزا صاحب	درس منشی دوم	۱۷۰			س
۳۲	سفرار حسین صاحب	ہیڈ ماسٹر	۱۷۰	اگرہ		س
۳۳	عینم حسین	اسٹنٹ ماسٹر	۱۷۰	ضلع بنوں		س
۳۴	سید محمد	ایضاً	۱۷۰	رامپور		س
۳۵	نادر حسین	واٹر مین	۱۷۰	لکھنؤ		س
۳۶	رضا حسین	ٹیلیفون	۱۷۰	رامپور	ح	

سابق	حال	وطن	تنخواد	عہدہ	نام	نمبر
س		ضلع مظفرنگر	۱۰۰	ماسٹر	مبارک حسین	۳۷
س		امروہہ	۱۰۰	کلرک	محمد نقی	۳۸
س	ح	لاکھنؤ	۱۰۰	جمعدار	وقار حسین	۳۹
س		ضلع ہری دوی	۱۰۰	ناظر	عزیز الحسن	۴۰
	ح	سیتاپور	۱۰۰	ضلعدار	محمد حیدر قاضی	۴۱
	ح	ضلع مظفرنگر	۱۰۰	"	رضا حسن	۴۲
س		راپور	۱۰۰	سپاہی	غنی حیدر	۴۳
س		کنڈرکی	۱۰۰	حوالدار بٹالیں	علی صغیر	۴۴
		ضلع	۱۰۰	لیسن ناگ سنگل	محمد سبطین	۴۵
	ح	بہارنپور	۱۰۰			
	ح	راپور	۱۰۰	سپاہی سنگل	ممتاز حسین	۴۶
	ح		۱۰۰	"	اسد رضا	۴۷
	ح	راپور	۱۰۰	"	عنبر حسین	۴۸

سابق	حال	وطن	تنخواہ	عہدہ	نام	نمبر
	ح	راپور	۵۷۵	سپاہی	خیرات علی	۴۹
	ح	"	۵۷۵	"	وارث علی	۵۰
س		"	۵۷۵	"	فرحت حسین	۵۱
	ح	ضلع مظفرنگر	۵۷۵	"	حامد حسن	۵۲
س ساکن قدیم امروہہ		راپور	۵۷۵	حوالدار	نواب احسن	۵۳
	ح	ضلع مظفرنگر	۵۷۵	سپاہی	جعفر حسین	۵۴
	ح	ضلع بہاولپور	۵۷۵	لیس نانک	محمد احسن	۵۵
	ح	راپور	۵۷۵	سپاہی	الطاف حسن	۵۶
	ح	"	۵۷۵	"	حامد عباس	۵۷
س		"	۵۷۵	"	اصغر علی بیگ	۵۸
	ح	"	۵۷۵	لیس نانک	مرتضیٰ علی	۵۹
	ح	لکھنؤ	۵۷۵	سپاہی	محمد رفیع	۶۰

سابق	حال	وطن	تتخواہ	ہمدہ	نام	نمبر
	ح	رامپور	مکے	کانشیل	ابن حسن	۶۱
	ح	"	للعے	"	سبط حسن	۶۲
	ح	"	للعے	"	دلدار حسن	۶۳
س		تخصیل	مکے	"	حامد علی	۶۴
	ح	شاہ آباد	مکے	نائب	ذاکر حسین	۶۵
س		رامپور	مکے	کانشیل	ہادی علی	۶۶
	ح	ضلع	للعے	کلرک	حسن امیر	۶۷
		منظرنگر				
س		رامپور			سید جان	۶۸
س		"			سید ار حسین	۶۹
س		"	عہ	لوک مین	لیاقت علی	۷۰
	ح	"	مالہ	اسٹنٹ	میجر آغا خاں صاحب	۷۱
				طرطی سکریٹری		
س		امروہہ	ساف	اسٹاف سرجن	استیاز حسین	۷۲

سلسلہ	نام	عہدہ	انتخاب	وطن	حال	سابق
۷۳	بیچوب علی	کمپانڈر	لے	رامپور		س
۷۴	عسکری حسین	"	لے	"	ح	
۷۵	محمد صالح رضوی	میڈیکل افسر	لے	دھولپور	ح	
۷۶	منظر عباس	سب اسٹنٹ	لے	ضلع مظفرنگر	ح	
۷۷	منشی ظل اکبر	سرجن	لے	"		س
۷۸	شرافت حسین	محرم وردی	لے	رامپور		س
۷۹	ظہور حسین		لے	"		س
۸۰	عالی مرتبت مسٹر سید بشیر حسین زیدی صاحب ہمار	چیف منسٹر	لے	ضلع مظفرنگر	ح	
۸۱	سید آغا ابرہیم صاحب	مشکار	لے	"		س
۸۲	سید زاہد حسین	اکاؤنٹنٹ	لے	"		س
۸۳	فرزند حسن	ارولی	لے	رامپور		س

سابق	حال	وطن	تنخواہ	عہدہ	نام	نمبر
س		راپور	لے	اردلی	مشیر الحسن	۸۳
س		"	لے	رپورٹر	فلورسن	۸۵
س		ضلع مظفرنگر	لے	پیشکار	منشی سید علی عباس	۸۶
س		راپور	لے	انگلش کلرک	محمد شبیر صاحب	۸۷
س		"	لے	داروغہ	داروغہ کلن صاحب	۸۸
س		ضلع مراد آباد	لے	مدرس اول	گوثر حسین	۸۹
	ح	کندری	لے	انگلش ٹیچر	نختار حسین	۹۰
س		ضلع بجنور	لے	مدرس	محمد مرتضیٰ	۹۱
س		راپور	لے	"	مرزا عباس علی	۹۲
س		کندری	لے	"	احمد حسین	۹۳
س		ضلع مظفرنگر	لے	"	تغیثم حسین	۹۴
س			لے	نائب مدرس	محمد ہاشم	۹۵

سابق	نام	عہدہ	انتخاب	وطن	حال
س	ایوب حسن	مدرس	۱۷۷۵ء	ضلع مظفرنگر	
س	سید محمد حسین	"	۱۷۷۵ء	ضلع مظفرنگر	
س	تقی مرزا صاحب	سب اور سیر	۱۷۷۵ء	رامپور	
س	آل حسن صاحب	تخصیلا دار	۱۷۷۵ء	ضلع مظفرنگر	
س	ہاشم رضا صاحب	نائب تخصیلا دار		ضلع مظفرنگر	ح
س	شاہد حسین	گردا و زقا نو نگو		ضلع مظفرنگر	
س	محمد تقی	ضلع دار تحصیل ملک	۱۷۷۵ء	نگریا سادات	ح
	زوار حسین عیوض	ضلع دار			ح
	اخیار حسین	محرر خام			ح

سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۱۰۶	غابد علی	معاون محرر مال				س
۱۰۷	اعجاز حسین	محرر پونڈ			ح	
۱۰۸	مرزا یوسف حسین			راپور		س
۱۰۹	فضیح الحسن	چیرا سی تحصیل	سہ	"		س
		ملک				
۱۱۰	مولوی سید اولاد حسین صاحب	افسر امور خیر	۱۵۰	لکھنؤ		س
۱۱۱	محمد حسین عرف منجھو صاحب	سوز خوان	۱۵	"	ح	
۱۱۲	دلایت حسین صاحب	نثار	۱۷۵	"		س
۱۱۳	سید احمد حسین	سوز خاں	۱۷۵	"		س
۱۱۴	غور شید مرزا	"	۱۷۵	راپور		س
۱۱۵	فرخ حسین	نائب منصرم	۱۷۵	"		س
		امام باڑہ				
۱۱۶	سید نذیر احمد صاحب	نائب منصرم		"	ح	

نمبر سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	وطن	حال	سابق
۱۱۷	کفایت حسین	محافظ گویا	۷	راپور	ح	س
۱۱۸	شبر علی	"	۷	"		
۱۱۹	امیر حسن	فرمانش	۷	سنبھل		س
۱۲۰	چٹن مرزا	ماتمی	۷	راپور		س
۱۲۱	کلن مرزا	"	۷	"		س
۱۲۲	محمّد حسین	"	۷	"		س
۱۲۳	ضمیر حسین	"	۷	"		س
۱۲۴	بہادر حسین	"	۷	"		س
۱۲۵	یوسف حسین	"	۷	"		س
۱۲۶	واحد حسین	"	۷	"		س
۱۲۷	فدیر علی	"	۷	"		س
۱۲۸	مرداوارث علی	متولی	۱۵	"		س
۱۲۹	نثار حسین	محرر	۱۵	"		س
لازمان عہد بقی		لازمان عہد حال				
۸۷		۴۲				

کتاب ہذا کے متعلق متعدد حضرات کی رائے

تقریباً کرنل نواب ڈاکٹر سر حافظ محمد احمد سعید جہاں صاحب

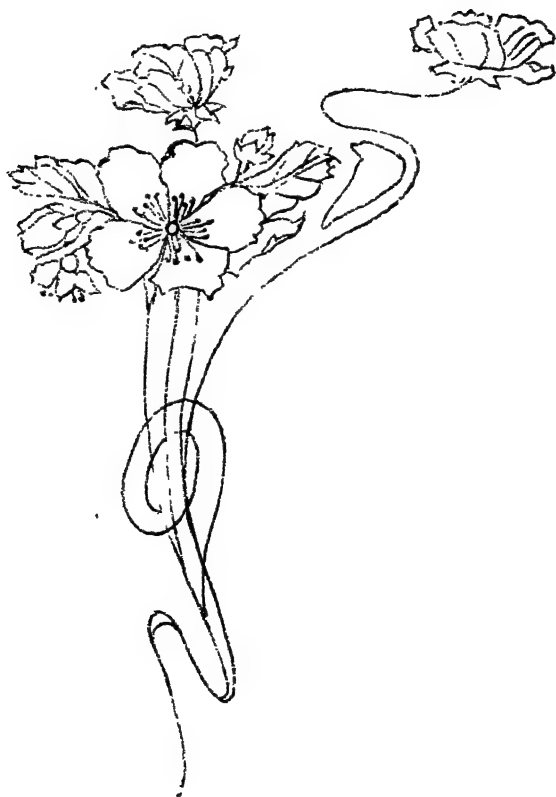
ایم بی ای - کے سی ای ای - کے سی ای ای - نواب آؤن چٹائی

سابق گورنر صوبہ متحدہ

”حقیقت رام پور“ مرتبہ مولوی اکرام عالم صاحب ایڈووکیٹ بریلی میڈیٹسٹ
گذری۔ یہ مختصر مگر جامع تالیف اپنی گونا گوں خصوصیات کے اعتبار سے اتنی ہی دلچسپ
جتنی مفید۔ مولوی صاحب موصوفت سخی مبارکباد ہیں کہ ادبوں نے ریاست رام پور کے
متعلق محنت اور کوشش کے بغیر یہ مجموعہ مرتب کیا اور ریاست کی اقتصادی اور ذہنی
ترقیوں کے متعلق عوام کو باخبر ہونے کا موقع دیا۔ دسی ریاستیں اس زمانہ میں بوجہ
مختلف قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو رہی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ رائق مولف نے
جو معلومات فراہم کی ہیں وہ پوری تحقیق اور جستجو کا نتیجہ ہوں گی اور ان سے رام پور
کے روشن خیال اور جو اس سال فرماں روا کی زیر قیادت اس دور میں دربار کی
فیاضیوں اور ریاست کی تعلیمی انتظامی اور اقتصادی حالت کے متعلق صحیح

واقفیت حاصل کرنے اور راعی اور رعایا کے درمیان خوشگوار تعلقات کے قیام
میں مدد ملے گی۔

(دستخط)



۳ ترجمہ تقریر ڈاکٹر سر جوہا لال پرشاد سری واستو

(ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی، لٹ۔ ماسٹ۔ سابق منسٹریونی گورنمنٹ و پریسیڈنٹ،
ہندو مہا سبھا۔ یو۔ پی۔ کان پور)

مسٹر محمد اکرام عالم نے پبلک پریز ۱۱ احسان کیا کہ ریاست رام پور کے متعلق
ایک ایسی کتاب مرتب کی جس میں ریاست کے اونیسی معاشری اور اقتصادی
ترقیات کا ذکر ہے جو موجودہ فرمانروا کے وسیع النظر و عدل گستر عہد میں ہوئی ہیں۔
بحیثیت ایک بیرونی شخص کے جس کو برٹش انڈیا کے انتظامات کا کچھ تجربہ ہے مجھ کو
ریاست کی مختلف تحریکیوں کے تنقیدی مطالعہ کا موقع ملا ہے اور مجھے نہایت
خوشگوار استعجاب ہوا کہ ریاست کے کسی محکمہ کا کام برٹش انڈیا کے کسی محکمہ سے
کم درجہ کا نہیں ہے۔ حقیقت میں ہر رام پوری کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ریاست
کی عدالتوں پر اوس سے زیادہ اعتماد ہے جتنا کہ قرب وجوار کے املاک یعنی بریلی و
مراد آباد کی عدالتوں پر وہاں کے باشندوں کو ہے۔ شکر ہے کہ ریاست کی مالی حالت
اون آئی۔ سی۔ ایس و زر اے مال کی توجہ سے جو انہوں نے مالیات کی دستی
کی طرف مبذول کی ہے نہایت استوار ہے اور ریاست کو اپنی تحویلات محفوظہ پر
بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے۔ فرمانروا کے نجی اخراجات کبھی بھی خزانہ ریاست میں
رخنہ انداز نہیں ہوتے اور جو ٹیکس عائد کئے جاتے ہیں وہ بھی قابل اعتراض صورت

نہیں رکھتے۔ جتنی امداد اور قیلم دونوں کو خزانہ عامرہ سے کافی امداد دی جاتی ہے۔
 اور ہزہائینس یا نقابہ کو براوس بات میں ذاتی دلچسپی ہے جو ان کی رعایا کی فلاح و
 بہبود سے متعلق ہو۔ رام پور خاص طور سے خوش قسمت ہے کہ اس کو ایسا فرمانروا
 ملا ہے جو اپنا پورا وقت ریاست میں رہ کر صرف کرتا ہے اور انتظامات کی تمام
 تفصیلات کی چھان بین کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جان گنتھرنے لکھا ہے کہ:-
 ”ریاستیں خود مختاری کے چمکدار گڑھے ہیں“ مجھے یقین ہے کہ ریاست رام پور
 اس الزام سے بری ہے۔ یہاں برٹش انڈیا کے اکثر حصوں سے زیادہ زبانی اور
 عملی آزادی حاصل ہے۔ اور ایک دفعہ بھی یہاں کے فرماں روا نے آئین و قانون
 کو پس پشت نہیں ڈالا۔ شورش انگیز اور گمراہ کن لوگ موجود ہیں اور ہوتے رہیں گے
 لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ وہ لوگ جو اس شورش کے پس پردہ کام کر رہے ہیں
 وہ ریاست رام پور کے باشندے نہیں ہیں اور نہ ان کو ریاست سے کوئی براہ راست
 تعلق ہے۔ اس کا رو باری اور صنعتی ترقی کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو اس
 ریاست نے موجودہ فرمانروا کی ترقی پسند پالیسی کے ماتحت گزشتہ دو سو برس
 میں کی ہے۔ ریاست میں شکر کے دوکانے کا رخانے کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں جو
 جدید ترین سامان سے مکمل ہیں۔ ان سے ریاست کی مالیات میں بھی اضافہ ہوتا ہے
 اور ان کا شکر کاروں کو بھی کافی فائدہ پہنچتا ہے جو گنے کی کاشت کرتے ہیں۔
 ایک مکمل کا رخانہ سوئی کپڑا بننے کا بھی عنقریب کھلنے کو ہے۔ اس سے روٹی کی،

کاشت کو خصوصاً ترقی ہوگی کیونکہ کپاس بھی ریاست کی بیش قیمت پیداوار ہے۔
 علاوہ بریں اس کا رخانہ کے ذریعہ سے دھنرے زیادہ مزدوروں کی پرورش
 ہوگی اور اس کی وجہ سے بیروزگاری دور کرنے میں بہت کچھ سہولت پیدا ہوگی۔
 بعض دوسرے کارخانے بھی زیر تعمیر یا زیر غور ہیں۔ چنانچہ میں یہہ کہنے کی جرأت کرتا
 ہوں کہ جب صنعتی ترقی کی یہہ اسلیم رام پور میں مکمل ہو جائے گی تو یہہ ریاست تمام
 ہندوستان کی نہایت خوش حال اور ترقی پذیر ریاستوں میں سے ایک ریاست ہوگی

(دستخط) جوالا پرنشاد سری وائستو

۱۴ مارچ ۱۹۴۶ء

دو حرفت از مسٹر محمد آصف علی۔ پیسٹر ایٹلا
ممبر سینیٹرل اسمبلی و ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا نیشنل کانگریس۔ دہلی

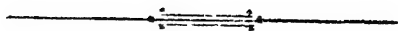
اکرام عالم صاحب نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود ریاست
رام پور کی تالیخ اور موجودہ حالات کو قلمبند کر کے اپنی ریاست دوستی کا ثبوت
دیا ہے اور جس محنت اور اخلاص سے انھوں نے ضروری مواد کو مرتب کیا ہے
وہ اُن کی تالیف کے ہر صفحہ پر موجود ہے۔ ریاست رام پور ہندوستان کی
خود مختاری کے آخر زمانہ کی یاد نگار ہے اور اس ریاست کا اس ہمسالہ باد
پر جسے ہندو اور مسلمان کے شمالی تمدن اور تہذیب پرناز ہے مختلف قسم کا
احسان ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کے میل سے پچھلے ہزار برس میں سر ہندو
لیکچر ٹپنہ عظیم آباد تک ایک خاص قسم اور ایک خاص ترکیب کے تمدن اور
تہذیب نے پرورش پائی۔ زبان، لباس، رہنے بہنے کے طریقے، زندگی
کے لوازم اور فنون لطیفہ کے فروغ نے ایک ہی راستہ سے سفر کیا اور ایک
خاص منزل تک پہنچے اور اس راستہ میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک
رہے پچھلے سو برس میں برطانوی حکومت نے اس ہزار سالہ تہذیب کے شمع دان
میں مغرب کی شمع روشن کی۔ اور بعض سمتوں میں نئی روشنی دوڑنے لگی۔ مگر
اس نئی روشنی کے ہوتے ہوئے بھی ملک میں چند چھوٹے چھوٹے جزیروں

ایسے باقی رہ گئے جہاں ہندوستانی تہذیب اپنی پرانی بنیادوں پر قائم رہی
رام پور انہیں جزیروں میں سے۔۔۔۔۔ ایک جزیرہ ہے
جہاں ہندو مسلم اشتراک عمل سے جس تمدن اور تہذیب کا خمیر تیار ہوا
تھا ابھی تک قائم ہے۔ اس ریاست نے اس تہذیب کے جتنے بھی کونے
تھے انہیں آج تک آباد رکھا ہے۔ اس ریاست کی اوس تہذیب و تمدن
کی تاریخ میں جو ہندو اور مسلمانوں کے شیر و شکر ہو جانے سے تیار ہوئی، آج
بھی جگہ ہے اور آئندہ آنے والے انقلابات میں بھی ایک خاص جگہ رہیگی
اس اعتبار سے جو کام اکرام عالم صاحب نے انجام دیا ہے وہ تو جہر کے
قابل ہے۔

یہ صحیح ہے کہ زمانہ کی رفتار اور نئے خیالات و نئے حالات کی ضرورت نے اس ریاست کو پڑانے سا پنچوں اور قدیم نقشوں میں نئے ماحول کے مطابق مناسب اور ضروری تبدیلیاں کرنے پر مجبور کیا۔ اور جو تبدیلیاں ہوئی ہیں انہیں آئندہ کے لیے اُمید افزا حالات کی خوش خبری تصور کرنا بجا نہ ہوگا۔ زمانہ کا تقاضا ہے کہ دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی اور اس کے نگہب دونوں اشتراکِ عمل اور یکجہتی سے تعمیری کام اور ترقی کے وسائل میں استقلال پیدا کریں۔ تعمیر محض خیال کی منزل ختم کرنے سے بنیادیں نہیں پکڑتی بلکہ ایک ایک قدم پر پورا غور و خوض، دور بینی و محبت کا تقاضا کرتی ہے۔ اور یہی نہیں،

بلکہ ایک ایسا اشتراکِ عمل بھی چاہتی ہے جس میں ہر فرد و تعمیر کے ماہر موجود ہوں اور ایک
 دوسرے کی امداد سے مکمل نقشہ کی تفصیلات کو صبر و سکون سے عمل کا جامہ پہنائیں
 اکرامِ عالمِ صاحب نے ریاست کے ہر کوز و گوشہ پر نظر ڈالی ہے اور
 ایک ایسا مواد جمع کر دیا ہے جس کے مطالعہ سے صحیح نظر کھیلے اور آنے والے
 نقشوں کا انہ ازہ لگا سکتی ہے۔

(دستخط) مشرِ محمہ آصف عنی بیرِ شرایٹ لا



انتباس از تقریظ جناب نواب محمد یامین خاں صاحب

مانٹ - پیرسٹریٹ لا - بمبے سنٹرل اسمبلی ریسرچ انڈسٹری

مولوی اکرام عالم صاحب ایڈووکیٹ بریلی نے رام پور کے حالات جس خوبی اور دلائل سے اس کتاب میں تحریر فرمائے ہیں۔ وہ قابل تحسین ہیں اور اہل رام پور کو ان کا مشکور ہونا چاہیے کہ مختلف باتوں کو جن کا علم ہر رام پوری کو ہونا ضروری ہی کچا جج کر کے قلیل وقت میں باوجود اپنی مصروفیتوں کے پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

مصنف صاحب قابل شکر یہ ہیں اور ان کا بڑا بیہ احسان ہے کہ انہوں نے حالات رام کو اس کتاب کی شکل میں پبلک کے سامنے پیش کر دیا ہے جس میں ان کی اس دور اندیش اور قابل تاملہ نصیحت کو جو اس کتاب کے ذریعہ سے اہل رام پور کو دی ہے نہایت پست کرنا ہوں اور مصنف کو ان کی دور اندیشی کی صلح پر مبارکباد دینا ہوں میری ناقص رائے میں ہر رام پوری کو چاہیے کہ وہ ریاست رام پور کو اسلامی ریاست سمجھے کہ اس کا پورا تحفظ کرے اور بیہ خیال رکھنا چاہیے کہ ریاست کو کم زور کر دینے سے خود ان کی کمزوری واقع ہوگی۔

لائق مصنف نے نہایت عمدہ دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ رعایا درام پور کا اس میں فائدہ ہے کہ وہ حکمران کو مضبوط بنائے رکھے اور اختیارات کو کم نہ ہونے دیں۔

غدر کے بعد اس چھوٹی سی ریاست نے بہت سے کامیاب اور ماہرین
 فن کو اپنے آغوش میں لیکر پناہ دی۔ نواب کلب علی خاں صاحب بہادر کے
 نام نامی سے کون رافت نہیں۔ اس دماغدار علم دوست، ہنر پند، شریف
 حاکم کی مہربانی و عنایت اس زمانہ کے مصیبت زدہ ستم رسیدہ بے یار و مددگار
 اشخاص کے اوپر جو ہوئی وہ زریں قلم سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اگر مالی حالت
 پر حاکم کو اختیار نہ ہوتا وہ کس طرح ان اقسام کی ترقیات اپنی ریاست کو دیکھتا
 اور ہنرمندوں اور قابل اشخاص کی موجودگی سے فرین کر سکتا ہے۔ لائق مصنف نے
 رام پور میں کمزوری آنے کی تین بیماریاں کہنے یا اسباب کہیئے تجویز کی ہیں یعنی
 (۱) حکومت سے مخالفت (۲) رام پوری وغیرہ اپوری کی بحث۔ (۳) شیعہ
 و سنی کا سوال۔ ان تینوں خرابیوں کو دور کرنے کے واسطے ان سوالات کے
 خراب نتائج کو نہایت مدلل طریقہ سے اس مختصر کتاب میں پیش کیا ہے
 اور میں اول دو خرابیوں کی دلائل سے لفظ بلفظ متفق ہوں اور تیسری خرابی یعنی
 شیعہ و سنی کے سوال کو اسلامی تباہی اور کمزوری کا باعث سمجھتا ہوں۔ یہہ
 سوال صرف خود غرض یا جاہل شخص پیدا کیا کرتے ہیں۔ مصنف نے
 صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ موجودہ نواب صاحب بہادر کسی قسم کی ایسی
 بات کے روادار نہیں ہیں جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ یہہ اُن کی اعلیٰ تعلیم
 و فرائض دلی اور نہک طبیعت کا نتیجہ ہے۔

مذہب ایک ذاتی اعتقاد ہے اور اگر وہ رعایا اور حاکم کے تعلقات میں کوئی مداخلت نہیں کرتا تو اس پر کوئی اعتراض فضول بات ہے۔ شیعہ دُستی دونوں مُسلمان ہیں اوسی خدا کو اوسی رسول کو اوسی قرآن کو مانتے ہیں۔ اس کے آگے سب فروعات ہیں اور فروعات پر کوئی فرقہ بندی کرنا بھالت کی دلیل ہے۔

میں اپنی ناقص رائے میں یہہ بھی تجتھا ہوں کہ اہل رام پور کے واسطے یہہ مسئلہ نہایت مضر اور خطرناک ہے اور اوس میں رعایا و حاکم دونوں کو فرائع دلی سے کام لینا چاہیئے۔ جیسا کہ معنف صاحب نے زور دیا ہے۔ اور ایران و مصر کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ نواب صاحب بہادر مذہبی کوتاہیوں سے بہت بالا تر ہیں۔ اور اب چند سال سے تجربہ ہو جانے کے بعد سے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی قوت کو مضبوط کرنا عین دانشمندی ہے۔ مجھ کا یقین کامل ہے کہ اہل رام پور اس کتاب کو پڑھنے کے بعد اس صحیح نتیجہ پر پہنچیں گے کہ رفیاء رام کی آواز اگرچہ ایک حد تک درست ہو لیکن برٹش انڈیا کی تقلید کرنا اپنے سپر کھارڈی مارنا ہے۔ آخر میں یہہ کہہ دینا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسٹر بشیر حسین زیدی نہایت ذہین اور خوش طبع خلیفین ہیں۔ اور میں

اہل رام پور اُن سے کام نہ لیں تو یہ اہل رام پور ہی کا قصور ہو گا۔
میں نے ہمیشہ مشرزی دی کو اس بات کے واسطے تیار دیکھا کہ اگر کسی کا کوئی
کام ہو تو اُس کو آسانی سے انجام دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اُن کی طرف
سے اگر کوئی غلط فہمی ہو تو اُس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(دستخط) محمد یامین خاں

آفتاب رسام مولوی محمد عبدالسلام صاحب رئیس و چیرمین پبلشرز
مراد آباد

کتاب کی چھپائی اس کی نچھتہ عبارت مضامین کی سنجیدگی پر تمام مشاغل پر غالب آئی اور میں کتاب کے غیر
ختم کے سجدہ کر سکا۔ ابتداء ریاست رام پور کو موجودہ زمانہ اور موجودہ حالات تک کا صحیح منقہ جو شخص ریاست
کے حالات سے واقف ہو اُس کی بھان پسندی جملہ مضامین کی تصدیق پر مجبور کرتی ہے۔ ہر بات میں نہایت
اور مسر سید بشیر حسین زیدی بی اے کی مینٹ بار ایٹ لا موجودہ چیف منسٹر صاحب کے متعلق جو تحریر کیا ہے ممکن ہے کہ
اُس کو نادانانہ حضرات مبالغہ تصور کریں خصوصاً جب کہ مخالف پروپیگنڈے نے بہت کچھ بدگمانیاں عام طور پر
پیدا کر دی ہیں لیکن درحقیقت اس کتاب کے مضامین مبالغہ سے پاک ہیں بدگمانیوں اور مخالف پروپیگنڈے
کے جو بات بھی اس کتاب میں نہایت متانت اور سنجیدگی سے بیان کر دیے ہیں جن کے سوا کوئی اور وجہ
بیان کرنی درحقیقت مشکل ہوگی۔

اگرچہ اعتراض کرنے والوں کی زبان و قلم کو روکنا ناممکن ہے لیکن اعتراضات کے جو ابات
اور اصلاحات کے مناسب تذکرہ کے بعد مسٹر اکرام عالم صاحب کا بیہ حد نہایت پسندیدہ
ہے اور آپ ذرا سے لکھنے کے قابل ہے۔

”رام پور بھی آخر اسی دنیا میں ہے۔ آپ اس کو معمولی معائب سے بھی پاک دھابنا
اور جملہ ہم جنسیت مقلات سے بالاتر کیوں دیکھتا چاہتے ہیں۔ رام پور کی عالم زندہ
دوسری جگہوں سے اچھی ہے اور ریاست کا انتظام بہت سی ریاستوں سے بہتر ہے“

کتابت کی غلطیاں

صفحہ	سطر	غلط مطبوعہ	صحیح
۱۲	۲	وقفیت	واقفیت
۱۶	۴	اورنگ	اورنگ زیب
۲۷	۱	نیت کا	نیت کھیل
۳۱	۲	گئی	.
۳۳	۴	نواب سیّد فیض اللہ	نواب سیّد فیض اللہ خاں
		صاحب	صاحب
۳۷	۷	(عرش منزل)	.
۴۱	۱۶	مصرف	مصرف
۵۳	۲	اب	آپ
۵۴	۱۲	بلا دنیا	ہلا دنیا
۵۸	۷	صول	اصول
۵۸	۱۵	عرض کرے	عرض کیے جاتے

صفحہ	سطر	غلط مطبوعہ	صحیح
۶۸	۱۶	ڈی۔ ایس۔ بی	ڈی۔ ایس۔ پی
۷۰	۷	میں	ہیں
۷۱	۱۳	نایت	ثابت
۷۷	۴	جعفر	جعفر
۸۱	۶	نانا	بانا
۸۱	۹	در	اور
۸۱	۱۰	میں	ہیں
۸۳	آخر	نائب الرایت	نائب الرایت
۸۷	۱۰	جنگلو	جنگلو
۸۷	۱۵	بخشش	بخشش یا
۱۰۳	آخر	درجے	درجہ
۱۰۵	۷	چنانچہ سو	چنانچہ کئی سو
۱۱۲	۴	مولد	مولد
۱۱۵	آخر	دو کا ہیں	دو کا ہیں
۱۳۰	۱۳	دیگر	دیگر

صفحہ	سطر	غلط مطبعہ	صحیح
۱۳۰	۱۵	بن	جن
۱۳۴	۲	اوقات	.
۱۵۲	۷	اعداد	امداد
۱۵۳	۱۶	کی	گی
۱۵۵	۸	رام پو	رام پور
غیمہ	۹	مکان	مرکان و
۱۳ "	۹	امجدین	احمدین
۱۷ "	۱۱	اشتہار	انہار
۱۸ "	۹	ڈاکٹر	ڈاکٹر
۲۰ "	۱۰	ڈاکٹر	ڈاکٹر
۲۰ "	آخر	ومرافہ	.
۲۲ "	۷	مرہ	میرٹھ
" "	۸	لکھنؤ	سری
۲۳ "	۷	.	کندر کی سکونت فیروز خان

